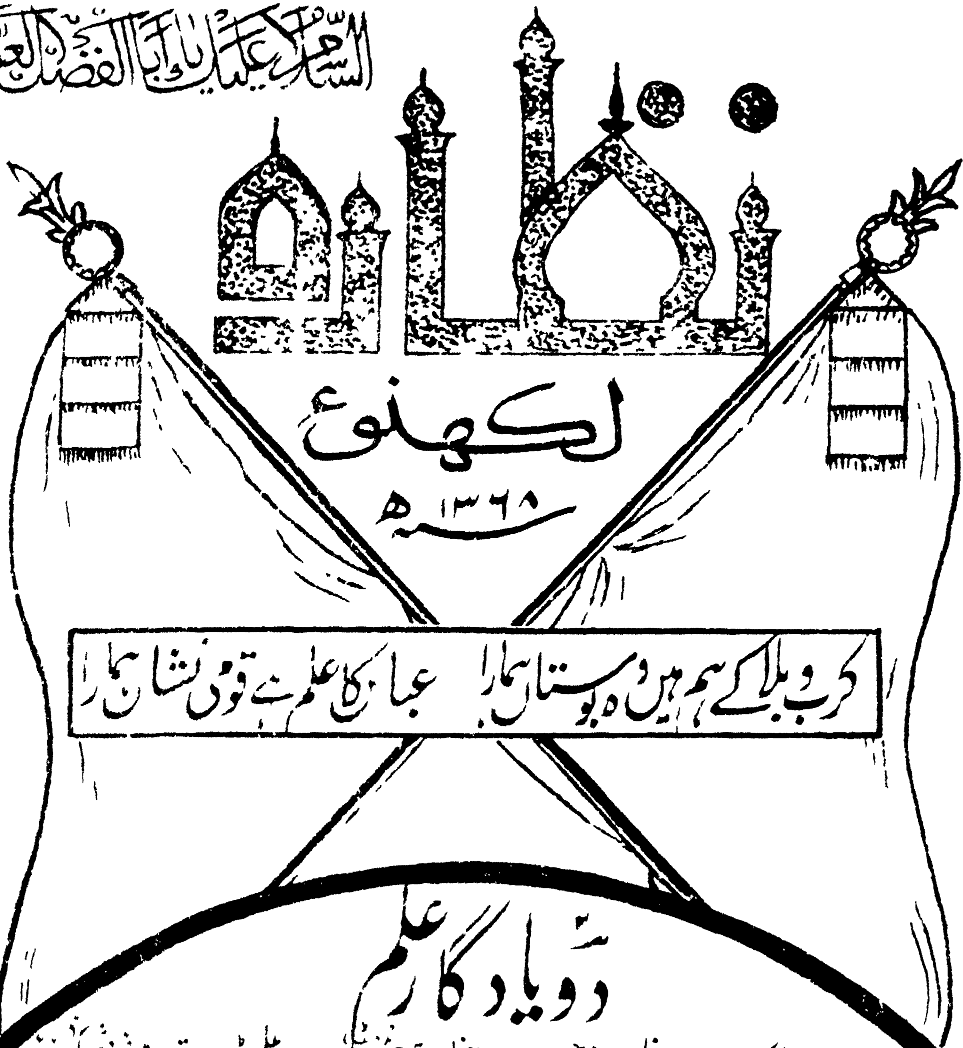
رجسٹرڈ نمبر ا ے ۲۶۲

رسائل ۲۶۷



دو یادگار علم

شب ... ذی الحجہ ... ناظم صاحب ... مجاہد ملت جناب ... کی جانب سے ...

... ربیع الاول ۸ بجے شب مذکورہ بالا ... کی جانب سے اٹھایا ...

ابوالفضل العباس علیہ السلام نمبر

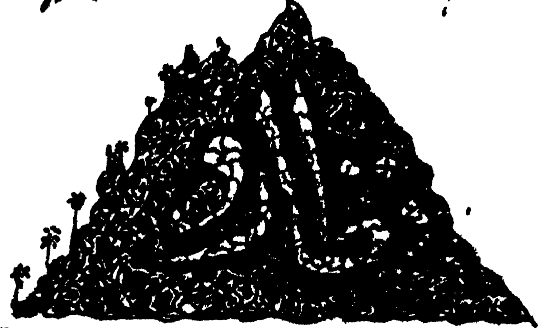
چندہ سالانہ ۸

قیمت ۸

فضل نقوی


عباس

چندہ سالانہ ۶ روپے
فی پرچہ ۲ آنے



جلد ۱۹	لکھنؤ ۱۴ نومبر ۱۹۴۳ء	نمبر ۴۴

معذرت

اس سال ہم آپ سے زیادہ اپنے آقا حضرت عباسؑ سے بیحد شرمندہ ہیں، اور اپنی کمزوریاں اور غلطیوں کی کھلی ہوئی معافی بھی چاہتے ہیں، کیوں کہ ہر سال کی طرح ہم چونکہ [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کوشش کے باوجود نہ کر سکے [illegible] کا ہم اعتراف کرتے ہوئے بھی اپنے آقا کی بخششوں پر نازاں ہیں، اس لیے کہ ہم جیسے غلاموں سے خطائیں تو ہوتی ہی ہیں مگر ہمیں یقین ہے کہ ہمارے آقا ضرور معاف فرمائیں گے۔

اولاً تو صحت کی کمی، دوسرے ۲۲ر اکتوبر سے آپ کے نظارہ کو روزانہ بھی کردیا گیا۔ سب سے بڑی وہ مصیبت جس کے سبب یہ نمبر وقت پر نہ نکل سکا۔ مرض کی بے انتہا کمی اول سے آخر تک جاری رہی۔ البتہ جن حضرات نے اس نمبر کی شکل سالہائے گزشتہ اعانت فرمائی ان کا شکریہ ادا کرنا ہماری ہمت سے بالا تر ہے، اور وہ خود بھی اس کو پسند نہیں فرماسکتے کیوں کہ خلوص نیت کے ساتھ ان کی نذریں مولا کی بارگاہ میں پیش کی گئی ہیں، پھر بھی بہی حیثیت سے بجائے شکریہ کے کارکنان نظارہ ان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے بارگاہ ایزدی میں سید شہدا کے واسطے سے دست بدعا ہیں۔

تین دن کی پیاس

یہ المفسرین، جناب مولانا سید محمد مفتی صاحب مجتہد ذکی پوری نے مہینوں کی لگاتار محنت میں ایک ایسا رسالہ تحریر فرما کر نظارہ کو عطا فرمایا کہ جس میں شہدائے کربلا کی سہ روزہ تشنگی حضرت آدم سے اس وقت تک سیکڑوں کتابوں سے ثابت کی ہے، یہ رسالہ نصف اس نمبر میں شائع ہو رہا ہے، باقی ہفتہ وار نظارہ میں مسلسل شائع ہوتا رہے گا۔ خصوصیت یہ کی ابوالفضل العباسؑ نمبر میں ایسی ہی چیز گزشتہ بھی شائع ہوتی رہی تھی۔

(۱۲۳ صفحہ نفسلر)

اعلان تعطیل

۱۴ نومبر کا یہی پرچہ حاضر خدمت ہوسکے گا ۲۱ر نومبر کے نظارہ کی حسب معمول حسب سابق گزشتہ تعطیل ہوگی۔ ۲۸ر نومبر سے ہفتہ وار نظارہ انشاء اللہ باقاعدہ حاضر خدمت ہوگا۔

منیجر نظارہ

آیاتِ کلام

دعبلِ ہند حضرتِ ذاخرِ مرحوم کا ایک مقبول نوحہ

یزیدِ نحس بھی ہے محفلِ شراب بھی ہے
لہو میں غرق سرِ ابنِ بوتراب بھی ہے

کہا حسینؑ نے کھویا ہے مجھ سے وہ بیٹا
رسولِ حق سے مشابہ بھی ہے شباب بھی ہے

کہا حسینؑ نے چھٹ کر رباب سے اصغرؑ
زمینِ گرم بھی ہے دھوپ بھی ہے خواب بھی ہے

عجب نہیں جو دمِ ذبحِ شہ جہاں الٹے
لہو کی آندھیوں میں رنگِ انقلاب بھی ہے

فرس سے گر کے نہ کیوں شاہ کروٹیں بدلیں
زمیں کے ذرّے بھی ہیں گرم آفتاب بھی ہے

زباں چبا رہے ہیں کھا کے تن پہ زخمِ اکبرؑ
غضب کی پیاس بھی ہے موسمِ شباب بھی ہے

یہ میّتِ علی اکبرؑ پہ کہہ رہے تھے حسینؑ
بہن کے خط کا بتاؤ کوئی جواب بھی ہے

پسِ حسینؑ اکیلے نہیں علی اصغرؑ
لحد پہ دھوپ بھی ہے گریۂ رباب بھی ہے

دمِ نبرد ہوئے ہیں حسینؑ یوں زخمی
لہو میں ڈوبا ہوا زین بھی رکاب بھی ہے

سناں پہ رن میں پسِ قتل جس کو ہے معراج
وہ نورِ عینِ رسولِ فلک جناب بھی ہے

میں قدر کیوں نہ کروں اپنے دل کی اے ذاخرؔ
نبیؐ سے عشق بھی ہے حبِّ بوتراب بھی ہے

نقشِ جاوداں

حسینی شاعر

کربلا نقشِ جاوداں دیکھا
تیرے سجدوں پہ آسماں دیکھا
قلبِ اکبر سے خوں رواں دیکھا
آپ نے لاشۂ جواں دیکھا
اتنی جلدی اجل نے چھین لیا
[illegible] کہاں دیکھا
ان نے شبیہ [illegible]
آگئے تیری گرد میں [illegible] آسماں دیکھا
اے زمیں تو نے عصر کے ہنگام
روزِ عاشور [illegible] دیکھا
خون میں غرق آسماں دیکھا

فضل (نقوی)

کربلا میں ہوا جو اے ادیب
آپ نے کیا امتحاں دیکھا؟
موت کی شکل آنسوؤں میں رہی
ماں نے یوں حسنِ نوجواں دیکھا
اے زمیں شاہِ دیں کی نظروں نے
خونِ اکبر کہاں کہاں دیکھا؟
موت نے کربلا میں پہلی بار
تیر کی زد پہ بے زباں دیکھا
اپنے بچے کو رن میں بابا نے
دفن ہوتے ہوئے کہاں دیکھا

فضل دنیا بدل گئی میری
جب سے مولا کا آستاں دیکھا

ملکِ وفا کے حضرت عباس شاہ ہیں

(از جناب سید سبط حسن صاحب رضوی فقیہہ فاضل آنریری سکریٹری شیعہ لائبریری جھوں)

جو اثر کربلا زندگی کے ہر شعبہ پر اثر انداز ہے۔ یا شخصیتیں جب وقت دنیا کا ہر انسان اس سانحۂ عظیمہ سے واقعی معنوں میں مفید درس عمل حاصل کر سکتا ہے —— کربلا کا خونیں معرکہ صرف حق و باطل کی جنگ نہ تھی۔ تنہا کفر و اسلام کی لڑائی نہ تھی بلکہ اس رزمگاہ میں بہت سے انسانی صفات بھی برسرپیکار تھے اگر یزید اپنے کفر و نفاق کے ساتھ اسلام دشمنی اور ظلم و جفا کا ریکارڈ توڑ رہا تھا تو حسین اور ان کے مخلص ساتھی بھی حمایت مذہب کے لیے صبر و وفا کا بے نظیر مظاہرہ کر رہے تھے —— حسینؑ مظلوم کے ان نامور جاں نثاروں میں جناب عباس کا اسم گرامی تاریخ کے اوراق پر سب سے زیادہ نمایاں اور روشن نظر آتا ہے —— کیونکہ ساقی کوثر کے اس فرزند نے اس معرکہ میں شجاعت، محبت اور وفاداری کا جو ثبوت اپنے پاکیزہ خون کے ایک قطرہ سے پیش کیا ہے آج تک کائنات عالم کا ہر ایک ذرہ اس کی گواہی دے رہا ہے —— عباس علمدار اور شاہ نامدار مولائے مشکل کشا کے نور عین تھے حسین صدیقۂ طاہرہ کے دل بند اور عباس ام البنین کے جگر بند تھے، حضرت عباس جانِ فاطمہ کے عاشق اور زینب کے فدائی تھے شمع امامت کے پروانہ تھے، ہر وقت امام کے پسینہ پر اپنا خون بہانے کے لیے تیار رہتے تھے۔ عباس کی نگاہوں کے سامنے اطاعت و وفاداری کا ایک بلند معیار تھا۔ جو ان کو بہ تلقین علی مرتضیٰ کی وصیت سے ورثہ میں ملا تھا۔ آپ نے اس وصیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جب تک جان میں جان باقی رہی بھائی حسین کو اپنا آقا اور شانِ وفا کو زندگی کا اولین فرض سمجھا اگر شمر و حرملہ جیسے وحشی ظالموں نے ساری دنیا کو فتنہ و فساد بہیمیت اور تشدد کا جنگاہ بنانا چاہا تو حضرت عباس نے اپنے اخلاق و عقیدت جاں نثاری اور حسن وفا کے ذریعہ سے کل دنیا کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور زمانہ بھر کو یہ دکھلا دیا کہ صرف مسلک اور وفاداری اہل عالم کے لیے خضر راہ ثابت ہو سکتی ہے۔ نیز اس بات کو بھی خوب روشن کر دیا کہ درندگی اور جفاکاری کا دنیا کو [illegible] کے بجائے جنگ و جدل کا آتشکدہ بنا سکے گی اور جاں نثاری و وفاداری زمین عالم کو جنت نشان بنا کر زندہ کر پیام امن دائمی دے سکتی ہے۔ اب اگر آج ہی سے دنیا عباس کی وفاداری کا سبق پڑھنا جلد شروع کر دے اور ہر بشر اپنے لیے اطاعت و جاں نثاری کا جذبہ پیدا کرے تو کائنات کی کشمکش، باہمی دشمنی و عداوت ہمیشہ کے لیے ناپید ہو سکتی ہے۔ وفا حضرت عباس کی قدر و منزلت کا اندازہ ہماری خطا کار نگاہیں نہیں لگا سکتیں بلکہ اس کو وفا کی آنکھ سے کسی نے دیکھا اور پہچانا تھا تو وہ سرکار سید الشہداء کی ذات تھی در حقیقت اگر عباس کو دیکھنا ہے تو امام حسین کی چشم حقیقت بیں سے دیکھو تب معلوم ہوگا کہ قربانی و ایثار کی جھلک و چمک ہر ایک دنیا کے لیے ایک مشعل ہدایت ہے اور منارۂ روشنی ہے —— یہی تو وجہ تھی کہ آپ کی فرماں برداری و جذبہ خدمت نے امام حسینؑ اور جناب زینب کو ایک زبردست طاقت اور اطمینان قلب کا مالک بنا دیا تھا۔ ثانی زہرا کا قول تھا کہ جس کے عباس جیسا بہادر بھائی اور حسن وفا موجود ہو دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی میرے ماں جائے کو گزند نہیں پہنچا سکتی —— جناب زینب کا یہ خیال ہر پہلو سے صحیح تھا۔ عباس ہی مظلوم کربلا کے قوت بازو اور شہ حسینی کے علمبردار تھے، ہر آن شمع امامت کے پروانہ وار حضرت کے چشم و ابرو کے اشارے پر سر نیاز جھکائے اس بات کے منتظر و مشتاق رہتے تھے کہ کب اور کس وقت زبان امامت میں جنبش ہو اور میں تعمیل حکم بجا لاؤں۔

بعض اوقات انسان غم و غصہ کی حالت میں اپنے جذبات سے باہر ہو کر فرض سے غافل ہو جاتا ہے —— لیکن جناب عباس اس قسم کے سپاہی نہ تھے وہ اپنے آقا کے ہر اشارہ پر سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے۔ جب سرور عالم و امام کربلا ہوئے اور خیمہ کو نہر فرات کے کنارے نصب کرنے کا حکم دیا تو بعد میں دشمن اس بات پر مزاحم ہوئے اور یہاں سے ہٹ کر لگانے کا تقاضا ہوا۔

حضرت عباس کو غیظ آگیا غم غصہ کی حالت میں بکھتے ہوئے رخسارے سرخ بن گئے۔ تلوار نیام سے نکال لی چاہتے تھے کہ قیامت برپا کر دیا ناگاہ حسین کی متورم آنکھیں شیر خدا کے لال کی آنکھوں سے ٹکرائیں نہ معلوم نگاہوں میں کیا اثر رہا تھا کہ چہرے کی سرخی زردی میں بدل گئی۔ ہاتھ اور پاؤں کانپنے لگے۔ تلوار دست مبارک سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ جبین کا پسینہ صاف کیا اور شاہ دین کے حکم سے خیموں کو پانی سے بہت دور نصب کرنے میں مشغول ہو گئے اس نازک ترین موقع پر عباس نے جس ایثار نفس قربانی و اطاعت کا ایک گہرا نقش چھوڑا ہے اگر آج دنیا اس پر عمل پیرا ہو جائے تو نظام عالم کے بکھرے ہوئے دانے ایک کڑی میں پرو دئیے جا سکتے ہیں

خیام حسینی کا دریا سے بہت دور نصب ہونا ہی کیا کم مصیبت تھا کہ ساتویں محرم سے نہر زادوں پر پانی بند کر دیا گیا۔ جب عاشور محرم کی شب حسینی کی ایک لمبی داستان بن کر سامنے آئی تو پیاسے بچے پیاس سے جاں بلب ہو گئے۔ عباس بچوں کی نیم جاں حالت کیسے دیکھ سکتے تھے، امام کی بارگاہ میں شکستہ دل حاضر ہوئے عاجزانہ لہجہ میں عرض کیا۔ میرے آقا! یہ غلام صبح سے اب تک جوانوں اور بوڑھوں کی وفاداری اور شہادت دیکھ چکا لیکن میری بدنصیبی کہ خود اس شرف سے محروم رہا اب تو اس غلام کو بھی مرنے کی رضا دے دی جائے ۔۔۔ حضرت نے اذن جہاد سے انکار کیا اور خیموں کی طرف اشارہ کیا جب عباس علمدار خیمہ گاہ حسینی میں داخل ہوئے عجب منظر دیکھا کہ

ہر وقت ہے ماؤں سے بچوں کا تقاضا پانی ہمیں لا دو بہنیں ضبط کا یارا
کہتی ہے سکینہ کہ مجھے پیاس نے مارا اس شور سے ٹکڑے جگر جاں گیا سارا

بچوں کے قلق سے تھا حرم آہ و بکا میں
اک شور قیامت ہو بپا آل عبا میں

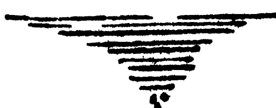
ساقی کوثر کا لال اس جگر خراش منظر کو برداشت نہ کر سکا۔ مشک و علم لئے خیمہ سے برآمد ہوئے حسین نے بھی برادر کو صرف اس قدر اجازت بھی مرحمت کر دی کہ اگر ہو سکے تو کہیں سے پانی لے آؤ۔ علمدار حسینی پانی کی سبیل کے لیے نکل پڑا مردانہ فرات میں گھوڑا داخل کر دیا۔ دشمنوں میں ہل چل اور حسینی قیام گاہ میں مسرت کی ایک لہر اٹھی۔ پیاسے بچوں کے خشک لب تشنئے آب میں تر ہو گئے۔ عباس نے گھوڑے کو پانی پینے کا اشارہ کیا۔ وفادار کا گھوڑا بھی وفادار ہوا کرتا ہے بغیر سکینہ کے وہ کیونکر سیراب ہو سکتا تھا۔ عباس نے لجام فرس دیتے کر کے محبت آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا۔

تو پیا کے اے فرس کہ بہت تشنہ کام ہو
ہم پہ تو سب حسین پہ پانی حرام ہو

بالآخر صرف مشکیزہ بھرا اور ساحل پر چلے آئے دشمنوں نے سیاہ بادل بن کے بنی ہاشم کے چاند کو چھپا لیا، داہنا بازو اور بایاں شانہ منقطع کر دیا، خون کا فوارہ جسم اقدس سے جاری ہو گیا۔ مشکیزہ کو دانتوں میں دبا کے وفاداری اور قربانی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ کسی طرح سکینہ کی خدمت میں پہنچ جائیں ناگاہ ستم یہ ہوا کہ ایک بے وفا نے مشک سکینہ پر تیر مار دیا ادھر مشک سے پانی بہا ادھر عباس کا خون جگر آنکھوں سے جاری ہو گیا۔ دل سینہ میں ٹوٹ گیا حسرتیں پامال ہو گئیں، سکینہ سے شرمندہ۔ عباس گھوڑے سے گر پڑے، الوداع کی آواز نے حسین کی کمر توڑ دی۔ علی اکبر کا سہارا لے کر فرات کے کنارے پہنچے، یہ منظر دیکھا کہ برابر کا بھائی فرش خاک پر تڑپ رہا ہے۔ مظلوم کی آہٹ پا کر زخمی نے آنکھیں کھول دیں حضرت نے روتے ہوئے کہا بھائی جان ایک حسرت میری پوری کر دیجئے۔ با وفا بھائی نے آہ سرد بھر کے عرض کیا جلد ہی بیان کیجئے۔ امام نے فرمایا بھیا جب سے تم نے ہوش سنبھالا اپنے کو غلام اور مجھے آقا کہتے رہے کبھی جی چاہتا ہے کہ اس گھڑی تم ایک بار بھائی کہہ کے پکارو۔ عباس نے اشک آلود نگاہوں سے کہا میری ماں ام البنین آپ کی سیدۃ عالمین، پھر میں کس منہ سے بھائی کہوں میرے لیے تو حضور کی غلامی باعث فخر ہے۔ عاشق بھائی کا کلام سن کر شاہ دیں رونے لگے عین اسی وقت عباس بولے رو کے نہ مولا مجھے رلاؤ۔ دل کو سنبھالو آنکھوں سے آنسو نہ اب بہاؤ، گھبراتی ہوں گی زینب دلگیر گھر کو جاؤ۔ اب میرے دم لے میرے لبیر کو گلے لگاؤ۔

یہ کہہ کے کروٹیں لیں جہاں سے گزر گئے
شہ ہاتھ ملتے رہ گئے عباس مر گئے

حضرت عباس کی اس سبق آموز شہادت، قربانی و محبت وفاداری و رفاقت کو اگر ہم اپنا شعار اور مطمح زندگی قرار دے دیں تو ہم دنیا کی سلامتی اور نجات کا ایک نیا دور ہمارے سامنے آ سکتا ہے۔ کیونکہ اس نام کی روشنی اور بے مثل وفاداری اس وقت تک دنیا میں رہے گی جب تک آسمان پر چاند اور ستارے روشن ہیں۔



فکرِ کربلا

از جناب سید صدر الاسلام صاحب صدرؔ ([illegible])

جان و دل سے کیوں نہ ہو جائیں فدائے کربلا
کربلا اپنے لیے ہے ہم برائے کربلا

خاک کر ڈالے زمیں پر ہم کو جورِ آسماں
دل سے اپنے مٹ نہیں سکتی ولائے کربلا

میرے دامن میں ہے پوشیدہ حسینی قافلہ
آجتک کانوں میں آتی ہے صدائے کربلا

سو گیا کس چین سے عمرِ ابد پائے ہوئے
خضر کہیئے خضر اُسے جو ہو فدائے کربلا

اس دعا پر نزع میں نکلی ہے تن سے جانِ زار
جائے مدفن ہم بھی پائیں اے خدائے کربلا

فقر کی حالت میں سمجھوں دو جہاں مجھکو ملے
ہاتھ آجائے اگر خاکِ شفائے کربلا

اس عطا پر کیا تعجب ہے جو دل راضی نہ ہو
خلد ہی پاؤں جو دنیا میں بجائے کربلا

خاک سے اپنی ہزاروں مُردے زندہ کر دیئے
اشکِ عیسیٰ ہے مرا معجز نمائے کربلا

زندگی سے بڑھ کے نکلی تارکِ الدنیا کی پیاس
راس آسکتی تھی کیا آبِ ہوائے کربلا

آسماں پر خونِ تازہ نے کیا ماتم بپا
تیر کھا کر جب ہوئے اصغر فدائے کربلا

صدرؔ کے سینے میں دل ہے دل میں ہیں جذبات خاص
جلد ملک ہند سے ہم کو بلائے کربلا

ادارۂ علمیہ ناصر العلوم کتب خانہ ناصریہ [illegible]

عبقات الانوار
حدیث غدیر جلد اوّل حصہ اول و دوم
طبع ایران تعداد صفحات ۶۰۰
[illegible] نہایت عمدہ ٹائپ کی
چھپی ہوئی [illegible] کی خوب صورت جلد
قیمت صرف
تیس روپیہ

عبقات الانوار
حدیث غدیر جلد اول حصہ اول
طبع نظامی پریس
کاغذ سفید تعداد صفحات ۷۳۲
تقطیع ۱۸ + ۲۲ قیمت
دس روپیہ

عبقات الانوار
حدیث مدینۃ العلم
طبع لکھنؤ
تقطیع کلاں، جلد اول
صفحات ۷۴۵، جلد دوم
صفحات ۲۰۰
قیمت ہر دو جلد بیس روپیہ

عبقات الانوار
حدیث [illegible]
تقطیع کلاں
صفحات جلد اول ۷۴۴
صفحات جلد دوم [illegible]
قیمت ہر دو جلد
ہر دو مجلد بیس روپیہ

امام ثانی عشر
در حالات امام عصر علیہ السلام مصنفہ سرکار
سید الملت، [illegible] نجف اشرف کا طبع
سفید اعلیٰ عمدہ ٹائپ کی چھپی ہوئی
[illegible] کے متعلق بہترین استدلالی
علمی کتاب قیمت صرف سے

سواطع الانوار
عبقات الانوار کے متعلق علمائے
[illegible] عراق و ایران کی تقریظیں
تقطیع ۲۰ × ۲۶
صفحات ۱۲۴
قیمت دو روپیہ

موعظہ سابعہ
سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ
کے ایک موعظہ کا اقتباس
تقطیع ۲۰ × ۲۶
صفحات ۳۲
قیمت ۱۲ ار

النار الساطعہ
کتاب تشئید المطاعن کے طعن [illegible]
جناب فاطمہ علیہا السلام کا اردو ترجمہ
یہ کتاب ہر شیعہ کے گھر میں رہنا
چاہیئے تعداد صفحات ۱۰۴
قیمت ایک روپیہ

الروضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ
عربی علم ادب و حدیث و کلام
کی بہترین کتاب ہے تعداد صفحات
۱۷۲ تقطیع ۲۰ × ۲۶ کاغذ
کہنہ قیمت
ایک روپیہ

حسنیہ
مصنفہ علامہ کنتوری
[illegible]
[illegible]
مع ترجمہ اردو تعداد صفحات ۴۸
تقطیع ۲۰ × ۲۶ قیمت ۱۲ ار

معیار کلام اردو
مناظرہ کی بہترین کتاب
تقطیع ۲۰ × ۲۶
صفحات ۲۵۵
قیمت
تین روپیہ

اتحاف اہل اسلام
در حالات امیر المومنین علیہ السلام
اردو
تعداد صفحات ۲۰۹
کاغذ کہنہ
قیمت تین روپیہ

احسن الوسائل
علمیہ علم زمانہ [illegible]
[illegible]
[illegible] فہرست میں اپنا نام درج
کرا لیجئے ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار
کرنا پڑے گا قیمت عہ

حسب ذیل کتابیں بھی ہمارے ادارے سے مل سکتی ہیں

روضۃ الصادقین
مصنفہ مولانا ظفر مہدی صاحب [illegible]
از خلقت نور تا وفات حضرت [illegible]
ختمی مرتبت کاغذ بوسیدہ
قیمت عہ

تحفہ احمدیہ
جلد دوم در احکام شریعت مصدقہ
سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ
قیمت چار روپیہ جلد سوم اعمال تمام
سال و ادعیہ قیمت تین روپیہ

تاریخ احمدی
مصنفہ نواب صاحب [illegible]
جسے ہر گھر میں رہنا چاہیے
تقطیع کلاں ۲۲ × ۲۹ [illegible]
۴۰۰ صفحات کاغذ سفید
قیمت چھ روپیہ

سوانح آئمہ طاہرین (سلام اللہ علیہم اجمعین) مصنفہ مولانا سید [illegible] حسین صاحب قبلہ ۱۴ جلدیں مجلد [illegible] غیر مجلد [illegible]
اس کے علاوہ ہر قسم کی علمی و دینی ادبی کتابیں ہمارے ادارے سے [illegible]

حسینی یادگار

(از جناب اقبال حسین صاحب مظفر پور بہار)

اے حسینؑ ابن علیؑ انسانیت کے تاجدار
آج تک فطرت کا دل تیرے لیے ہی بیقرار
سرفروشی نے تری ملت کو زندہ کر دیا
حق پرستی نے تری باطل سے چھینا اقتدار
آدمیت آج تک مرہون منت ہے تری
کون دنیا سے مٹا سکتا ہی تیری یادگار
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سر دے دیا
پائے استقلال میں جنبش نہ آئی زینہار
قوت باطل کبھی حق کو مٹا سکتی نہیں
مٹ گیا مٹ جائے گا باطل پرستی کا شعار
بیکسی - ایذا اسیری - قتل و غارت کیا نہ تھے
تیرے ہاتھوں سے نہ چھوٹا دامن صبر و قرار
کس کی قربانی جہاں میں پیش کر سکتی نہیں
حرملہ کا تیر سہ شعبہ گلوئے شیر خوار
آسمان رو دیا - زمیں روئی - زمانہ رو دیا
حادثات کربلا نے کر دیئے سینے فگار
حق پرستی، عافیت سوزی، نکوکاری - وفا
دے گئے ہم کو سبق کیا کیا حسینی جان نثار
حریت کا درس جاں بازوں سے لینا چاہیئے
اور بدلنا چاہیئے سرمایہ داری کا مدار

کہہ رہی ہے وقت کی رفتار ہاں کچھ دیر ہے
رنگ اے اقبال لائے گی حسینی یادگار

سلام

(از سید محمد احسن خاور کربلائی)

مجرائی حق پہ وہی لوگ حقیقت میں رہے
جو شب قتل تمنائے شہادت میں رہے
تا دم مرگ جو شبیر کی بیعت میں رہے
گویا جنت میں وہ تھے اور وہ جنت میں رہے
سچ رہا حشر کی طرف گرچہ وہ قلت میں رہے
جھوٹ پھر جھوٹ ہے کتنا ہی وہ کثرت میں رہے
کوئی تخصیص تو حیدرؑ کی محبت میں رہے
ہاں صلہ اس کا نہاں اجر رسالت میں رہے
جلوہ گر حسن ازل صورت اکبرؑ میں رہا
ناز و انداز قیامت قد و قامت میں رہے
اہل دل ادید کے قابل ہے علیؑ کا ایثار
ہوں بشر ایسے تو کیوں کوئی مصیبت میں رہے
طالب دید ہوں اسے ماہ امامت میں بھی
وعدہ ہو جائے تو الجھن نہ طبیعت میں رہے
ہاں سر حشر چمک اتنا تو داغ غم شاہ
نام کو فرق نہ خورشید قیامت میں رہے
بوالہوس دیکھ اسے کہتے ہیں عشق صادق
سر پہ ہو تیغ زباں ذکر عبادت میں رہے
اس لیے علم الٰہی کا ہے باب علیؑ
جس کو کہہ سکتے ہوں شے علم امامت میں رہے
روز عاشور چلی ایسی ہوائے باطل
باقی غنچے بھی نہ بستان رسالت میں رہے
جاہ و منصب کو کیا ترک یہ کہہ کر حرؑ نے
نور جس کو نہ میسر ہو وہ ظلمت میں رہے

داغ سرور کی بدولت ہوا ممکن خاور
دل کا ارمان یہ تھا روشنی تربت میں رہے

تعمیر پاکستان سے قبل لاہور کا محرم

سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق سنہ ۱۹۴۶ء

(از جناب سید ہادی حسین صاحب نقوی)



اس دفعہ محرم سے کئی ماہ قبل ہی میں نے ارادہ کیا تھا کہ حسینی ٹیکری جاورہ اسٹیٹ کا عشرہ کروں گا لیکن جب محرم میں کوئی ایک ہفتہ رہ گیا اور میں نے گھر میں جاورہ جانے کا ذکر کیا تو والدین نے منع کیا ایسی حالت میں جبکہ فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلی ہوئی ہے کہیں جانا مناسب نہیں۔ والدین کی عدول حکمی کی جرات نہ ہوئی اور جاورہ جانے کا قصد ترک کر دیا۔ ۲۶ نومبر ۱۹۴۶ء سے محرم شروع ہوگیا مگر دل میں ایک چبک سی لگی رہی کیونکہ کئی سال سے محرم پر کہیں نہ کہیں باہر جاتا تھا۔ اس دفعہ جاؤں بھی تو کہاں جاؤں جہاں سنو جھگڑا فساد۔ جہاں پڑھو کرفیو اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ۔

محرم کے پانچ دن گزر چکے تھے کہ مولا نے میری مدد فرمائی۔ سہ پہر کو بیٹھے بیٹھے یوں ہی خیال گزرا کہ پنجاب کے علاقہ میں چلو وہاں امن ہے۔ بس اب کیا تھا خیال کا آنا کہ مشکل حل ہوگئی۔ رات کو والدین سے لاہور جانے کے لیے اجازت طلب کی انھوں نے خدا کو سونپا اور میں نے صبح ہوتے ہی اسٹیشن کی راہ لی۔ اسٹیشن پہونچ کر معلوم ہوا کہ گاڑی تیار کھڑی ہے۔ فوراً ٹکٹ خریدا اور گاڑی میں جا بیٹھا کچھ دیر بعد انجن نے سیٹی دی اور مسافروں نے دہلی کو خیرباد کہا۔ تقریباً بارہ گھنٹہ بعد لاہور جا پہونچا۔

ہندستان کا یہ قدیمی اور تاریخی شہر دریائے راوی کے کنارے آباد ہے اور شمال مغربی گوشے میں اپنی رونق اور آبادی کے اعتبار سے یکتا ہے۔ یوں تو پنجاب بھر میں پنجتنؑ کے ماننے والے ماشاءاللہ بکثرت ہیں مگر صوبے کے اس مرکزی شہر میں نسبتاً بہت زیادہ ہیں۔ شہر کے مختلف حصوں میں بڑے بڑے قدیمی امام باڑے ہیں اور کچھ زیر تعمیر بھی ہیں۔ میں نے صبح ہفتم سے شب یازدہم تک مجالس اور جلوسوں میں شرکت کی اور میں یہاں کی عزاداری سے بہت متاثر ہوا۔ اہل لاہور جس والہانہ عقیدت کے ساتھ مظلوم حسینؑ کی یاد تازہ کرتے ہیں وہ اس تاریخی شہر کی شایان شان ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ لکھنؤ اور دہلی کی طرح سے یہاں بھی تمام سال مجالس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خدا کرے کہ عزائے حسینی میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔

اس کو میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ جو اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے گزشتہ تین سال سے محرم پر لاہور تشریف نہ لا رہے تھے اس دفعہ موجود تھے آپ کے علاوہ مولانا محمد بشیر حسین صاحب فاتح ٹیکسلا بھی تشریف فرما تھے۔ دونوں حضرات نے ایک ایک دن میں کئی کئی مجالس پڑھیں اور پھر ایسی پڑھیں کہ سامعین کی روح تازہ ہوگئی۔

ساتویں محرم کو موزنگ سے علموں کا جلوس نکلتا ہے۔ جب مجھے اطلاع ملی تو میں وہاں پہونچا۔ جلوس نوحہ خوانی اور سینہ زنی کرتا ہوا تقریباً آدھی راہ طے کر چکا تھا۔ ڈھائی تین بجے کے قریب جلوس نے اسی جگہ پہونچ کر گشت ختم کیا جہاں سے برآمد ہوا تھا۔ بعد ازاں زیارت پڑھائی گئی اور لنگر تقسیم ہوا۔ نواب چوک اندرون موچی دروازہ دو امام باڑے جو تقریباً ایک ہی ساخت کے بنے ہوئے ہیں مبارک حویلی کے نام سے موسوم ہیں جن میں سے ایک میں نواب نوازش علی خاں قزلباش اور دوسرے میں نواب سر مظفر علی خاں قزلباش کے اہتمام

سے مجالس کا انعقاد ہوا کرتا ہے دونوں امام باڑوں میں ایک ہی وقت میں مجلسیں ہوتی ہیں۔ اس سال ایک میں حافظ صاحب نے اور دوسرے میں بشیر الملتہ نے مجلسیں پڑھیں۔ آٹھویں شب کو اس امام باڑہ کی مجلس کی جس میں حافظ صاحب مجلس پڑھتے تھے صبح ہشتم کو چوبرجی کے علاقہ میں مجلس کا اعلان تھا۔ دس بجے کے قریب وہاں پہونچا مجلس شروع ہو چکی تھی اور حافظ صاحب قبلہ موعظہ فرما رہے تھے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تک علم و عرفان کے دریا بہاتے رہے بعد کو اسی مقام سے جلوس علم برآمد ہوا اور چند گھنٹہ گشت کرنے کے بعد پھر وہیں پہونچ کر ختم ہو گیا۔ رات کو بیگم صاحبہ کے امام باڑہ گیا یہ امام باڑہ زیر تعمیر ہے مجالس کے لیے شامیانہ تان کر قناتیں چاروں طرف نصب کر دی گئی تھیں۔ حافظ صاحب ظلہٗ کئی گھنٹہ تک شہادت حسینؑ فلسفیانہ انداز میں بیان فرماتے رہے جس کو سامعین نے نہایت توجہ سے سنا اور بہت محظوظ ہوئے۔ یہاں کی مجلس کے فوراً بعد میں موچی دروازہ خواجگان کے امام باڑے آیا مجلس ہو رہی تھی سوزخوانی کے بعد ایک حنفی عالم نے کافی عرصہ تک تقریر کی جس میں انھوں نے ۱۰ ذی الحجہ اور ۱۰ محرم الحرام کی تاریخی قربانیوں کا تقابل کیا ان کے بعد سوامی کلجگا نند سے تقریر کرنے کو کہا گیا۔ یہ محب حسینؑ ہندوستان کی اچھوت قوم کے لیڈر ہیں۔ مجالس میں اکثر شریک ہوتے ہیں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں سیرت حسینؑ پر تقریر کی۔ اس ڈیڑھ دو گھنٹہ کے بعد تقدیم سمجھ میں کہ میں بیگم صاحبہ کے امام باڑہ

سے یہاں آیا اور سوزخوانی کی "فوراً" حضرات کی تقاریر سنیں حافظ صاحب ایک اور مجلس پڑھ کر یہاں تشریف لے آئے۔ شب نصف سے زیادہ گزر چکی تھی اور حافظ صاحب قبلہ صبح سے اس وقت تک چار مجالس پڑھ چکے تھے لیکن پھر بھی مومنین کے اصرار پر نعرہ ہائے حیدری کے درمیان پانچویں مجلس پڑھنے کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ روز عاشور جب کئی صحابی مرتبہ شہادت پر فائز ہو چکے تو ابوذر غفاری کے آزاد کردہ غلام حضرت جون آگے اور دست بستہ التماس کی کہ مولا آپ مجھے اجازت کیوں نہیں دیتے۔ کیا اس لیے کہ میں غلام ہوں۔ کیا اس لیے کہ میں حبشی ہوں یا کیا اس لیے کہ میرے پسینہ سے بو آتی ہے۔ امام عالی مقام جون کی اس گفتگو سے متاثر ہوئے اور انھیں بھی رن کی اجازت دے دی۔ مقتل سے جوں ہی جون کی آواز استغاثہ بلند ہوئی امام نے لبیک کہا۔ امام کے پہونچتے پہونچتے حضرت جون شہید ہو چکے تھے حالاں کہ لاشے اٹھاتے اٹھاتے امام بیکس تھک کر چور ہو گئے تھے مگر پھر بھی جون کا لاشہ خود قتل گاہ سے اسی طرح اٹھا کر لائے کہ جس طرح دوسرے عظیم المرتبت اور جلیل القدر صحابہ کا لائے تھے۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ امام حسینؑ نے اپنے اس عمل سے دنیا کو بتا دیا کہ ایمان و ایقان کے سامنے گورے کالے کا امتیاز ملکی کا غیر ملکی پر شرف ہیچ ہے۔ اور اونچ نیچ چھوت چھات اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔ حافظ صاحب آزردہ خستہ ہونے کی وجہ سے سلسلۂ بیان زیادہ دیر

تک جاری نہ رکھ سکے۔

نویں محرم کو آشیانہ میں مجلس ہوتی ہے۔ جس دن میں لاہور پہونچا تھا اسی دن سے اس مجلس کے متعلق مومنین کو ذکر کرتے سن رہا تھا۔ رات گئے سونے کی وجہ سے دن چڑھے آنکھ کھلی ضروریات سے فارغ ہو کر آشیانہ پہونچا۔ شہر سے کافی دور نہر میانمیر کے اس پار سر سید مراتب علی کی کوٹھی ہے اور یہی آشیانے کے نام سے موسوم ہے۔ کوٹھی کے احاطہ میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ آگے پیچھے دو کوٹھیاں ہیں اور ان دونوں کے درمیان جو کشادہ صحن ہے اس میں مجلس کا انتظام کیا گیا ہے۔ میرے پہونچنے سے قبل ہی مجلس شروع ہو گئی تھی۔ سوزخوانی کے بعد سوامی کلجگا نند نے تقریر کی آپ نے فرمایا کہ آج دنیا میں اشتراکیت کا زور ہے ہر شخص کارل مارکس اور لینن کے نظریات کی ورق گردانی کرتا نظر آتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اصل معنوں میں اشتراکیت وہ تھی جس پر حضرت علیؑ عمل پیرا رہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت فضہؑ چاندی بنانا جانتی تھیں اور اسی لیے آپ فضہؑ فضہؑ مشہور ہو گئیں ایک مرتبہ آپ نے چاندی تیار کی کہ حضرت علیؑ تشریف لے آئے آپ نے دریافت کیا کہ اے فضہؑ یہ کیا ہے جناب فضہؑ نے جواب دیا مولا یہ چاندی ہے جو میں نے تیار کی ہے حضرت علیؑ نے اسی وقت اپنے پیر سے زمین کو اشارہ کیا زمین یکایک شق ہوئی اور چاندی کی ایک دیگ نمودار ہوئی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے فضہؑ تم

نے دیکھا چاندی تو ہماری کھو کروں سے لگی پڑی ہے مگر ہم لوگوں کا مطمح نظر سیم و زر نہیں ۔ واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے سوامی نے فرمایا کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے جو یہ شعر فرمایا ہے ۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

تو اس سے مجھے اختلاف ہے اگر مرحوم حیات ہوتے تو شاگردانہ حیثیت سے یہ تصحیح پیش کرتا

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوگیا بس کربلا کے بعد

سوامی جی کی تقریر کے بعد حافظ صاحب قبلہ زیب دہ ممبر ہوئے اور کئی گھنٹہ فضائل و مصائب بیان فرماتے رہے ۔ بعد مجلس دستر خوان بچھنے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انواع و اقسام کے کھانے چن دیے گئے تمام پرسہ داران جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا نے شکم سیر ہوکر خوش ذائقہ اور لذیذ کھانے کھائے ۔ سید صاحب بالقابہ بنفس نفیس انتظام میں مشغول نظر آ رہے تھے ۔ اس محب اہلبیتؑ نے اس مہنگائی کے زمانے میں اپنی سالہا سال کی روش کے مطابق حسینی دستر خوان کو جس طرح جاری رکھا وہ صاحبان دولت و ثروت کے لیے قابل تقلید ہے ۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجلس سے قبل چائے نوشی کا انتظام بھی تھا ۔ اور چند سال قبل تو بانی مجلس کی طرف سے ہی سوگواران حسینؑ کو اطراف شہر سے بذریعہ موٹر لایا جاتا تھا لیکن دوران جنگ میں پٹرول نہ ملنے کی وجہ سے یہ انتظام مجبوراً ترک کرنا پڑا ۔

سہ پہر کو اندرون مغل حویلی ایک امام باڑہ میں مجلس کی ۔ یہاں کی مجلس کی خصوصیت یہ تھی کہ تمام مجلس شروع سے آخر تک بزبان فارسی پڑھی گئی ۔ شب عاشور مبارک حویلی پہونچا بشیر الملت ممبر پر رونق افروز تھے ۔ عزا خانہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ۔ آپ ڈیڑھ دو گھنٹہ مجلس پڑھتے رہے ۔ دوران بیان مصائب میں سامعین پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے ساختہ سینہ و سر پیٹنے لگے ۔ اسی وقت بشیر الملت نے جمیع اہل اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کربلا کے سانحۂ عظیم کے بعد ام المومنین جناب ام سلمہ نے رسولؐ خدا صلعم کو خواب میں پریشان حال دیکھا اور حضرت کا سر گرد آلود پایا ۔ پھر ضمناً آنحضرت کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے فی الواقعی مجھ ہی کو دیکھا ۔ بشیر الملت نے فرمایا کہ اکثر حضرات معترض ہیں کہ ہم حسنین کے مصائب پر کیوں پریشان ہوتے ہیں اور کیوں سینہ و سر پیٹتے ہیں ۔ یہاں میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ حدیث مذکور کی روشنی میں جناب ام سلمہ کے خواب پر اگر غور کیا جائے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ تاسی حضرت رسولؐ اکرم ہے ۔ ابھی سلسلۂ بیان جاری تھا کہ یکایک ذوالجناح برآمد ہوا اور یا حسینؑ شاہ حسینؑ کی صدائیں ملبند ہوگئیں ۔ صحن امام باڑہ میں حوض بنا ہوا ہے ذوالجناح کو اس کے گرد پھرایا گیا اور ماتمی اس کے پیچھے پیچھے سینہ و سر پیٹتے رہے ۔ کوئی دو بجے شب ذوالجناح امام باڑہ سے باہر آیا اور مختلف گلی کوچوں کا گشت کرتا ہوا ایک مسجد پہ پہونچا جہاں اس نے صبح تک قیام کیا ۔ نماز صبح کے بعد ذوالجناح پھر روانہ ہوا اور تقریباً آٹھ بجے صبح مبارک چوک پہونچا ۔ یہاں تھوڑی دیر زیارت کرنے کے بعد میں اپنی قیامگاہ واپس آگیا ضروریات سے فارغ ہوکر کچھ دیر آرام کیا اور پھر جلوس میں شرکت کے لیے نکل کھڑا ہوا ۔

سوا پہر دن چڑھے جلوس کشمیری بازار تک پہونچ چکا تھا ۔ میں نے بہت کوشش کی کہ راستہ بنا کر ماتمی دستوں تک پہونچ جاؤں مگر کثیر ازدحام کی وجہ سے نہیں پہونچ سکا ۔ آخر چکر کاٹ ۔ گلی کوچوں میں سے نکلتا ہوا وسط جلوس میں جا پہونچا ۔ لاہور کا یہ وہی عظیم الشان ذوالجناح تھا جس کی شہرت و مقبولیت سینکڑوں میل سے عاشقان حسینؑ کو کھینچ کر وہاں لے جاتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر حیثیت سے یہ جلوس بے نظیر ہے انتظام کے لیے حکومت کی طرف سے پولیس اور ہوم گارڈز کے جوان موجود تھے جو پوری مستعدی سے اپنا فرض انجام دے رہے تھے ان کے علاوہ انجمنوں کے رضا کار بھی تھے ۔ ہاں جو چیز مجھے پسند آئی اور جو میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں دیکھی تھی وہ یہ کہ ریڈ کراس اور سینٹ جون ایمبولنس کے رضا کار ہر ماتمی دستے کے ساتھ تھے تاکہ بوقت ضرورت طبی امداد پہونچا سکیں ۔ متعدد انجمنوں اور مختلف مقامات کے ماتمی دستے اپنے اپنے ڈھنگ سے ماتم کر رہے تھے اور اپنی اپنی طرز اور زبان میں نوحہ خوانی کرتے جاتے تھے ۔

ماتمیوں کا جوش ایمانی اور عقیدت عدیم المثال تھی۔ زنجیروں سے ماتم کرتے کرتے ان کے پشت اور سر و سینہ پھٹ چکے تھے لیکن اس پر بھی وہ ریڈ کراس اور سینٹ جون ایمبولنس کے رضاکاروں کی مرہم پٹی کی خدمات کو ہنستے ہوئے شکریہ کے ساتھ یہ کہہ کر رد کر دیتے تھے کہ ہمارے زخموں کے اندمال کے لیے تو اودی ہی کافی ہے۔ دو ڈھائی گھنٹہ جلوس کے ساتھ ـــــــ رہا اور اس دوران میں ہر ماتمی دستہ کے پاس گیا اور ماتم دیکھا۔ مقامی ماتمی طریقہ جو میری نظر میں آیا وہ یہ تھا کہ سارا ماتمی دستہ دستی ماتم کرتا تھا اور جو حسینی فدائی زنجیر کا ماتم کرنا چاہتا تھا صرف وہ زنجیر لے کر حلقہ میں آجاتا تھا۔ اپنے گرد و پیش سب کو ماتم کرتا دیکھ کر اس کے جوش میں اضافہ ہو جاتا اور وہ زنجیر سے ماتم کرنے لگتا تھا۔ اور چند ہی منٹ میں سر سے پیر تک خون میں نہا جاتا تھا اور ماتم کرتے کرتے یا تو وہ خود بے حال ہو جاتا تھا یا دوسرے آدمی اسے مجبور کر دیتے تھے کہ وہ اور ماتم نہ کرے۔

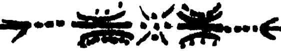
جلوس سے رخصت ہو کر میں مبارک حویلی کے دوسرے امام باڑے آیا مجلس ہو رہی تھی تھوڑی دیر بعد حافظ صاحب تشریف لے آئے لیکن آج کچھ اور ہی انداز تھا نہ تو جسم پر جبہ اور نہ سر پر عمامہ۔ مومنین نے حافظ صاحب کو اس حلیہ میں دیکھ کر گریہ شروع کر دیا۔ حافظ صاحب نے بہت اختصار سے کام لیا اور بس چند جملے مصائب کے پڑھے میں سمجھتا ہوں کہ آج ان چند جملوں کی بھی ضرورت نہ تھی صاحبانِ اولاد کے لیے روزِ عاشور کا تصور ہی کافی ہے۔ گریہ و بکا اور ہائے واویلا کی صداؤں میں ذوالجناح برآمد ہوا اور کافی دیر تک ماتم ہوتا رہا۔ تیسرے پہر میں پھر جلوسِ ذوالجناح میں شرکت کے لیے باہر نکلا اس وقت یہ جلوس کشمیری بازار۔ سوہا بازار اور ڈبی بازار ہوتا ہوا بھاٹی گیٹ پہونچ گیا تھا۔ اٹھارہ گھنٹے کا گشت کرنے کے بعد چھ بجے شام گامے شاہ آکر ختم ہوا۔ یہاں متعدد انجمنوں کی طرف سے چائے نوشی اور لنگر کا انتظام تھا۔ گامے شاہ کے مزار کی مناسبت سے یہ جگہ گامے شاہ مشہور ہے۔ اسے لاہور کی کربلا سمجھنا چاہیے۔ یہیں مجتہد محمد علی الحائری اعلی اللہ مقامہ اور شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد ابدی نیند سو رہے ہیں۔

یوں تو ہندستان کے تمام شہروں اور دیہاتوں میں دسویں محرم کو سبیلیں لگائی جاتی ہیں اور موسم کو ملحوظ رکھتے ہوئے چائے یا شربت تقسیم کیا جاتا ہے لیکن لاہور اس اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے شہر کے ہر حصہ میں سبیلیں لگائی جاتی ہیں اور بھاٹی گیٹ سے لے کر گامے شاہ تک تو بلا تخصیص مذہب و ملت تمام بڑے بڑے تاجروں کی سبیلیں ہوتی ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ بیک وقت دنیا اور دین دونوں کماتے ہیں بالفاظ دیگر سبیل لگا کر ایک تو وہ ثواب آخرت مہیا کرتے ہیں دوسرے لگے ہاتھ اپنی فرم یا کمپنی کا ایڈورٹائز بھی کر لیتے ہیں۔

گامے شاہ سے آکر میں اسی شب دہلی واپس لوٹ آیا۔ اس چار دن کے قلیل عرصہ قیام میں یہ میرے لیے ناممکن تھا کہ لاہور جیسے بڑے شہر کی تمام مجالس میں شریک ہوتا۔ لال حویلی میں جناب بشیر الملت روزانہ شام کو مجلس پڑھتے تھے اس میں کسی دن نہ جا سکا اس کے علاوہ مصری شاہ کے علاقہ بھی ایک دن نہ گیا۔

حسینؑ کی وجہ سے انسانیت قیامت تک باقی رہیگی

از مولانا مولوی سید زوار حسین صاحب نوگانوی صدر الافاضل ناظم دینیات نجف ہند جوگی پورہ



آغوش کائنات وسحر عالم میں ایک عرصہ دراز ہوست مدیسے بنی آدم اپنی حیات کو لیل ونہار مختلف صورتوں سے گزار رہے ہیں اور گزار گئے کچھ وہ ہیں جو آئے اور چلے گئے پیدا ہوئے اور مرگئے ابھرے اور ڈوب گئے زندگی کے ہاتھوں نے سنوارا سجایا موت کے ہاتھوں نے بگاڑ اٹھایا یہ طلوع وغروب کرنے والے آنے اور گزرنے والے دنیا میں کوئی ایسا نشان حیات چھوڑ کر نہ گئے جوان کو زندہ رکھنے کا کفیل اور ان کے دوام بقا کا ضامن ہوتا۔

بعض وہ ہیں جو مرنے کے بعد بھی زندہ ہے پر بھی باقی ان کے جسد تحت خاک ان کے نام پہلو نشتر آفتاب احیا دہم مفقودہ امنا لہم موجود وہ ان کا ذکر ہر محفل کی زینت ہر مجلس کی رونق ان کے تذکرے روح پرور ان کے افسانے حیات بخش وہ آنکھوں سے اوجھل ہونے پر بھی ہمارے سامنے سرمایہ داران حیات سے کہیں زائد نمایاں حیثیت اور ان سے بڑھ کر شخصیت رکھتے ہیں ان کے ذکر واذکار سے کون مجمع ہے جو زندہ نہیں کیا جاتا کون جلسہ ہے جس کو بیدار نہیں کیا جاتا کون ایسا دل ہے جس کو ان سے ہمدردی نہیں کون ایسا قلب ہے جس کو ان سے دلچسپی نہیں کون سی ایسی ذات ہے جس کو ان سے محبت نہیں کون سی ایسی فرد ہے جس کو ان سے الفت نہیں۔ دوستوں کو ان کے ذکر کے لیے یاد کیا جاتا ہے چاہنے والوں کو ان کے حالات سنانے کے لیے بلایا جاتا ہے ان کی محبت کے سامنے عزیز دل کو بھول جاتے ہیں ان کے غم کے سامنے اپنی مسرتوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں کیا کہنا اس زندگی کا جس کی وضاحت کے سامنے آفتاب بھی ماند نظر آتا ہے ہر مقام ہر محل پر جنگل ہو کہ صحرا ہو ہند ہو کہ سندھ امریکا ہو یا افریقہ اس طرح ان کا نام لیا جاتا ہے جیسے یہ نفوس یہیں کہیں ہیں۔ اور ضرور ہیں۔ ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے یہ ہمارا نقص نظر ہے چشمہ آفتاب را چہ گناہ۔

مٹانے والی دنیا کی اس نیک کمائی کو اس متاع انسانیت کو عالم کے راس البضاعت کو زمانے کی پونجی کو کیا مٹا سکتے ہیں جب کہ ان میں کا ہر ایک بندہ اپنے مٹنے ہی میں راز حیات مضمر سمجھے اور حصول مقصد میں اپنی زندگی ہی کو غلط انداز تصور کرے اور اپنے فنا ہونے ہی کو آغاز ادر حیات اور اپنی خاموشی ہی کو مستقل آواز قرار دے اس کا جینا ہی مرنے کے انتظار کے لیے ہو بقول شاعر

انتظار موت میں دن کاٹتا ہوں زیست کے
زندگی اب مرے مقصد میں غلط انداز ہے

ختم ہو جائے جہاں پر ساز وسامان حیات
بس وہیں سے مراد در زندگی آغاز ہے

یہاں پر سوال ہوتا ہے آخر یہ دوام بقا یہ ہمیشگی کی زندگی ان کو کیوں نصیب ہوئی وہ کیا کارنامے تھے جنھوں نے ان کو باقی رکھا اور دنیائے انسانیت کے فلک پر آفتاب ماہتاب بنے اور چمکے اس کا جواب مختصر یہ ہے کہ ان جان دینے والوں کے مقاصد ایسے محترم تھے جن کی قدر ہر انسان کرتا ہے اسی بناء پر جب محفل دنیا سے یہ خدا شناس نفوس اٹھ کر بزم قدس کی طرف روانہ ہوئے تو خدا پرست انسانیت کے قدر دانوں نے ان کے ظاہری فراق پر اس ہم وغم کا احساس کیا کہ دنیا ان کی نگاہوں میں اندھیر ہوگئی زمین سے آسمان تک غم کی

آبادیاں نظر آنے لگیں اثرات غم قلب زمین سے چشم فلک تک پہونچے آسمان سے سرخ بارش ہوئی زمین کا کلیجہ خون ہوگیا اس گزرنے والوں کا مقصد وہی تھا جو آپکی ذمہ داری کا مقصود ہر زمانے میں رہا، معرفت خالق اس کے احکام کی پیروی عزت انسانیت شرافت نفس سعادت آخرت دنیوی فلاحیت ان سب کو حیات جاوید بخشنا ان مرنے والوں ہی کا کام تھا اور یہی انسانی خدمات ہر وقت تمام امور سے اہم رہے ہیں اور رہبر انسانیت نواز حق پرست انصاف دوست کا مقصد اعلیٰ۔

مگر اس مقصد کا حصول ناممکن نظر آتا تھا اس لیے کہ خود حاکم وقت جامہ انسانیت سے باہر تھا فسق و فجور ظلم و جور بیدینی کفر شعاری پرستی میں مبتلا تھا بہرحال لوگ کیسے راہ حق صراط مستقیم پر چلتے الناس علی دین ملوکہم کوئی تو ایسا ہوتا جو اس صراط مستقیم کی بقا کو اپنی بقا پر ترجیح دے کر لوگوں پر واضح کر دیتا کہ دیکھو اس راہ انسانیت کی حفاظت مقدم ہے خواہ کیسے ہی شدائد و مصائب کو جھیلنا پڑے بقاء دوام اسی راستہ کے بچاؤ کے لیے جان دیدیتے ہیں اور اولاد کو قربان کر دینے میں مضمر ہے۔ اب یہاں دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔ یا حاکم کی بیعت کیجئے اور خدا شناسی و انسانیت کو ختم کر دیجئے یا اپنی حیات کو احکام الٰہیہ (جس کا صحیح مفہوم انسانیت سے ایک حد تک ادا ہو سکتا ہے) کی بقا کے لیے نثار کر دیجئے روح انسانیت کو اگر باقی رکھنا ہے تو اپنی عزیز زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حسینؑ نے دوسری شق کو اختیار فرما کر ختم ہو جانے والی انسانیت کو بچا لیا سخت سے سخت مصائب ناقابل تحمل شدائد کا مقابلہ کیا خدا شناسی شرافت انسانی کو زندہ رکھنے کے لیے سرکار سیدالشہداء نے بہتر گلے کٹوا دیے اور لاکھوں سے مقابلہ کر کے بتایا کہ اکثریت اگر انسانیت کے خلاف قدم اٹھائے گی تو اقلیت زور حق کے سہارے نہ ڈرے گی نہ دبے گی بلکہ فتح یاب ہوگی کامیاب ہوگی بلکہ باعث عزت انسانیت دوست حق پسند افراد کے لیے ایسے آڑے وقت میں جان دے دینا ہوگا۔

چنانچہ شب عاشور حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ انی رائیت القتل فی العز حیواۃ والعیش فی الذل قتل۔ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کلام امام۔ اے گروہ ناس میں باعزت موت میں اپنی زندگی اور ذلیل زندگی میں اپنی موت دیکھتا ہوں۔ مرنے جینے کا قاعدہ ایک جملہ میں بنا گئے یہی جملہ امام مظلوم کا صد دفتر نصیحت و ہدایت ہے انھوں نے یہ فرمایا کہ جس جینے کے لیے تم مرتے ہو کہ فاسق و فاجر بدکردار بدشعار کے کہنے کو تسلیم کر لیا جائے اس سے باعزت مرنا بہتر جس نے کس کے تواسے اور یہ اقدام جو ان پر بلحاظ منصب فرض ہو گیا تھا کیسے نہ فرماتے زمانہ وہ آگیا تھا کہ احکام خدا معطل تھے سنت رسولؐ کو بدلا جا رہا تھا۔ اس تبدیل کرنے کی خبر خود سرکار رسالت دے گئے تھے۔

اخرج الرویانی فی مسندہ عن ابی الدرداء سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۶ مطبع مجتبائی دہلی۔

رویانی نے اپنے مسند میں ابو درداء سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے پیغمبر کی زبانی سنا وہ فرماتے ہیں کہ میرے طریقہ کو بدلنے والا بنی امیہ میں پہلا شخص یزید ہوگا۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین (رواۃ مسلم) ارشاد نبوی ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا خدا اسے ڈرائے گا اور اس پر خدا کی ملائکہ کی تمام ناس کی لعنت ہے۔ بھلا اس مستحق لعنت کی وہ ذات کس طرح بیعت کرتی جس پر خدا و ملائکہ و تمام ارباب اسلام و ایمان صلوات و سلام بھیجتے ہوں۔ حسینؑ نے بیعت یزید نہ فرما کر حق و صداقت و سنت و شریعت رسولؐ کو قیامت تک باقی رکھ لیا راست کرداری صداقت شعاری انسانیت نوازی کا اپنی شہادت سے وہ جہان کا بچہ بچہ مرنے کی تمنا کرتا اور مائیں جو قوم کو زندہ رکھنے کی دعائیں کرتی ہیں وہ اپنے جگر پاروں کے مرنے کی منتیں مانگنے لگیں۔ دوبارہ جہالت رحمت فرمائی لہذا جتنے افراد خلق مجسم انسان کامل رسولؐ کے راستہ پر سنت نبی پر شریعت پیغمبر پر عمل کر کے جنت میں جانے کا دعویٰ کریں ان کو پہلے حسینؑ کے نام پر صلوات و سلام بھیجنا فرض کہ جن کے برعکس اقدام سے انسانیت آج زمانے میں موجود ہے ورنہ قیامت باقی رہتی

دو نوحے

(از ملا عبد المحسن اکمل سنبھلی کامل شاہجہانپوری سپرنٹنڈنٹ دار الاقامۃ السیفیہ [illegible])
(تلمیذ حضرت خبیر لکھنوی)

لاشِ سرور پہ زینب پکاری — اٹھو بھیا بہن تم پہ واری
کس نے سینہ پہ تلوار ماری — اٹھو بھیا بہن تم پہ واری
لکھا قسمت کا یہ پیش آیا — تم نے بہنوں کو یہ غم دکھایا
نیزہ مقتل میں سینہ پہ کھایا — اٹھو بھیا بہن تم پہ تم پہ واری
اٹھو صغریٰ کا قاصد ہے آیا — پیاری صغریٰ کا خط ہے وہ لایا
میرے بھیا تمہیں ہے بلایا — اٹھو بھیا بہن تم پہ واری
آگ خیمہ میں بھیا لگی ہے — ہائے عابد میں بیڑی پڑی ہے
لوٹنے فوج ہم کو کھڑی ہے — اٹھو بھیا بہن تم پہ واری
ہم پہ بھیا تباہی ہے آئی — کس طرح ہو ہماری رہائی
قید ہوتی ہے زہرا کی جائی — اٹھو بھیا بہن تم پہ واری
لے کے محمل باغ زہرا اجڑ کے — ہائے اب دشت پاک ہمیشہ
سوتے کیوں ہو تپتی زمیں پر — اٹھو بھیا بہن تم پہ واری
نوحہ کر ختم بس اب یہ اس جا — اکمل اب حشر ہوتا ہے برپا

بہنا یہ کہتی تھی رو رو کے دکھیا
اٹھو بھیا بہن تم پہ واری

بن کرتی تھیں بانو مضطر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
آؤ بلا لوں اے میرے دلبر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
صبر شبیر و خلق حسن تھا زہد زہرا تھا زورِ علی تھا
حسن میں تم تھے گویا پیمبر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
جب تم آئے تھے لینے کو رخصت خیمہ گہ میں بپا تھی قیامت
گہوارے میں روتا تھا اصغر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
رہ گئی میرے دل میں تمنا تم کو دولہا بنے بھی نہ دیکھا
دل ہے دردِ جدائی سے مضطر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
اے جوان مرد جانباز غازی فوجِ حق کے موذن نمازی
نیزے اعدا کے پڑتے تھے تجھ پر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
تیرا بابا جو رن کو سدھارا بے حیاؤں نے اس کو بھی مارا
اب ستاتے ہیں مجھ کو ستمگر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
ہم کو درّے لگاتے ہیں ظالم بن میں دربدر پھراتے ہیں ظالم
لے گئے چھین سر سے چادر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر
نوحہ بانو کا سن کے اکمل دل میں جلتی ہے اک غم کی مشعل
کہتی ہے جب وہ رو کے برابر ہائے کڑیل جواں میرے اکبر

نام حسین علیہ السلام

(از جناب سروش ملیح آبادی)

یہ ممکن ہے کہ نبض گردش ایام رک جائے
یہ ممکن ہے کہ گردوں خاک پر سجدے میں جھک جائے

یہ ممکن ہے قضا آئے عروس زندگی بن کر
یہ ممکن ہے لبوں پر بجلیاں آئیں ہنسی بن کر

ہے ممکن ہو گداز شمع پیدا قلب آہن میں
ہے ممکن آگ لگ جائے حسین شبنم کے دامن میں

ہے ممکن صبح دے خورشید شب کی رونمائی میں
ہے ممکن ماہ کا کنگن ہو ظلمت کی کلائی میں

یہ ممکن ہے کریں چیتے بھی گلوں کی نگہبانی
ہے ممکن بھیڑیوں کے فرق پر ہو تاج سلطانی

ہے ممکن اژدروں کا سینۂ دریا میں مسکن ہو
ہے ممکن مچھلیوں کا تنگ غاروں میں نشیمن ہو

یہ ممکن ہے کہ گردش چھوڑ دیں گردوں پہ سیارے
یہ ممکن ہے چمکنا چھوڑ دیں آکاش پر تارے

یہ ممکن ہے شب یلدا کے رخساروں سے ضو نکلے
ہے ممکن برف کے تودوں کی پیشانی سے لو نکلے

ہے ممکن ہو گل امید دشت نامرادی میں
ہے ممکن راگ کے چشمے بہیں اشکوں کی وادی میں

یہ ممکن ہے چلے فرمان دریائی سمندوں کا
یہ ممکن ہے زمیں پر راج ہو خونی درندوں کا

مگر ہے غیر ممکن چرخ چاہے خون برسائے
کہ دنیا سے حسین ابن علی کا نام مٹ جائے

شیرِ نیستانِ وفا

(از جناب سید علی عابد صاحب رضوی جون پوری مدرس جامعہ عربیہ ایمانیہ ناصریہ جون پور)

زیر نظر مقولہ تعرف الاشیاء باضدادھا یعنی ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے نور ظلمت سے حرارت برودت سے افادت و صلابت سے سفیدی بیاض سیاہی سواد سے محبت عداوت سے شجاعت جبن سے سخاوت بخل سے علم جہالت سے متانت و ذکاوت بلادت سے صباحت و ملاحت قباحت سے قناعت سے حرص سے یوں ہی اخوت و رفاقت بھی اس کے اضداد سے معلوم ہوگی واقعات عالم پر از آدم تا ایں دم تاریخی نظر ڈالتے ہوئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اخوت و الفت کا کیا حال رہا۔ اور یہی تلاش حقیقت و مجاز کے فرق کو بھی بخوبی واضح کر دے گی اولاً فہرست صحابیت و رفاقت شمع وفا لے کر دیکھ ڈالیے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ابھی صرف حضرت خاتم اور ان کے آل اطیاب کے اصحاب پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ وہاں صحابیت نے کیا رنگ بدلا اور کیسے کیسے روپ بنے خود کلمہ تو مواخی سنا رہا ہے کہ پیغمبر عربی سے لے کر تا جناب زبیر بجز مخصوصین رفقا و صحابہ کے اتنی سب اصحاب ایسے تھے کہ جنہوں نے اپنے مصاحب کی تباہی و ہلاکت کو طرۂ امتیاز سمجھا اور خود باعث فنا ہوئے اور یہی افعال ایسے تھے جن سے صحابیت نے عداوت کا جامہ پہنا اور مگر جہاں ایسے واقعات ملتے ہیں وہاں ایک نادر و یادگار روزگار واقعہ یہ بھی ملتا ہے کہ جن میں صحابیت محل صد نازش انبیاء ملائکہ ہی وہ واقعہ کربلا ہے کہ جہاں مقولہ الصحابی کالنجوم صحیح طور پر صادق آتا ہے دراصل وہ اصحاب باوفا مہر وفاداری کے نجوم تابندہ تھے انھیں سے مشعل ہدایت روشن ہوئی اور الی یوم القیامہ انھیں کی بدولت صحابیت لائق تذکرہ بنی۔ ذرا خیال وہ صحابی تھے کہ جو خود مٹ گئے مگر جیتے جی اپنے مصاحب کا دامن نہ چھوڑا۔ اور نہ آپ نے تا حیات اپنے مصاحب پر آنچ آنے دی ایسے ہی وفادار تو تھے کہ امام نازاں ہیں اور فرماتے ہیں لا اصحابی اوفی من اصحاب محمدؐ نیز آپ کا بارہواں لخت جگر سلام بھیج رہا ہے السلام علیکم یا انصار ابی عبد اللہ الحسین بابی انتم و امی طبتم و طابت الارض التی فیہا دفنتم جس طرح صحابیت کی تلاش فرمائی یوں ہی تاریخی سیر کرتے ہوئے اخوت و محبت کے افسانے بھی گذشتہ واقعات میں دیکھئے تو آپ کو سب اہم ترین نمونہ اخوت ہابیل و قابیل کا ہے کہ ایسی اخوت بھی مورد لعن تھی دوسرے برادران یوسف ہیں چنانچہ مطالعہ کتب تاریخ سے ملتا ہے کہ برادران یوسف نے مشورہ کیا کہ پدر بزرگوار یوسف کو بہت چاہتے ہیں اس کا علاج کرنا چاہیے آپس میں مشورہ ہونے لگا بعض نے کہا کہ باپ سے یوسف کو جدا کر دو بعض نے کہا قتل کر دو بعض نے کہا کنوئیں میں ڈال دو تا کہ کوئی مسافر اس کو آ کر نکال لے جائے گا اور ہمیشہ کے لیے باپ سے جدائی ہو جائے گی۔ اس کے بعد پدر بزرگوار ہم سے محبت فرمانے لگیں چنانچہ جب برادران یوسف کی رائے ایذا رسانی یوسف پر مستحکم ہو گئی تو وہ لوگ اپنے باپ کے پاس آئے مکر و فریب اور کہا کہ صحرا سرسبز و شاداب ہے ہم چاہتے ہیں کہ صحرا کی سیر ہیں لہٰذا یوسف کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے چوں کہ جناب یعقوب نے خواب دیکھا تھا کہ دس بھیڑیے جناب یوسف کے گرد ہیں اور ان پر حملہ کر رہے ہیں اور ان میں جو بڑا بھیڑیا ہے وہ مانع ہوتا ہے بالآخر زمین شگافتہ ہوتی ہے اور جناب یوسف اس میں غائب ہو جاتے ہیں اس خواب کی وجہ سے جناب یعقوب نے جواب دیا کہ تم لوگ جاؤ میرا دل یوسف کے بھیجنے پر راضی نہیں مبادا اس کو بھیڑیے کھا جائیں یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ زبردست جماعت رکھتے ہیں بھلا بھیڑیا کیونکر کھا سکتا ہے اس اصرار پر بھی جناب یعقوب تیار نہ ہوئے یہ جواب سن کر برادران یوسف جناب یوسف کے پاس آئے اور ان کو شوق سیر دلایا اور طرح طرح کھلونوں کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ صحرا میں پھول کھلے ہیں درختوں میں میوے لگے ہیں وہاں چل کر سبزہ زار اور پھولوں کی سیر کریں گے اور میوے کھائیں گے یہ سن کر جناب یوسف راضی ہوئے اور اپنے جانے پر اپنے باپ سے اصرار کیا۔ جب جناب یعقوب نے حضرت یوسف کو آمادہ پایا تو مجبوراً اور بدقت گوارا فرمایا اور ہر طرح سے جناب یوسف کو مزین فرمایا اور کھانا اور دودھ میں پانی اور شکر ملا کر ایک صراحی بھی ہمراہ کر دیا اور فرمایا کہ تم چلو شجرۃ الوداع کے نیچے ٹھہرنا میں بھی آتا ہوں۔ چنانچہ برادران یوسف مع جناب یوسف رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور شجرۃ الوداع کے نیچے آ کر ٹھہرے رہے کچھ دیر بعد جناب یعقوب وہاں پہنچے اور بہ ہزار جبر جناب یوسف کو وداع فرمایا جب برادران یوسف جناب یوسف کو کچھ دور لے کر پہنچے اور باپ کی

نظر سے بالکل او جھل ہو گئے بس فوراً جناب یوسف کو زمین پر ڈال دیا اور کہا کہ ہم تمہارا بوجھ کہاں تک اٹھائیں اپنے پیر سے چلو جناب یوسف نے فرمایا میرا کیا گناہ جو مجھے پیدل دوڑاتے ہو میرے بچپنے پر رحم کرو۔ انھوں نے کچھ نہ سنا اور طمانچہ رخسار مبارک جناب یوسف پر مارا اور اپنے آگے دوڑایا تھا۔ کہ جناب یوسف کی جوتیاں ٹوٹ گئیں آخر میں ان کو ننگے پاؤں کانٹوں پر دوڑایا کہ پیر زخمی ہو گئے اور بھاگتے بھاگتے تھک گئے بھوک و پیاس کی جب بھائی سے شکایت کرتے تھے ان میں سے کوئی طمانچہ مارتا کوئی لات مارتا کوئی کان ملتا تھا۔ آخر میں جو کچھ جناب یوسف کے ساتھ وہ واقعات ظاہر ہیں بوجہ طوالت ترک کرتا ہوں ایک اخوت جو ہم پایہ بہیمیت ہے جس کو سن کر بوگ انگشت بدندان رہ جاتے ہیں لیکن ایک اخوت وہ بھی کربلا میں ملتی ہے جس پر ہم غلاموں کی ساری بضاعت جانی و مالی نثار جس اخوت کی وفاداری کا ڈنکا آج کیا ابدالآباد تک بجتا رہے گا وہ کس کی اخوت جناب قمر بنی ہاشم روحی و ارواح المومنین لہ الفدا کہ جنھوں نے معیار اخوت کو اتنا بلند فرما دیا کہ اس مافوق درجہ کا تصور محال ہے۔ کیا کہنا اس اخوت کا کہ بھائی کو کبھی بھائی نہ سمجھا بلکہ ہمیشہ آقا کہا گو بھائی کو تمنا رہی کہ یہ وفادار بھائی مجھے بھائی کہہ کر پکارے مگر جب کہا تو آقا زندگی میں جو لحاظ عبدیت و مولائیت کا تھا۔ وہی بعد شہادت بھی رکھا بلکہ اب تک کیا قیام قیامت تک وہی تحفظ مراتب رہے گا۔ چنانچہ اب بھی روضات مقدسہ میں عبد و مولا کا نشان موجود ہے۔ عالم صغرسنی کی وفاداری کا حال صاحب سرور المومنین تحریر فرماتے ہیں ایک روز جناب سید الشہدا مسجد کوفہ میں رونق افروز تھے آپ نے قنبر سے فرمایا کہ ذرا پانی پلاؤ جناب ابوالفضل باوجود کمسنی یہ سن کر خود دوڑے اور ایک ظرف میں پانی بھر کر بمقتضائے سن طفلی سر پر رکھ کر لے چلے جلدی چلنے کی وجہ سے پانی چھلک چھلک کر آپ کے جسم اطہر پر و سر اقدس پر گرا البقیہ پانی جو بچ رہا وہ لے کر اپنے بھائی کی خدمت میں آ پہنچے جو ہیں امام مظلوم نے یہ اطاعت و فرمانبرداری دیکھی زار زار رونے لگے اور فرمایا کہ اس وقت میری نظروں میں معرکۂ کربلا آ گیا کہ جس طرح آج پانی لائے ہیں یوں ہی کربلا میں بھی سقہ بنیں گے اور تین روز کی بھوک و پیاس میں میرے اطفال کے لیے مشک بھر کر لائیں گے مگر وہ باوجود اشتیاق سے خیمہ تک نہ پہنچ سکیں گے آج پانی سے تر ہوتے ہیں اس دن اپنے خون میں نہائیں گے سر پر گرز کھائیں گے ہاتھ شانوں سے کٹائیں گے مگر مشک کا خیال رکھیں گے درحقیقت جیسا امام مظلوم نے فرمایا ویسا ہی اس شیر بہادر وفادار کو دکھایا خود پانی نہیں پیا مگر مشک بھر کر فرات سے چاہا کہ خیمہ تک پہونچ جائے اور مظلومہ بچی کی پیاس بجھ جائے مگر افسوس یہ حسرت پوری نہ ہوئی آخر کو اپنی جان آقا پر نثار کی۔ روحی فداہ یا مولائی ابی الفضل صلوٰت و سلامہ علیہم۔

"دو دوستوں کی بات چیت!"

بیباک ——— ماہلی

شریف سے ملتے ہوئے لطیف نے کہا۔ "گستاخی معاف! مجھے تو بہت افسوس ہے کہ آپ نے آبائی مذہب کو ترک کر دیا"

شریف۔ معافی کی کون سی بات ہے۔ اپنا اپنا خیال ہے ضرور آپ کو اس کا افسوس ہوگا کہ میں نے اپنے آبا و اجداد کے طریقہ کا لحاظ نہیں کیا حالانکہ اس کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی لیکن کیا کیا جائے۔

لطیف۔ کیا اس کے اصول آپ کے عقل و ضمیر کے خلاف تھے۔

شریف۔ اگر خلاف نہ ہوتے تو میں اسے ترک ہی کیوں کرتا۔

لطیف۔ بہر حال میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے آپ نے اس راستہ کو چھوڑ دیا۔

شریف۔ بھائی میں عرصہ سے ایک ایسے راستے کی تلاش میں عجیب پریشان پھرتا تھا کہ جس میں روحانیت ہو۔ مادیت نہ ہو جس کی بنا صداقت و راستبازی پر ہو۔ جہاں عملی اخلاق کی فراوانی ہو۔ اعمال صالح کی کمی نہ ہو جو نجات کی ذمہ داری صرف ایمان پر نہ رکھتا ہو بلکہ عمل صالح کو بھی نجات کے لیے ضروری قرار دیتا ہو جہاں مذہب کی عظمت و بزرگی کو عسکریت، ملوکیت اور تسخیر ممالک سے غرض نہ ہو زر و جواہر کے خزانے سے مطلب نہ ہو اور جہاں پہنچ کر اتحاد پر ہیز گاری کا نعمہ حل ہو جائے۔ عبد و معبود کا مشکل مرحلہ صاف ہو جائے اور ہر فعل تزکیہ نفس کے لیے کیا جائے۔

لطیف۔ تو کیا اسلام میں یہ باتیں نہیں ہیں۔

شریف۔ ہیں اور ضرور ہیں اگر اسلام میں یہ باتیں نہ ہوتیں تو اسلام ۲۳ برس کی قلیل مدت میں دوسرے مدعیان تہذیب و اخلاق کی گردنیں خم نہ کر دیتا اور لوگ بانی اسلام کی سروریت کے سامنے سر بسجود ہو جاتے۔

لطیف۔ پھر آپ نے ان سب باتوں کو سمجھتے ہوئے میرے خیال میں اسلام کو خیر باد کیوں کہہ دیا

تشریف ۔ معاذ اللہ! میں نے نہ اسلام چھوڑا نہ اس کے احکامات سے کنارہ کشی کی بلکہ مجھے جہاں سے حقیقی اسلام کا پتہ چل گیا وہیں سے اپنے طریقہ و راستہ کو بدل دیا۔

لطیف ۔ آپ کو حقیقی اسلام کا پتہ کہاں سے معلوم ہوا۔؟

تشریف ۔ کربلا کے میدان سے یعنی ۶۱ھ سے

لطیف ۔ کیا ۶۱ھ سے قبل اسلام نہ تھا

تشریف ۔ تھا مگر آنحضرت صلعم کے بعد سے آئینہ اسلام اس قدر مکدر ہوگیا تھا کہ عام نگاہیں اسلام کے اصلی خد و خال کو پہچان نہ سکیں اکثروں نے دھوکا کھایا کہ ان کے نزدیک مذہب دنیا طلبی کا ایک آلہ ہوگیا اور انھوں نے سمجھ لیا کہ جس مذہب کے قبضہ قدرت میں دنیا کی زیادہ زمین ہو۔ زیادہ لوگ ہوں وہی بہترین و بزرگ ترین مذہب ہے گویا مال دنیا پر زیادہ قبضہ حقانیت مذہب کی دلیل ہے چنانچہ اسی دنیا میں ایسے افراد بھی گزرے اور ممکن ہے اب بھی موجود ہوں جنھوں نے قرآن کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا اور اس کی جگہ سیاست و ڈپلومیسی (مکاری ۔ دغا بازی اور شرارت کے مہذب نام) کو دے دی اور سرے سے اسلام ہی کو (معاذ اللہ) حضرت محمد کا ڈھونگ کہنے و بتانے لگے

لطیف ۔ (گھبرا کر) میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

تشریف ۔ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں بالکل صحیح عرض کر رہا ہوں۔

لطیف ۔ آخر کسی ثبوت و دلیل سے یا اپنے واہمہ کی قوت پر؟

تشریف ۔ (مسکرا کر) واہمہ کیا؟ مذہب کی تلاش میں واہمہ کا کیا دخل ۔ وہاں تو عقل و شعور کی ضرورت ہے اور صبر و سکون کے ساتھ صحیح راستے کی تلاش کی ۔ رہی دلائل و ثبوت ۔ کیا میں نے بغیر دلیل و ثبوت کے اپنے اس آبائی راستے کو ترک کر دیا جسے آپ ازراہ ہمدردی دریافت کر رہے ہیں

لطیف ۔ خیر ذرا میں بھی تو آپ کے ان دلائل و ثبوت کو سنوں

تشریف ۔ شوق سے لیکن یہ تو فرمائیے کہ خدائے تعالیٰ نے جن و انس کو کس غرض سے پیدا کیا ہے

لطیف ۔ یہ کون سی چھپی ہوئی بات ہے ۔ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" گویا ہے کہ باری تعالیٰ نے جن و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں ۔

تشریف ۔ گویا مقصد پیدائش انسانی (یعنی معرفت) و اطاعت الٰہی یعنی اس کی اطاعت و فرمانبرداری ہے ۔

لطیف ۔ بیشک ۔

تشریف ۔ اب کہئے کہہ دوں کہ اسی معرفت و عبادت خدا کے تفصیلی احکام کا مجموعہ دین اسلام ہے اور دین اسلام کا لازم خود سے محبت رکھنا ہے۔

لطیف ۔ ضرور "ھل الدین الا الحب" سے ظاہر ہے کہ دین اسلام محبت کے سوا کسی دوسری چیز کا نام نہیں ۔

تشریف ۔ پس آپ اب مجھے بتائیے کہ دین اسلام کے رکھنے والے اس محبت خدا کے راستے پر کس روشنی پر چلیں اور معرفت و عبادت کا طریقہ کس سے سیکھیں؟

لطیف (تندی سے) سرور عالم محمد مصطفےٰ صلعم سے کیونکہ خدا نے تو خود کہہ دیا ہے کہ "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی" یعنی اے رسول ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو چنانچہ اس کے ظہور و انکشاف کے لیے حضور سرور عالم بیعت لیا کرتے تھے اور ان کے بعد خلفاء میں بھی یہی طریقہ برابر جاری رہا اور حضرت نے ارشاد بھی فرمایا کہ "من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ" یعنی جو شخص مر جائے اور اس کی گردن پر کسی رئیس مذہب کی بیعت نہ ہو اس کی موت کفر پر ہو گی جس کے راوی جناب عبداللہ حضرت عمر کے صاحبزادے ہیں ۔ اور آج تک یہ حدیث کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۹۵ کی سطر ۲ میں لکھی ہے۔

تشریف ۔ بہر حال ہماری اور آپ کی اس تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولاد آدم کی پیدائش کی غرض خدا کی معرفت و عبادت ہے اس کے تفصیلی احکام کے مجموعہ کا نام دین اسلام ہے ۔ اسلام کے دعویداروں کو رئیس اسلام کی اس کے قول و فعل میں پیروی اور اس کے ہاتھوں پر بیعت کرنا ضروری چیز ہے۔

لطیف ۔ بے شک مطلب ہے۔

تشریف ۔ بس بھائی لطیف اس بنا پر جب یزید تخت پر بیٹھا تو دینی سرداری کا دعویدار ہو کر اس نے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا کہ حسین سے میرے نام پر بیعت لے اور اگر انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر بھیج دے ۔ لہذا اب آپ ہی سوچ کر جواب دیجئے کہ یزید کی شخصیت دینی سرداری کے قابل تھی جو حسین علیہ السلام نواسہ رسول ہوتے ہوئے اس کی دینی سرداری تسلیم کر لیتے۔

لطیف ۔ (ایک گھری خاموشی و غور کے بعد) کیا یزید مسلمان اور مسلمانوں کا خلیفہ نہ تھا۔

تشریف ۔ یہ کون کہتا ہے کہ مسلمان نہ تھا ۔ معاویہ جیسے امیر شام کا بیٹا تھا ۔ ابوسفیان جیسے نامور سردار کفار قریش کا پوتا تھا ۔ ہندہ جیسی نقاب عورت کا خون (جو جناب حضرت حمزہ کا جگر تک کھانے سے نہ جھجکی) رگ و پے میں شامل تھا و غلبہ سے جور و ظلم کے دباؤ سے رسول اسلام کا جانشین یعنی خلیفہ بنا دیا گیا تھا ۔ سبزہ و شکار کا شائق تھا کفر و نفاق کا حامی تھا کتاب و سنت کا دشمن تھا نہ نماز پڑھتا تھا مگر شراب پی کر نکاح کرتا تھا ماؤں اور بہنوں سے ۔

غرض ان تمام خصائل کا مجموعہ تھا جو انسان کو حیوانیت کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں لیکن اخلاق کا اس قدر جری تھا کہ "شراب" کو پیتا تھا ۔ لیکن مخالف کو قتل کرتے وقت جھوٹے الزام نہیں لگاتا تھا اور اپنے کفر کو اسلام کا جامہ پہنانا نہیں سیکھا تھا اس نے بھرے دربار میں اپنے عقائد کا اظہار کر دیا

تھا۔ للعبت بنی ہاشم ما الملک والا
لاملک جاء و لا وحی منزل

جس سے کفر عریاں ہو کر میدان میں آگیا تھا۔ اب آپ اسے خواہ خلیفہ سمجھیں یا مسلمان۔ میں تو یہی سمجھنے پر مجبور ہوں کہ اس نے مسند خلافت پر بیٹھ کر حسین کو بیعت کا چیلنج نہیں دیا اسلام کو چیلنج دیا کہ اسلام رسول یزید کے اقوال و افعال کی بیعت کرلے۔ آپ بتائیے کہ ایسی صورت میں حسین کیا کرتے ان کے سامنے تو دو ہی راستے کھلے ہوئے تھے ذلت کی زندگی یا عزت کی موت"

لطیف۔ (غور کے بعد) بیشک ایسی صورت میں اگر حسین بیعت یزید کرلیتے تو یقینی اسلام ختم ہوجاتا اور مسلمانوں کا انجام خراب ہوجاتا ہرگز ہرگز یزید کی شخصیت اس قابل نہ تھی

شمس لطیف۔ چنانچہ یہی حسین علیہ السلام نے کیا کہ ۶۱ھ میں مع بہتر عزیز و اقارب و انصار کے کربلا کے میدان میں تین دن کے بھوکے پیاسے بلا خوف و حزن اور ملال کے اسلام کی خاطر گلا کٹوا دیا اور حق کو باطل سے اسلام کو کفر سے علیٰحدہ کر دیا۔

جس کا اعتراف درویشوں کے سرتاج معین الدین صاحب اجمیری اپنی مشہور رباعی میں یوں کرتے ہیں۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دین است حسین، دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

لطیف۔ اللہ اکبر میں آج تک اس راز سے واقف نہ ہوا۔ مجھے تو یہی بتایا گیا تھا کہ یزید خلیفہ تھا حسین نے اس کی بیعت سے انکار کیا اور برسر پیکار ہوئے۔ مارے گئے۔ اب آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ یزید ملعون، مردود، بدکار و شراب خوار عدوئے خاندان پیغمبر تھا۔ اور اسلام کو مٹا دینا چاہتا تھا۔

شمس لطیف۔ بھائی۔ یہ میرا بیان نہیں ہے۔ بلکہ ان باتوں کا ایک ہلکا سا خاکہ ہے جو مذہبی تاریخوں میں یزید کی شخصیت کے متعلق لکھی ہیں۔

لطیف۔ کیا اس کی شخصیت کے متعلق اور بھی لکھا ہے؟

شمس لطیف۔ ہاں لکھا ہے کہ خدا نے یزید پر لعنت کی کیونکہ قتل حسین سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں ہوسکتا اور فساد کرنے والوں پر خدا سورۂ محمد پ ۲۶ آیت ۲۵-۲۶-۲۷ میں لعنت بھیج رہا ہے (صواعق محرقہ ص ۱۳۲ چھاپہ مصر)

رسول نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے پہلے شخص میرے دین کو بدلے گا وہ ایک شخص بنی امیہ میں سے ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔ (تاریخ الخلفاء ذکر یزید چھاپہ مجیدی کانپور)

صحابی رسول یزید کے پاس جب جایا کرتے تھے تو ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ہم لوگوں پر آسمان سے پتھر نہ برسے کیونکہ یزید اپنی سوتیلی ماؤں اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ منھ کالا کرتا تھا۔ شرابی تھا۔ نماز نہیں پڑھتا تھا (صواعق محرقہ ص ۱۳۲ و تاریخ الخلفاء ص ۱۴۶) عبداللہ ابن حنظلہ صحابی رسول راوی ہیں (جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا)۔

تابعین صحابہ میں سے حسن بصری کہتے ہیں کہ یزید نے مدینہ میں بہت سے صحابہ کو قتل کرایا۔ مدینہ لٹوایا اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کو بے عزت کرایا کیونکہ جب اس کے بے حد گناہ کی خبر اہل مدینہ کو ملی تو انھوں نے اس کی بیعت توڑ دی تھی۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۲ و تاریخ الخلفاء ص ۱۴۶)

علمائے اسلام میں سے امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ ص ۱۳۲ میں لکھتے ہیں کہ یزید نے مدینہ میں فساد عظیم برپا کیا بہت سے لوگوں کو قتل کرایا باقی ماندہ لوگوں کو قید کیا۔ اہل مدینہ کی جان۔ عزت و مال کو تین دن تک اپنی فوج پر حلال کردیا۔ تین صحابی رسول مارے گئے۔ سات سو قاری قرآن مارے گئے یعنی۔ مسجد نبوی میں کوئی شخص نماز کے لیے نہیں جاسکتا تھا۔ یہاں تک کہ اس میں کتے اور بھیڑیے جا کر منبر رسول پر پیشاب کرنے لگے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۲)

یزید نے سر حسین دیکھ کر جو اشعار پڑھے تھے ان میں سے آخری شعر کا مضمون یہ ہے کہ "احمد پر نہ تو آسمان سے کوئی خبر آئی تھی نہ وحی اتری تھی" اور یہ کلام صاف کفر تھے (وسیلۃ النجاۃ ص ۲۹۹ و صواعق محرقہ ص ۱۳۱)

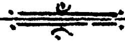
اس کے علاوہ ارجح المطالب کے ص ۲۹۴ ینابیع المودۃ کے ص ۳۰۲ و صواعق محرقہ کے ص ۱۱۵ پر لکھا ہے کہ حضرت کی شہادت کے بعد چند اشعار پڑھتے ہوئے سنے گئے جن کا پڑھنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا ان اشعار کا مضمون یہ تھا "اے قتل کرنے والو حسین کو جہالت سے تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو اور آسمان کے رہنے والے انبیاء۔ فرشتے۔ شہدا سب تمہارے حق میں بد دعا کررہے ہیں۔ اور تم پر لعنت کررہے ہیں حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ۔

لطیف۔ (بات کاٹ کر) بس بھائی شمس لطیف بس مجھے اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ اگر حسین شہید نہ ہوتے تو اسلام ہرگز ہرگز نہ بچتا بلکہ نہر فرات میں ڈوب جاتا۔ شاہ صاحب نے سب کا اصلی مفہوم اپنی رباعی کے آخری مصرعے میں ظاہر کردیا ہے [illegible]۔ میرا اصل نظریہ اٹھا۔

شمس لطیف۔ میں انھیں باتوں پر غور و خوض کرکے میں نے اپنے آبائی طریقہ کو ترک کردیا۔ اور اس اسلام کو اختیار کرلیا جسے حسین علیہ السلام نے جان دے کر ۶۱ھ میں کربلا کے میدان میں یزید بدنہاد کی فرعونیت سے بچایا۔ اب آپ کو اختیار ہے خواہ آپ یزید کی دنیا سرداری کو قبول کریں یا اس راستہ کو اختیار کریں۔ جو حسین علیہ السلام نے ۶۱ھ میں دکھلایا۔

حسینی انقلاب

(از جناب زاہد جعفری مالیر کوٹلوی)



آچکا ہے دہر میں ایسا بھی اک دور زبوں
ہوگیا تھا کارگر انساں پہ دولت کا فسوں
تھا غرض مذہب میں جائز نوع انسانی کا خوں
عیش و عشرت عام تھی دنیا پہ طاری تھا جنوں
بندۂ حرص و ہوس سرتا بپا انسان تھا
ملتیں مغموم تھیں سارا جہاں حیران تھا

وقت کا راعی جو تھا وہ زانی و میخوار تھا
خلق سے ناآشنا مذہب سے وہ بیزار تھا
الغرض بدبخت، بدانجام، بدکردار تھا
نیک بندوں سے ہمیشہ درپئے آزار تھا
جام و مینا میں تھا اس کے آہ مزدوروں کا خوں
کانپ اٹھا تھا ستم پر اس کے چرخ نیلگوں

دیکھ کر یہ حال اٹھا ایک مرد حق شناس
جس کو ہر اک سانس میں تھا ملت بیضا کا پاس
اڑ گئے باطل کے جس کے سامنے ہوش و حواس
بربریت تھرتھرائی ظلم پہ چھایا ہراس
ظلم کے بانی ستمگر ٹھوکریں کھانے لگے
سانس اطمینان کے انسان کو آنے لگے

ملتیں زندہ ہوئیں پھر خوبی تقدیر سے
ظلمتیں مٹنے لگیں اخلاق کی تنویر سے
ایک عالم کانپ اٹھا نعرۂ تکبیر سے
گردن باطل کٹی اسلام کی شمشیر سے
ظلمتوں میں ضوفگن جو شمع تنویر تھے
یاد ہے اے چرخ کجرفتار وہ شبیرؑ تھے

آپ ہی کے دم سے انساں کو ملا امن و اماں
ساری دنیا ہوگئی روشن چمک اٹھا جہاں
ملت بیضا کا مقصد پاگئے پیر و جواں
ظلم کے بادل چھٹے باطل ہوا گریہ کناں
کفر کے پنجہ سے آزادی ملی ایمان کو
دولت دارین حاصل ہوگئی انسان کو

خود فنا ہوکر جلایا مذہب اسلام کو
سرنگوں جس نے کیا آفاق میں اصنام کو
توڑ ڈالا گمرہی کی تیغ خوں آشام کو
مٹ کے خود زندہ کیا اللہ کے پیغام کو
جان دے کر ملت بیضا پہ احساں کر گئے
پربہار اپنے لہو سے کشت ایماں کر گئے



قصبہ سادات جارچہ ضلع بلند شہر کے

مداحان اہلبیت

ساداتی نقطۂ نظر سے ہندوستان کی دو بستیوں کو میں خاص طور پر قابل ذکر سمجھتا ہوں ایک عروج میں عدیم المثال۔ دوسری تباہی میں۔ حالاں کہ دونوں مقامات کی زمین اور آب و ہوا مردم خیز رہی ہے۔ لیکن بلگرام روبہ ترقی رہی اور سرزمین جارچہ روبہ تنزل ہی حالانکہ جارچہ میں مولوی قاری سید جعفر علی صاحب قبلہ مرحوم اور شمس العلماء مولوی قاری سید عباس حسین صاحب قبلہ جیسے عدیم المثال۔ علماء اور حکیم سید محمد طاہر و حکیم سید علمدار حسین صاحب جیسے اطبائے حاذق اور ڈاکٹر سید حامد حسین و ڈاکٹر سید اشتیاق حسین صاحب وغیرہم جیسے ڈاکٹر گذرے اور حضرت بیاںؔ و جناب عیاںؔ مرحوم جیسے شاعر۔ لیکن آج کوئی یہ بھی بتانے والا نہیں کہ یہ حضرات کب پیدا ہوئے اور کب وفات پائی

جارچہ کی سب سے بڑی تباہی و بربادی کا سبب سادات جارچہ کی سرزمین وطن سے روگردانی ہے۔ چنانچہ بیسوں خاندان اطراف ہند و بیرون جات میں ایسے جا کر بسے پھر جارچہ کی طرف رخ کرنا بھی نہ کی۔ بعض خاندان کے افراد اپنے کو جارچوی لکھنا بھی اپنی توہین سمجھے اور تا ہنوز کچھ ایسی محمود ہستیاں موجود ہیں ایسے حضرات جو باہر جا کر جہاں ذرا سا عروج ہوا۔ انھوں نے قطعی طور پر یہ سمجھ لیا کہ ہمارا ترک سکونت وطن ہی اقبال مندی کا باعث ہے۔ اور مادر وطن اور اس کے حقوق کو بہت جلد بھول گئے چنانچہ

ابھی میرے بہت سے عزیز اور بزرگ اس خیال کے موجود ہیں۔ اس ذہنیت کی ابتدا غالباً میرے دادا مرحوم کے خالہ زاد بھائی میر گوہر علی خلف سید کرامت علی صاحب سے ہوئی چنانچہ ان کے فخر خاندان فرزند جناب سید محمد مرتضیٰ صاحب بیاںؔ یزدانی مرحوم دہلوی ان کے پوتے سید ضیاء الاسلام صاحب عیاںؔ مرحوم نے تادم مرگ اپنے کو میرٹھی لکھا حالانکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ جو شخص جس شے سے بیزاری اختیار کرتا ہے وہ شے اس سے بھی زیادہ اس شخص سے بیزار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو چھوڑ دیتا ہے نماز بھی اس کو چھوڑ دیتی ہے۔

یہ کتنا عبرتناک مقام ہے کہ جن میر گوہر علی اور ان کے فرزند بیاںؔ مرحوم کا میرٹھ میں طوطی بولتا تھا۔ آج میرٹھ میں ان کی قبر کوئی فاتحہ پڑھنے والا بھی نہیں میر صاحب قبلہ مرحوم کے آٹھ فرزند ہوئے اور سب لائق و فائق لیکن کوئی کہیں چلا گیا اور کوئی کہیں آج اگر ان بزرگوں کے مزار جارچہ میں ہوتے تو کبھی تو کوئی نہ کوئی ثواب فاتحہ پہونچا دیتا میر صاحب مرحوم کے خاندان کے بہت سے معزز افراد۔ اب بھی ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن وہ میرٹھ اگر شاید پوچھتے ہی پھریں گے کہ بیاںؔ صاحب کی قبر کہاں اور کون سی ہے اور اس کا پتہ و نشان بھی کوئی جارچہ ہی کا فرد بتائے گا اگر بتا سکا۔

دنیا اور ارباب دنیا نظر تا کچھ منفعت اور شہرت پسند واقع ہوئے ہیں جن ایام میں میرے ایک عزیز نے وظیفہ سادات ... کا جوبلی نمبر بڑی کاوش سے شائع کیا تھا یہ چاہتے تھے مشاہیر شیعہ قوم کی لائف مجتمع کر کے شائع کرانا چاہتے تھے۔ میں نے ان کو لکھا تھا کہ ابھی جارچہ میں کچھ ایسے چراغ ٹمٹماتے ہیں جو آخری لو دے کر خاموش ہونے والے ہیں کچھ ان سے کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے بہم کر کے جارچہ کی تاریخ اور اولو العزم مشاہیر وطن لکھ ڈالو تو ثواب بھی ہوگا اور تمھاری یادگار بھی قائم رہے گی۔ لیکن

کون سنتا ہے فغان درویش

عرصہ ہوا کہ سنہ ۱۶ یا سنہ گذشتہ میں میرے عزیز محترم مولوی سید ابن حسن صاحب نے اثنا عشری دہلی کی دو قسطوں میں جارچہ کے کچھ مجمل حالات حوالۂ قرطاس کئے تھے لیکن اب شاید وہ پرچے بھی کہیں نہ ملیں گے چہ جائیکہ کوئی مولوی قاری سید جعفر علی صاحب قبلہ مرحوم جیسے حضرات کے سوانح حیات لکھتا۔ غالب مرحوم کو اسکا اچھا یک دے کہ حرف نکلے ایک دو واقعہ میں مولوی جعفر علی صاحب قبلہ مرحوم کا ذکر ہے اور حکیم سید علمدار حسین صاحب مرحوم کا تذکرہ ایک مجربات حکمت میں ہے جس میں ان کو بلند شہر کا لکھا ہے البتہ حکیم سید زاہد حسین مرحوم جارچوی کی تصنیف البتہ ضرور ہندوستان کے علاوہ عرب تک پہونچی۔ اب بھی اطراف عالم سے کبھی کبھی اس کی طلبی کے خطوط جارچہ میں آجاتے ہیں لیکن اب خاندان میں کوئی اس کتاب کا چھپوانے والا نہ رہا

بہرحال تاریخ بھی ایک ایسی شے ہے جو مردہ قوموں میں روح زندگی پہونچاتی ہے اگر کسی اہل وطن کے دل میں وطن کا درد ہو

مجھے جارچہ کے ان مداحان اہلبیت کو روشناس کرانا ہے جنھوں نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے لیکن اطراف ملک میں تو کیا خود جارچہ والے ہی ان کو نہ جان سکے اور اس سلسلہ میں یہاں صاحب اور حکیم سید عابد حسین و حکیم سید زاہد حسین و قانونگو سید محمد صاحب و منشی سید شفقت حسین صاحب و ٹھیکیدار سید عوض علی صاحب جوہر و منشی سید محمد ذکی صاحب ذکی اور مولوی سید ... حسین صاحب طوبیٰ مرحومین اور بابو سید محمد الیاس صاحب و عزیزی سید منظر حسین صاحب منظر زندہ جاوید کا ذکر کرنا ہے اور سب سے پہلے منشی محمد ذکی صاحب ذکی قبلہ مرحوم کا تذکرہ مقصود ہے منشی سید محمد ذکی صاحب قبلہ ذکی مرحوم خلف حکیم سید محمد تقی صاحب خلف سجاد سید برکت علی صاحب متصل چھوٹی مسجد۔ جارچہ کے رہنے والے تھے آپ کا سن پیدائش تو مجھکو معلوم نہیں لیکن تقریباً چھیاسٹھ سال کی عمر پاکر سنہ ۱۹۴۶ء میں بمقام دہلی آپ نے وفات پائی اور درگاہ سید حسن میں سپرد خاک ہوئے۔ اوائل شباب کا زمانہ آپ کا بہ ملازمت پولیس جھانسی میں گذرا اور سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عالمگیر میں بحیثیت ایک کلرک عراق وغیرہ بھیجے گئے جہاں زیارات سے مشرف ہوئے واپسی پر گورنمنٹ آف انڈیا کے دفتر میں دفتری رہے۔ اردو ہندی۔ فارسی اور انگریزی کی پوری استعداد رکھتے تھے اور ہر زبان کی تحریر بہت مستعلیق تھی سوزخوانی کے خوب ماہر تھے۔ مجھے مرحوم کی شب عاشور کی ایک مجلس کی سوزخوانی جو شمس العلماء قاری سید عباس حسین صاحب نایاب مرحوم پروفیسر علی گڈھ کالج۔ کی حویلی سنہ ۱۹۲۱ء میں فرمائی تھی آج تک یاد ہے اور یاد رہے گی اب نہ جارچہ میں وہ پڑھنے والے ہی رہے نہ ویسے سامعین۔ مرثیہ اور سلام خوب کہے ہیں اور متعدد کہے ہیں ... الفظ میں زیادہ تر اپنا کلام پڑھتے تھے پہلا ... رہا بابت نظم و نثر مخلوط ... مذہبیہ

صاحب مرحوم کی جان مجلس تھے۔ خوب لکھتے اور خوب پڑھتے تھے۔ آواز میں ایک خاص درد تھا جو سوزخوانی اور تحت اللفظ خوانی میں یکساں کاٹ کرتا تھا مرحوم کی کوئی مجلس میں نے تامل کا رسے خالی نہ دیکھی۔ ذکی صاحب کا کلام اگر ان کے لائق اور ہونہار فرزند عزیزم بابو محمد رفیع صاحب مرتب اور یکجا کر کے شائع کرا دیں تو بمقابلہ دبیر صاحب مرحوم کے متین و مختصر اور سبکی ہونے کی حیثیت سے کہیں زیادہ مقبول ہوگا۔ لیکن نہ معلوم گذشتہ اگست و ستمبر کی افتاد دہلی میں وہ کس قدر رفیع صاحب کے ساتھ کراچی جا سکا۔ مرحوم نے باوجود شاید بھی تغزل کی طرف رغبت کی ہے جو بھی کہا وہ عاقبت بینی پر مبنی اور بغرض ایصال ثواب اور قادر الکلامی کا یہ عالم تھا کہ مرزا داغ مرحوم ایک عشقیہ غزل کا مطلع لکھتے ہیں۔

جب اس کے مقابل مرے داغ جگر آئے
خورشید قیامت کو بھی تارے نظر آئے

تا کبھی اس میں کوئی بھی پہلو مرثیت کا ہے لیکن ذکی صاحب مرزا داغ سے یہ مطلع چھین لیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

سجاد حزیں قید سے جب چھوٹ کر آئے
سب اہل وطن پرسہ کو باہم نکل آئے
عابد نے یہ رو کر کہا اور اشک بھر آئے
جب اس کے مقابل مرے داغ جگر آئے
خورشید قیامت کو بھی تارے نظر آئے

مرزا داغ دوسرا شعر کہتے ہیں۔

کشتہ کو مرے کس نے دوبارہ کیا زندہ
کیا چرخ چہارم سے مسیحا اتر آئے

حضرت ذکی مرحوم کی بلند خیالی ملاحظہ ہو۔

اک لاش پہ جب رن میں قدم جب کیا رکھبہ
فرمانے لگا تم اُسے مرحب کا کشندہ
گویا ہوا حیدر اٹھ کے وہ جوں برق تہند
کشتہ کو مرے کس نے دوبارہ کیا زندہ
کیا چرخ چہارم سے مسیحا اتر آئے

پھر مرزا داغ فرماتے ہیں۔

حوروں سے ملالیں ابھی اس شوخ کی صورت
اک دم کو اگر عرش سے جنت اتر آئے۔

دیکھیے مرزا صاحب نے لفظ شوخ لکھ کر کہیں بھی کوئی پہلو مرثیت کے لیے نہیں چھوڑا۔
مگر ذکی صاحب مرحوم کہتے ہیں۔

انصار نے سر کی جو ہیں اقلیم سعادت
اور نشی نظر کی دولہن بن کے شہادت
دیکھا تو لگے کہنے یہ ارباب طریقت
حوروں سے ملالیں ابھی اس شوخ کی صورت
اک دم کو اگر عرش سے جنت اتر آئے

اور سنیے مرزا داغ کہتے ہیں

کس شان سے فرماتے ہیں یوں تول کے شمشیر
جان بازی کا دعویٰ ہو جسے وہ ادھر آئے

ذکی صاحب مرحوم اس تغزل کو رجز بنا دیتے ہیں کہتے ہیں

تحت سل خورشید امامت مہ تنویر
ہم شکل رسول عربی اکبر دلگیر
ہنگام رجز رو برو ئے فرقہ بے پیر
کس شان سے فرماتے ہیں یوں تول کے شمشیر
جان بازی کا دعویٰ ہو جسے وہ ادھر آئے

کا تذکرہ مع کچھ کلام کے ہوگا۔ اس کے بعد انشاءاللہ خواتین جارچہ کی مدح سرائے اہلبیت

خاک نشین فرحت رضوی

نام ہے۔ انسانیت کے خوشنما جواہر ان کے پاس نہ تھے۔ ماننا پڑتا ہے کہ حسینی شخصیت ان سب سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔

کربلا کی جنگ میں دنیا جانتی ہے کہ فوج یزید میں بڑے بڑے جنرل تھے۔ مگر آج ان کے ناموں پہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ انسانیت کے انمول جواہر میں سے ایک بھی اُن کے پاس نہیں تھا۔

ایک مرتبہ ابن سعد جس وقت حسین علیہ السلام سے کچھ گفتگو مصالحت کر رہا تھا اور فوجوں کے غل سے کان پھٹے جاتے تھے اُس وقت حسین نے فرمایا کہ اے ابن سعد۔ ان لوگوں کو خاموش کر دے تاکہ بات چیت میں سہولت ہو سکے چنانچہ اس کے حکم سے فوج پر خاموشی طاری ہوگئی اور کیوں نہ ہوتی وہ فوج کا مالک تھا افسر تھا، سب ہی کچھ تھا۔ مگر اونٹوں اور گھوڑوں کا شور و غل برابر جاری تھا۔ حسین نے کہا کہ اے ابن سعد۔ ان جانوروں کو بھی خاموش کر دے۔ یقیناً جواب نفی میں ہونا چاہیئے تھا ان کا خاموش کر دینا ابن سعد کے بس کی بات نہ تھی۔

آخرکار حسین نے ایک حسرت و یاس سے بھری ہوئی نظر ان پر ڈالی اور مکمل طور سے سناٹا چھا گیا ممکن ہے اس کو دور جدید میں مضحکہ خیز اور خلاف عقل ٹھہرایا جائے لیکن اگر انسان انسانیت کے جواہر کا مالک ہے تو دنیا کی ہر چیز اس کے تابع فرمان ہو جاتی ہے۔ جہاں چنگیز خاں و ظفر خاں ایسے بہادر جرنلوں کے نام سن کر گھوڑے سہم جاتے تھے وہاں کیا حسین کی حسرت و یاس و مظلومی کو دیکھ کر جانور خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔

یزیدی افواج میں سیاست داں تھے، شجاع تھے، اپنے زمانہ کے رستم تھے، ہر قسم کے لوگ تھے مگر انسان نہ تھے۔ انسانیت تو حسین اور ان کے رفقاء میں ساری دنیا سے سمٹ کر سرایت کر گئی تھی۔

لوگوں کا ایک اور اعتراض ہے کہ جس وقت حسین کو حر نے ایک مختصر فوج سے راستہ میں روکا اس وقت حسین کے رفقاء کافی تھے اور اگر چاہتے تو اس مختصر فوج کو زیر کر لیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حسین اس فوج کو زیر کر لیتے تو اس کے بعد کیا ہوتا؟ کیا اس وقت یزید کی حکومت دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر پھیلی ہوئی نہیں تھی؟ کیا وہ تمام ممالک اسلامی کا خلیفۃ المسلمین بنا ہوا نہیں بیٹھا تھا۔ دوسری فوج پھر حسین کے مقابلہ میں نہیں آسکتی تھی؟ آسکتی تھی اور ضرور آتی حسین نے انسانیت کو وہاں بھی مدنظر رکھا، اور یہ ظاہر کر دیا کہ تم ہمارے دشمن ہو، ہمارا راستہ روک رہے ہو مگر ہم تم سب انسان ہیں دنیا کی تواریخ گواہ ہیں کہ حسین نے حر اور اس کے لشکر کے ساتھ کس طرح انسانیت کا برتاؤ کیا جو ایک انسان کا دوسرے انسان پر فرض ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر حسین نے کیا اور صحیح عرض کروں رسولؐ کی غارِ حرا کی خاموشی و تنہائی کی ذوالفقار نے جو کام کیا اسلام میں کیا وہی فاطمہؑ کی چادر نے یہودی کے گھر میں رہ کر کیا اور وہی حسین کی انسانیت نے کربلا میں کام کیا اُس طرف رسول و علی و فاطمہ کے بنائے ہوئے مسلمان پھیلے اور ادھر کربلا میں ایک ایسا دشمن جو حسین کو کربلا میں گھیر کر لایا تھا۔ دوست و شفیق و مددگار و جاں نثار نظر آ رہا ہے مجھے کہنے کی اجازت دیجیئے کہ رسول و علی و فاطمہ کے بنائے ہوئے مسلمان کچھ بگڑ بھی گئے مگر حسین کی انسانیت سے متاثر ہونے والا انسان محض ایمان ہی نہیں لایا بلکہ تاریخیں شاہد ہیں کہ سب سے پہلا انسان جس نے شہادت کا جام نوش کیا۔ وہ حرؑ تھا یہ تھی حسینی انسانیت کی شعاع جس کی روشنی نے حر ایسے دشمن کو حسین کا گرویدہ بنا لیا۔

نویں محرم کو غالباً حسین اور ان کے اعزا کی شہادت ہو جاتی مگر آپ نے ایک رات کی مہلت آج لی۔ ہاں کچھ تنگ نظر تو یہ کہتے ہیں کہ حسین کسی فوج کو بلا رہے تھے۔ کہ وہ آئے تو اس فوج قاہرہ کا مقابلہ ہو اور عوام کی رائے اس سے مختلف تھی کہ حسین نے سوچا کہ اس آخری رات کو اپنے معبود حقیقی عبادت کر لیں۔

مگر میرے خیال سے یہ ایک رات کی عبادت ہی کیا تھی؟ حسین کی اتنی عبادتیں کیا کم تھیں۔ ہاں اس میں ایک راز تھا۔ وہ یہ کہ یزیدی فوجیں مسلسل چلی آ رہی تھیں۔ حسین نے سوچا کہ جس قدر اس کی فوجیں آنا ہو آ لیں تاکہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کے سامنے میں اپنا انسانیت کا سبق دے سکوں یزید کی سلطنت چونکہ بہت دور دراز ممالک تک تھی اس لیے فوجیں بھی دنیا کے ہر حصے سے آ رہی تھیں حسین بھی اس موقع پر منتظر تھے کہ آج میرا پیام انسانیت صرف عرب ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی اس پیام آخری نے سلطنت یزید کو نیست و نابود کر دیا۔ اور انسانیت کے سچے پیرو نے دنیا کی ہمدردی حاصل کر لی۔

جس وقت عباس نے دریا کا رخ کیا اُس وقت حسین نے قسم دلائی کہ عباس تم محض پانی لینے جا رہے ہو، یہ میرے نانا کی امت ہے غصہ و گرمی سے مت لڑنا۔ دنیا ان الفاظ کو ان انداز میں ادا کرتی ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ حسین نے عباس کو سمجھا دیا کہ اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر دکھا کر انسانیت کو پامال نہ کرنا۔ صاف ظاہر ہے کہ حسین نے انسانیت اور صرف بقائے انسانیت کے لیے اس قدر بیش بہا قربانی دی ہے جس کی شاہد تمام مذہب و ملت کی تواریخ ہیں۔

ہم کو تو یہ نظر آتا ہے کہ کوئی رہنما ایسا نہیں گزرا جس کی یاد حسین سے زیادہ منائی جاتی ہو، ہم روز مرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ کل مذاہب عالم اپنا الگ الگ تہوار مناتے ہیں مگر پیغمبر اسلام کے محبوب نواسے حسین کی انسانیت اتنی برتر اور بلند تر ہے کہ ہر ہر مذہب کے افراد حسین کی یاد مختلف عنوان سے تازہ کرتے ہیں۔ اور ہم فاخرانہ انداز میں کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ہر قوم سے تعاون حاصل ہے۔

حسین کا مقصد تو انسانیت کو بلند کرنا تھا ان کا پیغام انسانیت کسی مخصوص فرقہ مذہب و ملت سے وابستہ نہ تھا بلکہ وہ رہنمائے انسانیت، غربا کا ہمدرد، فقرا کے غمخوار، مزدوروں کا پشت

(باقی صفحہ ۶۷ پر)

"عباسؑ وفا کی منزل میں رکھتے نہیں ہمسر کیا کہنا"

(از جناب سید محمد نقی صاحب نقوی چھپروی)

اے ثانی جعفرؑ کیا کہنا حیدر کے گل تر کیا کہنا
ایمان کے پیکر کیا کہنا مظلوم کے یاور کیا کہنا

سرورؑ کو کبھی بھائی نہ کہا آقا ہی کہا مرتے مرتے
عباس وفا کی منزل میں رکھتے نہیں ہمسر کیا کہنا

ہٹ جائے تو ہٹ جائے گیتی حیدر کا لال ہٹے کیونکر
دریا کی ترائی پہ اب تک قبضہ ہے برابر کیا کہنا

دشمن کی وہ فوجیں بھاگ چلیں ہیبت سے وہ صحرا کانپ اٹھا
وہ شیر کی چتون کیا کہنا حیدر کے وہ تیور کیا کہنا

دنیا کی نگاہیں دیکھیں تو اک پیاسے شیر کی ہمت کو
دم بھر میں ترائی کو چھینا اے شیر غضنفر کیا کہنا

کیا خوب لڑا ضرغام علی حیرت میں ہے دنیا آج تلک
شانے جو کٹے تو دانتوں میں تلوار دبا کر کیا کہنا

یہ مشک ہے پیاسے بچوں کی یہ غوں میں ہمراہ رہے
دریا پہ گئے تھے لے کے جسے عباس دلاور کیا کہنا

بےکس کا تڑپنا کہنا ہے مقتل کی اداسی کہتی ہے
عباس تمہیں سے قائم تھی آبادی لشکر کیا کہنا

ہمراہ سروں کے دیکھو تو ہدیہ ہے کٹے ہاتھوں کا بھی
کیا خوب ہے شان عشق و وفا عباس دلاور کیا کہنا

کچھ کام کیا ہے ایسا ہی اے ثانی جعفر جو تم کو
خاتون قیامت روتی ہیں روتے ہیں پیمبر کیا کہنا

بے خوف گناہوں سے رہنا الفت میں اگر صادق ہو نقی
محشر میں بلا لیں گے مولا تم کو لب کوثر کیا کہنا

تبلیغ حق

(مداح آل نبی حضرت شیخ احسان علی شرف حیدری جنرل سکرٹری انجمن جعفری شکارپور ضلع بلند شہر)

اے شہید کربلا کار نمایاں کر دیا
دین حق کے نام پر سب گھر کو قرباں کر دیا

دے دیا سجدہ میں سر بیعت فاسق نہ کی
اس طرح سے امتیاز کفر و ایماں کر دیا

تو نے ثابت کر دیا مغلوب حق ہوتا نہیں
راہ میں ایمان کی مرنے کو آساں کر دیا

نقش دھندلا ہو گیا تھا مذہب اسلام کا
پر تو خون شہیداں سے درخشاں کر دیا

اللہ اللہ کس قدر محبوب تھا دین رسول
جس کی خاطر آپ نے سب گھر کو قرباں کر دیا

منزل صبر و رضا میں یوں رہے ثابت قدم
ضبط نے آخر ہر اک سختی کو آساں کر دیا

سر کے کٹ جانے پہ بھی جاری رہی تبلیغ حق
کوفہ میں شبیرؑ نے سب ختم قرآں کر دیا

جب نہاں بے پردگی میں تھی بقا اسلام کی
اہلبیت مصطفٰےؐ نے سر بھی عریاں کر دیا

اے مسلمانو تمہیں ہے بھی اسلام کی
قتل رن میں بھوکا پیاسا ہائے مہماں کر دیا

ہو زباں پر کلمہ نانا کا تو اسے پر ستم
کیسے ایماں والے تھے برباد ایماں کر دیا

صبح سے تا عصر سب کو کر دیا امت نے قتل
یوں محمد مصطفٰےؐ کے گھر کو ویراں کر دیا

اے شرف تا حشر روئے گا جہاں شبیرؑ کو
سر کٹا کر گھر لٹا کر دیں پہ احساں کر دیا

لڑائی کے بعد

(سید محمد نذیر حیدر جعفری چھوٹا امام باڑہ سیتاپور)

لڑائی کے بعد فاتح سربلند اور مفتوح سرنگوں ہو جاتا ہے۔ جیتنے والی جماعت یا قوم ہارنے والوں پر مسلط ہو جاتی ہے۔ ان کے ملک پر قبضہ کر لیتی ہے۔ ان کی حکومت کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتی ہے۔ غرض کہ ان کو ہر طرح سے کمزور کر دیتی ہے کہ وہ پھر اپنا سر نہ اٹھا سکیں پچھلی جنگ کی تباہ کاریوں کا اثر ابھی تک دنیا کے ہر حصے میں پایا جاتا ہے۔ انگلستان۔ امریکہ روس اور ان کے طرف دار جیتے۔ جرمنی جاپان اٹلی اور ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ جیتنے والوں نے ہارے ہوئے ملکوں پر قبضہ کر لیا اور اپنی مرضی کی حکومت قائم کی۔ صرف یہی نہیں ہوتا بلکہ مفتوح جماعت میں زندہ بچ رہنے والوں پر بہت زبردست ذہنی اثر پڑتا ہے۔ ان کو اپنی طرز زندگی۔ نظام حکومت اور سیاسی جنگی رہنماؤں کی کمزوریاں اور برائیاں نظر آنے لگتی ہیں اور فاتحین کی سوسائٹی کے طور طریقے انہیں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے قوم و ملک کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کر دیں اب قومی ہیرو نہیں بلکہ ملک کو مصیبت میں پھنسانے کا باعث سمجھتے ہیں۔

یہ ذہنی انقلاب کسی ملک یا قوم کی تاریخ میں بہت اہم ہوتا ہے۔ پچھلی جنگ کے بعد ایسا ہی ہوا۔ جاپان والے اپنی پرانی طرز حکومت کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔ جرمنی میں جہاں ہر شخص پہلے نازیت کی تعریف کرتا تھا۔ آج نازیت کی شاہراہ عام پر برائیاں کی جاتی ہیں اور یہ برائی کرنے والے وہی لوگ ہیں جو پہلے نازیت کے طرف دار تھے اور ہٹلر کو جرمنی کا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔

اس کے علاوہ فاتحین مفتوحین کے ان لیڈروں کو جو زندہ بچ جاتے ہیں یا جن سے آئندہ کسی قسم کا خطرہ ہوتا ہے گرفتار کر لیتے ہیں ان کو موت یا قید کی سزائیں دی جاتی ہیں۔

کربلا کی لڑائی مختلف ملکوں کے رہنے والوں کے درمیان نہ تھی کیونکہ لڑنے والے سوائے چند کے سب عرب تھے۔ ہاں میدان جنگ میں دو ایسی جماعتیں نبرد آزما تھیں جن کی زندگی کا تخیل مختلف تھا ایک جماعت ایسی تھی جو دنیا کے عیش و عشرت سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ یہ دنیا کو جنت سمجھے ہوئی تھی۔ مال و دولت حکومت و ثروت عزیز رکھتی تھی۔ زانی۔ شراب خوار اور بدکار تھی۔ دوسری جماعت اس عیش و عشرت کی زندگی کو فانی سمجھتی تھی۔ اس کے لیے دنیا مثل ایک جیل خانہ کے تھی اس گروہ کو رضائے الٰہی سب سے اور کوئی چیز نہ جچتی تھی۔ یہ زاہد و پرہیزگار تھی۔ پہلی جماعت کا سردار یزید تھا جو معاہدے کے شرائط کے خلاف تخت خلافت پر بیٹھا تھا۔ دوسری جماعت کے سردار حضرت امام حسین علیہ السلام۔

لڑائی ختم ہوئی۔ فتح یزید کی ہوئی۔ حضرت امام حسین مع اپنے جاں نثاروں کے شہید ہوئے اب مردوں میں حضرت زین العابدین علیہ السلام باقی تھے ان کے علاوہ کچھ عورتیں اور کچھ بچے تھے یزیدی فوج میں فتح کے شادیانے بجائے جا رہے تھے۔ کچھ فوجی ان کے خیموں کو لوٹ کر ان میں آگ لگانے میں مصروف تھے۔ جب ایک خیمہ جل جاتا تو پردہ دار بیبیاں دوسرے خیمہ میں چلی جاتی تھیں۔ پس پر بھی اکتفا نہ کر کے مصیبت کی ماری بی بیوں کی چادریں چھیننا شروع کر دیا۔

یہ تھے وہ ہمت شکن حالات جو زندہ بیمار اور مصیبت زدہ بی بیوں کی ذہنیت میں انقلاب پیدا کرنے کے لیے کافی تھے اور اگر یہ نہیں تو یہ بے چارگی کا عالم انہیں دشمن کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے کافی تھے اور ان کی اطاعت قبول کرنے کا باعث ضرور ہو سکتا تھا اس کے ساتھ ہی ساتھ کربلا کی زبردست کامیابی سے یزید کی ہمت بڑھ جانا چاہیے تھی اور اسے ان لوگوں کو جو اب اس کی حراست میں تھے مطیع کر کے اور اسے اپنی بات منوا کر اپنی مکمل کامیابی کا اعلان کرنا چاہیے۔

یہ وہ پس منظر ہیں جن کے پیش نظر ہمیں دیکھنا ہے کہ کربلا کی لڑائی کے بعد کیا ہوا۔

حضرت امام حسین کا خاندانی شیوہ فقر و فاقہ تھا لیکن اس دنیا میں وہ مختار صاحب کے نمائندے تھے۔ جھگڑا اس بات پر ہوا کہ یزید مکر و حیلہ سے تخت خلافت پر قابض ہو گیا اور یہ چاہتا تھا کہ حضرت

امام حسین اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ اس سلسلہ میں اس نے ہر قسم کا لالچ دینے کی کوشش کی۔ رسول خدا حضرت امام حسین کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے ان کو علم نبوت سے معلوم تھا کہ میرا یہ نواسہ دین حق کے لیے ایسی قربانی دے گا جس کی مثال نہ پہلے تھی اور نہ آئندہ ہوگی۔ حضرت امام حسین کے لیے ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ وہ یزید کی اس بات کو ماننے سے قطعی انکار کردیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت امام حسین شہید ہوگئے اب ان کے حضرت زین العابدین جانشین ہوئے بظاہر حسینی جماعت بہت کمزور ہوگئی تھی۔ ایسی حالت میں اگر یزید ان سے بیعت کا سوال کرتا اور یہ اس کی بیعت کرلیتے تو دنیا والے ان کو قابل معافی سمجھتے جب جرمنی جاپان کے ایسے ترقی یافتہ ملکوں کے لیڈروں نے نہ صرف ہتھیار ڈالے بلکہ جیتنے والوں کا طرز زندگی بھی اختیار کرلیا تو پھر اس چھوٹی جماعت کی کیا حقیقت تھی توبہ۔ توبہ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہارے ہوئے لوگوں کی ذہنیت میں تبدیلی کے بجائے خود یزید کے خیالات میں زبردست انقلاب تھا اب وہ یزید جو حضرت عباس اور حضرت علی اکبر جیسے مشہور بہادروں کی موجودگی میں حضرت امام حسین سے جو خود شجاعان عرب میں سے تھے بیعت کا سوال کرسکتا تھا اب اس کی ہمت نہ ہوئی طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے حضرت عابد جو بہت ذلت کے ساتھ دربار میں لائے گئے تھے یا رسیوں میں جکڑی ہوئی حضرت زینب جو دربار میں برہنہ سر لائی گئی تھیں بیعت کا سوال دہرا سکے۔ تاریخوں کے صفحات پلٹ جائیے وہاں آپ کو یہ تو ملے گا کہ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد یزید نے کیا کیا ظلم کئے لیکن یہ کہیں نہ ملے گا کہ یزید نے ان میں سے کسی سے بیعت کا سوال بھی کیا۔

حق کے سامنے باطل کی قوتیں شل ہوگئیں یزید جو چاہتا تھا حاصل نہ کرسکا اور نہ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور اس طرح سے اس نے خود اپنی شکست کا اعتراف کرلیا۔

جب ہم اہلبیت کے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیالات وہی رہے جو شہادت حسین سے پہلے تھے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی حضرت زینب اور حضرت عابد کے خطبات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ حق والوں کا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا ہے اور دنیا میں شکست کھاکر سربلند رہتا ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ جب حسینی قیدی دربار میں آئے تو یزید نے کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے تمھیں آج ذلیل کرکے مجھے کامیابی دی نہ تو خدا نے محمد کو نبی بنا کر بھیجا تھا یہ تو بنی ہاشم نے دنیا کی برتری کے لیے ڈھونگ رچایا تھا اتنے میں موذن نے پاس کی مسجد میں اذان دی اور کہا "اللہ اکبر" حضرت زینب نے گرج کر یزید سے کہا تو سنتا ہے۔ موذن کہہ رہا ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اس کی بڑائی سے آگاہ کرنا محمد کا مقصد تھا اتنے میں موذن نے کہا "اشہد ان لا الہ الا اللہ" حضرت زینب نے فرمایا کہ ہمارے نانا کی تعلیم تھی کہ خدا کے سوا اور کوئی پالنے والا اور قابل پرستش نہیں تو نے چاہا کہ خدا کو سجدہ کرنے والے تیرے سامنے سر جھکائیں تو کامیاب نہ ہوا آج دنیا والے اس بات پر متفق ہوکر کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی پالنے والا نہیں موذن نے کہا "اشہد ان محمد الرسول اللہ" آپ نے فرمایا یزید یہ محمد کی رسالت کی گواہی دی جارہی ہے تیرے نانا ہیں یا ہمارے لیے تو دربار میں جو چاہے کہہ سکتا ہے لیکن تجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ موذن کو اس کے کہنے سے روک دے۔ آج بھی دنیا ان کا کلمہ پڑھ رہی ہے تو بتا شکست کس کی ہوئی ہماری یا تیری۔ دربار میں سناٹا چھا گیا۔ یزید اس کا کیا جواب دے سکتا تھا۔

لڑائی کے بعد دشمن کے زندہ رہ جانے والے سرداروں کو سزائیں دی جاتی ہیں اور جو زیادہ خطرناک ہوتے ہیں ان کو قتل کیا جاتا ہے۔ حضرت امام حسین کے بعد حضرت عابد زندہ رہ گئے تھے اگر یزید ان کو قتل کرادیتا تو دنیا سے حسینی خاندان کا نام مٹ جاتا لیکن اسے مصلحت خداوندی کہئے یا حق کا باطل پر غالب آجانا کہ یزید باوجود کئی مرتبہ حضرت عابد کے قتل کا حکم دینے کے قتل نہ کرا سکا۔

حسینی بادشاہت روحانی تھی وہ لوگوں کے دلوں پر حکمراں تھے ان کے جانشینوں کا زہد و اتقا۔ خداپرستی فرض شناسی خودداری اور صبر و تحمل کا طریقہ ویسا ہی رہا جیسے پہلے تھا اس کے خلاف یزید دنیا کا حاکم تھا اس کی حکومت تھوڑے دنوں کے بعد ختم ہوگئی اس کے بعد جب تخت خلافت اس کے بیٹے کو پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ جو حکومت مکر و فریب سے حاصل کی گئی ہو اس کا میں قابض ہوکر اپنے ماتھے پہ کلنک کا ٹیکہ نہیں لگوانا چاہتا۔ قبول نہ کیا۔

کسی لڑائی کا نتیجہ لڑائی کے بعد کے واقعات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ کربلا کی لڑائی کے واقعات بتا رہے ہیں کہ یزیدیت حسینیت کے سامنے جھک گئی اور حقیقی فتح حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہوئی۔

سلام

(از نتیجۂ فکر جناب ٹھاکر سید امیر حیدر صاحب امیرؔ مرحوم تعلقدار بھوا ضلع ہردوئی)

سلام پیاسوں پہ لکھ رہا ہوں ارم میں کوثر چھلک رہا ہے
شمیم فردوس آرہی ہے، دماغ اپنا مہک رہا ہے

بھلا دیے یاد طور سینا کہ ضوفگن یاں ہے ماہ زہرا
کلیم اب ارض نینوا پر وہیں کا جلوہ جھلک رہا ہے

حسینؑ مختار باغ جنت خدا نے کی ہے خود انکی مدحت
یہ شاخ سدرہ پہ عندلیب گل رسالت چہک رہا ہے

حسینؑ پیاسے پہ گریہ کرنا یہ ایک ادنیٰ سی کو بڑنہ ہے
ہمارے اشکوں کا قطرہ قطرہ مثال گوہر دمک رہا ہے

اٹھائے سولہ پہر جو صدمے زمین آغوش میں لیے ہے
تمھارے پیاسوں کی جائے پانی یہ چرخ شبنم چھڑک رہا ہے

عجب ہے نیرنگی زمانہ کوئی ہے خنداں کوئی ہے گریاں
کسی جگہ خاک اڑ رہی ہے کہیں پہ سبزہ لہک رہا ہے

حرم میں اک شور العطش ہے کھڑے ہیں شبیر سر جھکائے
تمام عورات میں ہے ماتم صغیر ننھا سب کا تک رہا ہے

کہا یہ فضہ نے آکے خیمے میں بی بیاں سب دعائیں مانگیں
غضب ہے قاسم نبی پہ ازرق مثال اژدر لپک رہا ہے

کھنچی ہیں شمشیریں قاتلوں کی نماز شبیرؑ ہو رہی ہے
نہ کوئی عالم میں تھا ہوگا ایسا نہ کوئی زیر فلک رہا ہے

سوار و پیدل میں کھلبلی ہے سپاہ اعدا میں غل ہوا ہے
چلے ہیں عباس سوئے دریا علم کا پرچم لچک رہا ہے

خبر جو پہنچی کہ آرہا ہے وغا کو شبیرؑ کا برادر
بخوف عباس ابن حیدر ہر اک دلاور دبک رہا ہے

تمام آل نبی پہ سولہ پہر سے شدت یہ پیاس کی ہے
کہیں سکینہ تڑپ رہی ہے کہیں پہ اصغر بلک رہا ہے

خدا کے پیاروں کو قتل کرکے کھلی لحد میں جو آنکھ جاکر
زمیں کے نیچے ہر ایک ناری بخوف محشر جھجک رہا ہے

زمین کرب و بلا ہے نازاں کہ مجھ میں پنہاں ہے ماہ زہراؑ
فلک کا سر خم ہے زیر میرے آگے مرا ستارا چمک رہا ہے

حسینؑ پانی کو جیسا تڑپا نہ کوئی تڑپا کبھی ایسا تڑپا
کہ جوش غم سے ہر ایک ذرہ زمیں پہ سر کو پٹک رہا ہے

حسینؑ اصغر کو سوئے مقتل چلے ہیں لے کر میں لکھ رہا ہوں
امیرؔ ہر دم مداد آسا قلم سے آنسو ٹپک رہا ہے

سلام

(از تصنیف کنیز سکینہ) (المتخلص بہ شرر غم زہرا)

یوں اشک غم ہے دیدۂ گریاں لیے ہوئے
جیسے صدف ہے گوہر غلطاں لیے ہوئے

روئیں نہ شہ پہ کیوں ملک و جن و انس آہ
ہر ایک دل ہے یہ غم سوزاں لیے ہوئے

آغاز صبر حضرت ایوب سے ہوا
انجام کو تھے شاہ شہیداں لیے ہوئے

حجت تمام کرنے کو جاتے ہیں شاہ دیں
میدان میں اپنے ہاتھوں پہ قرآں لیے ہوئے

لائے عبا اڑھا کے جو اصغر کو رن میں شاہ
سمجھے عدو حسین ہیں قرآں لیے ہوئے

جاتے ہیں جب کہ قید سے عابد سوئے وطن
آنکھوں میں اپنے اشکوں کا طوفاں لیے ہوئے

جاتے ہیں شام سے سید سجاد اے شررِ غم
رانڈوں کو ساتھ با سر عریاں لیے ہوئے

۸ محرم الحرام

(از ابن محمد محسن نیوتنی)

محرم کا مہینہ جہاں اپنی عظیم الشان افادیت کے ساتھ ایک اہم واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے وہاں اپنی بعض خاص تاریخوں کے دامن میں ایسی ایسی ہستیوں کی یاد دلاتا ہے جنھوں نے کربلا کے پرتاثیر واقعہ کو نفسیاتی اور اخلاقی حیثیت سے بلند سے بلند درجہ تک پہنچا یا مندامل میدان کربلا میں شہید ہونے والوں میں سے کسی بھی ایک ہستی کے کردار پر کسی بھی نقطۂ نظر سے دیکھ کر بحث کرلی جائے ایک ذات بھی ایسی نہ نکلے گی جس نے اپنے کردار سے کہیں بھی کم زوری کا اظہار کیا ہو شہدا کی تاریخ شہادت وقت کے تھوڑے تھوڑے وقفوں کے ساتھ ایک ہی ہے لیکن بعض تاریخیں مخصوص کردی گئیں انھیں میں سے ایک تاریخ ۸ محرم ہے اور یہ اس ذات سے وابستہ ہے جس نے واقعہ کربلا کی تصویر کے باوفا شخصیت کے روپ میں اپنے پاک خون سے رنگین کردیا۔ ادھر محرم کی آٹھ کی صبح نمودار ہوئی ادھر ہمارے خیالات نے ایک نئی کروٹ لی ہمارے ہاتھوں نے دنیداروں کی مخصوص جماعت کے سپہ سالار کے نشان کی شبیہ اٹھالی ہماری زبانوں نے

کہا عباس نے ہوگا زمانہ بھر کو غم میرا
بڑوں کا ذکر بچے اٹھائیں گے علم میرا

پڑھ کر فضاؤں کو غم انگیز بنایا اور ہم اس شخص کی یاد میں سر پا ڈوب گئے جس کو دنیا ابوالفضل العباسؑ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اور آج بھی جن کی یاد سے ہمارے جسم مردہ میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے جناب حضرت عباس میں نہ یہ کہ شجاعت و دلیری کے لحاظ سے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی کا رنگ نمایاں تھا بلکہ صورت سے بھی ہم شبیہ حیدر کرار تھے آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائی تھے لیکن یہ چیز رشتہ کی حد سے آگے نہ بڑھی کیونکہ حضرت عباس نے کبھی بھی اپنے کو اس نظر سے نہ دیکھا کہ آپ امام کے بھائی ہیں بلکہ ہمیشہ اپنے کو غلام سمجھتے رہے اور امام امام کو سوا "آقا" کے لقب سے اور کسی نام سے نہ پکارا جب ہی تو امام نے آپ کی نزع کے وقت اپنے زانو پر سر رکھ کر آپ سے "بھائی" کہنے کے لیے فرمایا تھا۔ دنیا کے صفحات تاریخ میں ایسے واقعات کی کمی نہ ہوگی جن میں کہ بھائیوں نے اپنے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا ہو لیکن میرا یہ دعویٰ ہے کہ ان واقعات میں ایک واقعہ بھی حضرت عباس کی وفا کو نہیں پہنچ سکتا۔ افسوس کہ میرے قلم میں اپنی کم علمی کی وجہ سے اتنی قوت نہیں ہے کہ میں حضرت عباس کی شخصیت کے ہر پہلو کو اجاگر کرکے پیش کرسکوں صرف مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر اپنے مضمون کو ختم کردوں

قوت برداشت ۔ امام حسین علیہ السلام کے خیمے دریا کے کنارے نصب ہو رہے ہیں کہ ابن زیاد کی طرف سے حکم آتا ہے کہ خیمے یہاں پر نہیں نصب ہوسکتے دنیر شجاع بھائی کو طیش آتا ہے ہاتھ تلوار کے قبضہ پر پہنچ جاتا ہے ایک طوفان ہے کہ ابھرنے تیار ہے ناگاہ "آقا" کا حکم ملتا ہے۔ خیمے یہاں سے ہٹا دیے جائیں نفسیات کا کلیہ ہے کہ جس وقت اپنی عزت کی خاطر کسی بھی ذی روح میں جوش پیدا ہو چکا ہے تو وہ ہر اس ہستی کے خلاف اقدامات کردے گا جو کہ ایسے وقت میں اس کو ٹوکے گی۔ مگر ذرا یہاں نظر ڈالیے سپہ سالار جماعت حسینی کا ہاتھ قبضہ ہی پر رک جاتا ہے۔ ذات امام کے خلاف ہونا کیسا صرف ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلا حکم امام بجا لایا گیا۔ خیمے گرم ریت پر نصب ہوگئے۔

ضبط النفس ۔ فوجوں کو ہٹاتا ہوا علی کا شیر حسینی پرچم اڑائے ہوئے اپنے گھوڑے کو فرات کے پانی میں اتار دیتا ہے جھک کر چلو میں پانی بھرتا ہے تین دن سے عطش کی آگ سے کلیجہ کباب ہو رہا ہے ہاتھوں میں ٹھنڈا پانی ہے فرات کی لہریں قدم چوم رہی ہیں مگر پیاسا رے عزم و استقلال کے مالک فوراً خیال "آقا" کے پیاس سے بلکتے ہوئے معصوم بچوں کی طرف جاتا ہے۔ نفس کی بڑھتی ہوئی خواہش پر ٹھوکر پڑتی ہے۔ چلو کا پانی پیاسے لبوں کو تر کئے بغیر فرات کی لہروں میں مل جاتا ہے

پیاسے ہی لڑے پیاسے ہی مرے قبضہ میں کیا دریا بھی لیا
عباس یہ تیری منزل تھی پانی نہ پیا اور بات رہی

ایفاء عہد ۔ حضرت عباس اہل حرم کی آس تھے اور خصوصاً حضرت سکینہ کو تو چچا سے بڑی امید تھی کہ وہ ان کو ضرور پانی پلائیں گے حضرت عباس اپنی بھتیجی سے وعدہ کرکے جاتے ہیں "پانی ابھی آتا ہے" وعدہ پورا ہوا "پانی آیا" لیکن پیاسوں کی تقدیر نے دھوکا دیا۔ آپ بھر جاتے ہیں مگر

ایک انسان کی لاکھوں سے لڑائی کب تک

ہاتھ قلم ہوجاتے ہیں۔ بھتیجی کی پیاس کا خیال بے چین کئے ہوئے مشک دانتوں میں آتی ہے اور آخری آس بھی ٹوٹ ہی جاتی ہے مشک پر تیر پڑتا ہے اور آپ کی قوت جواب دیتی ہے فرش زمین پر تشریف لاتے ہیں "آقا وقت مدد ہے" آواز دیتے ہیں امام مظلوم آتے ہیں۔ وصیت کی فرمائش ہوتی ہے وصیت کرتے ہیں ہاں اور ہو جانے والی بیوہ کے لیے نہیں بلکہ اپنے وعدے کے وفا نہ ہونے کی وجہ سے "آقا میری لاش کو

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

نوحہ

(از جناب فرحت صاحب رضوی (ادیب کامل)
(اردو پرشین ٹیچر)

چھری حسین کے دل پر چلائی جاتی ہے
جواں پسر کی جوانی مٹائی جاتی ہے

خلیل دیکھے ہیں کہ دولت اولاد
خدا کی راہ میں کیونکر لٹائی جاتی ہے

سناں شباب میں کھا کھا کے اپنے سینوں پر
گناہ گاروں کی بگڑی بنائی جاتی ہے

چراغ ماں کی امیدوں کا بجھنے والا ہے
کہ شمع دین محمد جلائی جاتی ہے

کہا یہ ماں نے کہ اکبر تسلیاں تو نہ دو
سمجھ چکی ہوں حقیقت چھپائی جاتی ہے

اُجاڑ کر مری دنیائے آرزو پیارے
میں جانتی ہوں جو بستی بسائی جاتی ہے

ملا لو روضہ پہ فرحت کو شاہ کے جانی
کہ واں غریبوں کی بگڑی بنائی جاتی ہے

نوحہ

(از ماجدہ بیگم ساجدہ ڈبائی ضلع بلند شہر)

اے ننھے مجاہد آن کے اب بانو کو تسلی دے جاؤ
بے چین ہے ماں زنداں میں بہت تم خواب میں صورت دکھلاؤ

ہر وقت تڑپ کر کہتی ہے اور شام و سحر ہے یہ نوحہ
اے اصغر مہرو آن کے تم۔ مادر کے گلے سے لگ جاؤ

جب ہوک سی دل میں اٹھتی ہے۔ رو رو کے بیاں یہ کرتی ہے
کس طرح مناؤں تجھکو پسر۔ بس روٹھ چکے آ جاؤ

آغوش میں دادی کے پایا۔ آرام کچھ ایسا لخت جگر
ماں کب سے صدائیں دیتی ہے۔ اب جلد توجہ فرماؤ

کہتی ہے سکینہ رو رو کر۔ اصغر بھی نہیں۔ جھولا بھی نہیں
میں یاں نہ اکیلی تڑپوں گی۔ عباس چچا جاری آؤ

کیوں مشک کو لے کر کاندھے پر۔ دریا کو گئے تھے اے عمو
پانی کے لیے اصغر تڑپا۔ گر پانی نہیں تم آ جاؤ

تھے ہجر میں ہر دم رو رو کر صغریٰ کی زباں پر یہ نالے
ہم شکل نبی تو آتے نہیں اے ننھے مسافر تم آؤ

بیمار پڑی ہے ایک طرف سناٹا ہے گھر میں چھایا ہوا
کس طرح بسے گا اجڑا گھر اے لوگوں کوئی یہ بتلاؤ

ہوں مشکلیں سب آساں میری سنتا ہے کا صدقہ اے یارب
ہے عرض شہید حق سے یہی ساجدہ کی مطلب فرماؤ

(صفحہ ۳۱ کا بقیہ)

خیمے میں نہ لے جایئے گا مجھے سکینہ سے شرمندگی ہے۔ یہ کہہ کر جان بحق تسلیم ہوتے ہیں یہی نہیں شہادت کے بعد بھی جب کہ آپ کا سر مبارک قید خانہ شام میں لایا جاتا ہے تو زندان میں پہنچتے ہی آنکھیں بند فرما لیتے ہیں۔ ہے آج دنیا میں کسی تاریخ کے صفحات پر ایسی مثال کہ جس میں اپنے عہد کا اتنا

[illegible]

از جناب فاطمہ بیگم صاحبہ نسرین منشی فاضل

آؤ دکھائیں ہم تمھیں مجبوریوں کی حد
ٹکڑے وفا کے آنکھوں سے دیکھا کیا کوئی
نسرین

یوں تو جاں نثاران حسینؑ اپنے اپنے خصوصیات لے کر دنیا سے سدھارے لیکن میرا موضوع تحریر اس وقت "حسینی لشکر" کے پہلے اور آخری شہید سے ہے۔

اول الذکر سیر و سیراب تھا آخر الذکر بھوکا پیاسا پہلے نے اپنا بدلہ خود سے چکایا اور دوسرے کا انتظام قدرت نے لیا۔ سنہ ہجرت سے لے کر واقعہ کربلا تک بڑے بڑے انقلاب آئے جنھیں اس وقت کے لوگوں نے دیکھا اور آج ہم تاریخ کے صفحات پر دیکھا کرتے ہیں دنیا والوں نے رسول کی خلافت کو گردش دے کر یزید تک پہونچا دیا تھا اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ حسینؑ جیسے شخص سے اپنے حق میں بیعت کا طلبگار ہوا۔ عظمت حسینؑ کے متعلق صرف اسی قدر کافی ہے کہ جس وقت حسینؑ پر نماز فرض بھی نہ ہوئی تھی آسمان کے ڈوبتے تارے شاہد ہیں کہ کبھی نماز صبح قضا نہیں ہوئی دنیا کو روشنی دینے والا آفتاب جانتا ہے کہ ظہر اور عصر کے فریضے کبھی نظر انداز نہیں کیے گئے طلوع ہونے والا ماہتاب اور جگمگاتے تارے گواہ ہیں کہ مغرب و عشا کی نماز فراموش نہیں کی بچپنے میں روزے رکھے اور اپنے حصے کا کھانا مسکینوں یتیموں اور اسیروں پر اپنے ماں باپ کی طرح تقسیم کر دیا یہ اثر اس دوش اور آغوش کا جس میں آپ کی پرورش ہوئی تھی ماں بتول رسول افضل النسا۔ اور باپ؟ جس کو قدرت نے محض اس خیال سے کہ فاطمہ کی دلشکنی نہ ہو اپنے گھر پیدا کیا تھا

ورنہ مخمصے لا مکاں راخانہ کے باشد و ا

کیا دنیا اس سے بہتر کوئی جوڑا دکھا سکتی ہے؟ کہ رسول کے گھر کی بیٹی اور خدا کے گھر کا بیٹا اور ان کے بچے جن کو بانی اسلام نے متعدد بار اپنا بچہ کہا جو حضرت عیسیٰ کی طرح ماں کی طرف سے صلب رسول میں داخل ہوئے جن کو رسول عربی نے اپنی زبان چسا کر سینے پر سلا کر کاندھوں پر چڑھا کر پالا ان بچوں کی بلندی کا کیا کہنا؟ جناب حسنؑ سے دنیا خالی ہو چکی اب صرف حسینؑ کا دم تھا اس سے بھی مطالبہ بیعت ہو رہا ہے نانا نے کفاروں کے ستانے پر صرف مکہ چھوڑا تھا اور نواسے نے "مسلمانوں" کے ستانے پر مدینہ بھی چھوڑا اور مکہ بھی۔ جب حسینؑ نے دارالامن میں بھی اپنے لیے پناہ نہ دیکھی تو عراق کا رخ کیا جہاں سے بکثرت خطوط آپ کے پاس آچکے تھے۔ جب آپ مکہ سے روانہ ہوئے تو دین داروں کے ساتھ ساتھ دنیا داروں کا بھی اچھا خاصہ مجمع آپ کے ساتھ تھا جو شہادت مسلم کی خبر پانے کے بعد کم ہونے لگا حضرت حسینؑ نے کئی منزلوں پر اپنے ساتھیوں کو اپنے مستقبل کا آئینہ دکھا کر صاف صاف کہا کہ میرا ساتھ وہی دے جو موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہو مجمع چھٹتا رہا اور قافلہ بڑھتا رہا یہاں تک آپ منزل اشراف تک پہونچ گئے سرزمین عراق کا یہ مقام بید سرسبز و شاداب تھا اس منزل کو چھوڑنے سے پہلے سرور روح زہرا نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ پانی کثرت کے ساتھ رکھیں اور کوئی مشکیں خالی نہ رہے حکم کی تعمیل ہوئی مشکیں بھر گئیں قافلہ روانہ ہوا۔ جنت کے مسافر اپنی منزل طے کر رہے تھے آفتاب ڈھل چکا تھا اتنے میں آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اس صدا کو سننے پر سیدہ کے لعل نے کہا بے شبہ وہ ذات عظیم و بزرگ ہے لیکن اس وقت نعرۂ تکبیر کا مقصد؟ اس نے جواب دیا فرزند رسول ہم کسی آبادی سے قریب ہوتے جا رہے ہیں دور پر کھجوروں کے درخت نظر آ رہے ہیں آپ نے کہا ذرا آگے بڑھ کر غور سے دیکھو مجھے تو گھوڑوں کے کان ہوا میں اڑتے ہوئے نیزوں کے پھریرے معلوم ہوتے ہیں اذن امام پا کر وہ سوار دور تک چلا گیا اور جلد واپس آکر کہا۔ حضور کا خیال صحیح ہے ہماری طرف کوئی بڑا لشکر بڑھتا چلا آ رہا ہے

بے شکر آپ نے ساتھیوں کو تیار کا حکم دیا تھا تیں کھیر دی گئیں مشکوں سے اتار کر پردہ سے
یں پہونچا دیے گئے اب اصحاب حسین نے اپنے خیمے
لگانا شروع کیے یہ تھکے مسافر اپنے آرام کا انتظام
کر ہی رہے تھے کہ خبر ایک ہزار سواروں کے ساتھ
آپہونچا لیکن اس ہیئت سے کہ وہ اور اس کے
ساتھیوں کی پیاس کی وجہ سے زبانیں خشک
ہونٹ پپڑائے ہوئے چہروں پر گرد ہوا س
پراگندہ اور انتہائی پریشان نہ معلوم یہ لوگ
کب سے پیاسے تھے کہ گھوڑوں تک کی زبانیں
نکل آئی تھیں۔ جس کے باپ نے اپنے دشمنوں کو
علیہ اس حالت میں کیوں کر دیکھ سکتا تھا؟

نکل آئی تھیں۔ جس کے باپ نے اپنے دشمن
کو شربت پلایا تھا اس کا بیٹا اپنے دشمنوں کو
علیہ اس حالت میں یہ کیوں کر دیکھ سکتا تھا؟
آپ نے اپنے بھائیوں کو آواز دی عباس عون
عبداللہ عثمان ان لوگوں کی حالت مجھ سے
دیکھی نہیں جاتی انھیں جلد سیراب کرو یہ سنتے
ہی مشکوں کے دھانے کھول دیے گئے رجال لشکر
ہر تو کیا گھوڑوں تک کو اچھی طرح پانی پلایا
گیا اس خدمت خلق میں امام خود شریک تھے
معصوم پر یہ الزام رکھنے والے حسینؑ خود بلائے
گئے تھے ان حقائق کو جاننے کے بعد اپنے نفس پر
کریں اور یہ سن لیں کہ اگر حسینؑ جنگ ہی کے
ارادے سے چلے ہوتے تو صبح عاشور سب سے
پہلے اپنے بھائی عباس کو اذن جہاد دے کر رخصت
کرتے جو فن حرب و ضرب میں اپنی نظیر آپ تھے
اس دعوی کا ثبوت یہ ہے کہ قمر بنی ہاشم کے سکھائے
ہوئے بچے قاسم و اکبر نے نہ صرف ارزق اور بکر
ابن غانم جیسے جلیل دیو پہلوانوں پر فتح پائی بلکہ
تلوار میں سوت کر جب یزیدی لشکر میں جا پہونچے
تو کوفہ و شام والوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا
علاوہ از ین جس وقت سے دنیا میں حکومتیں

قائم ہوئیں اور ان میں جنگ کا سلسلہ شروع
ہوا اس وقت سے آج تک کیا کسی جنرل کسی
کمانڈر نے اپنے دشمن فوج کے ساتھ یہ سلوک
کیا ہے کہ اپنا پانی اُسے پلا دیا ؟ ؟ ؟ ہماری
آنکھوں نے دنیا کی اس عظیم ترین جنگ کے
دور میں جو ۱۹۴۵ء میں ختم ہوئی اخباروں میں
پڑھا ہے کہ جس وقت جرمنوں نے یوکرین کے
علاقے میں پوری قوت کے ساتھ روسیوں پر
حملہ کیا تو وہ فصلیں جو تیار ہو چکی تھیں انھیں
خود روسیوں نے تباہ کر دیا تاکہ دشمن کو غلے
سہولتیں نہ حاصل ہو سکیں۔ سنگاپور میں انگریزی
فوج نے اتنی سی بات پر ہتھیار رکھ دیے
تھے کہ جاپانیوں نے صرف پانی کی سپلائی
بند کر دی تھی۔ اگر حسینؑ ارادۂ جنگ لے کر
چلے ہوتے تو آئین حرب کے خلاف اپنا پانی
دشمنوں کو نہ پلاتے۔
اس کے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ
اس وقت عربوں کے اخلاق اتنے پست
ہو چکے تھے ان کی ذہنیتیں اتنی ذلیل ہو چکی
تھیں کہ اُن ایک ہزار میں عاشور کے دن
ایک نے بھی یہ نہ کہا کہ "اے حسینؑ ایک دن
آپ نے ہم پیاسوں کو سیراب کیا تھا آج ہم
آپ کو پانی پلاتے ہیں۔" لیکن ایسا ہوتا اس
بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس زمانے نے ماحول
نے انسانیت کے معیار کو اس منزل پر پہونچا
دیا تھا کہ صحیح معنوں میں ہزار میں ایک ہی
"انسان" رہ گیا تھا اور وہ تھا حُر جس نے نہ صرف
پانی کا بدلہ اپنے خون سے ادا کیا بلکہ سیاست
یزیدیہ پر وہ جوتہ مارا ہے جس پر تاریخ قیامت
تک قہقہے لگاتی رہے گی۔

یزیدی رسالے کا سپہ سالار جو آب فرات
سے سیر و سیراب ہے یہ یقین کر لینے کے بعد کہ
اب شہادت حسینؑ اٹل ہے اپنے لشکر کو چھوڑ کر

حسینی سپاہ میں شامل ہو کر انھیں سے جنگ کرتا ہے
جن میں وہ اب تک تھا اور حسینؑ کے ساتھی جن
میں غلام بھی تھے تین دن کی بھوک پیاس میں بھی
اگر یزیدی فوج کا رخ کرتے تو ارادۂ حرب
اور جذبۂ شہادت لے کر حسینؑ نے یزیدی لشکر کے
کسی سپاہی کو اپنی طرف آنے کی ترغیب نہیں دی
بخلاف اس کے یزیدی فوج کا سالار اعظم
شمر ابن زیاد گورنر کوفہ کا تحریری فرمان لیکر
سپاہ حسینؑ کے کمانڈر انچیف کو عزت و وقار
زندگی اور عہدے کا لالچ دے کر یزیدی
لشکر میں شامل ہونے کی ترغیب دیتا ہے
لیکن عباس ابن علیؑ اس تحریری سند کو پرزے
پرزے کر کے شمر کے منھ پر پھینک دیتے ہیں تاکہ
سچائی کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔
ایک نے حسینؑ کا پانی پی کر اپنا خون بہایا!
دوسرے نے حصول آب کے لیے اپنی جان دی
پانی ایک تھا دریا ایک تھا لیکن یہی پانی
جب تک حسینؑ کے پاس رہا اس کی کوئی قیمت
نہ تھی اور یزیدی لشکر کے قبضے میں آنے کے بعد
اس کی قیمت سکینہ کے دل سے پوچھئے یا عباس سے
جنھیں ایک مشکیں پانی لانے میں جان کی بازی
لگانا پڑی۔ پہلے لڑ کے نہر پر قبضہ کیا پھر پانی
بھر کر خشک کو کلیجے سے لگایا جیسے گھاٹ میں حائل
کیا اس عرصے میں اور کئی پلٹنیں دریا کی سمت
آ چکی تھیں پھر گھمسان کا رن پڑا دونوں بازوؤں
نے جسم کا ساتھ چھوڑا اگر عباس خوش کہ مشکیں تو
سلامت ہے بہادر کو جان کی پروا نہیں زخموں کا
احساس نہیں فکر ہے تو یہ کہ محنت ٹھکانے لگے اور
پانی بچوں تک پہونچ جائے۔ لیکن حرملہ نے اس
ارادے کو سمجھ لیا اور ایک تیر سے آس و یاس
میں تصادم کرا ہی دیا۔ تیر مشک کو چھید کر عباسؑ
کے سینے میں پیوست ہو گیا جس سے عباس کا دل ٹوٹا
بچوں کی آس ٹوٹی نبی زادوں کا سہارا ٹوٹا

اور حسین مظلوم کی کمر ٹوٹ گئی اب یہ عالم تھا کہ کلیجے کا خون تیر میں تیر مشک میں اور مشک سے بہتا ہوا پانی دیکھ کر جناب عباس نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کا کام لیا رانوں سے بازوں کا کام لیا رانوں سے دبا کر گھوڑے کا رخ بدلا اور دشمنوں پر جا ٹوٹے جب تک تلوار کا قبضہ دانتوں میں رہا مدافعت کرتے رہے آخر حکیم ابن طفیل کے آہنی گرز نے بلند ہو کر غازی کو گھوڑے سے زمین تک آنے کے لیے مجبور کر ہی دیا اور اس طرح یہ محبت وفا کا چاند ایک صحرا میں غروب ہو گیا۔ اگر نا امیدی کی گھٹا نہ چھا جاتی اور پانی کسی طرح خیمے تک پہونچ بھی جاتا تو میرا دل ضمیر اور ایمان یہ کہتا ہے کہ حسین کے بچے اس پانی کو نہ پیتے جس میں چاک تیر کی راہ سے عباس کا خون بھی مل چکا تھا۔ بعض ایمان کے اندھے یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قتل و غارت کی ذمہ داری معاذ اللہ حسین کی کمزور سیاست تھی وقت اور مصلحت کا یہ تقاضہ تھا کہ آپ اس وقت بیعت کر لیتے اور مدینے جا کر ایک بڑا لشکر جمع کر کے پھر یزید کا مقابلہ کرتے چیز ایک ہی ہے نام بدلنے ہوئے دوزخ کہیے یا جہنم۔ اعتراض وہی ہے کہ حسین لڑنے چلے تھے صرف الفاظ کا گھماؤ ہے۔ اس کے جواب میں ظالم گروہ کے عقیدت مندوں سے مجھے اس قدر عرض کرنا ہے کہ اگر سیاست نام ہے مکر فریب جھوٹ اور دغا کا تو بے شبہہ امام حسین ایسی سیاست سے ناواقف تھے اور اگر سیاست نام ہے اس فعل کا جو وقت کے مطالبہ کے مطابق شریعت کی پابندی کے ساتھ انسان سوچ سمجھ کر کرتا ہے تو جو کچھ حسین نے کیا بالکل ٹھیک تھا اس لیے کہ دشمن کو قابو میں لانے کی دو ہی صورتیں ہیں ایک صلح دوسری جنگ حسین کی نگاہیں دیکھ چکی تھیں کہ باپ نے پوری طاقت کے ساتھ انھیں دبانا چاہا اور نہ بڑے بھائی نے صلح کر کے اخلاقی حیثیت سے ان پر قابو پانا چاہا اور نہ پا سکے جب یہ دونوں اصول بے نتیجہ رہے تو پھر حسین نے کہ یہی بہترین سیاست تھی کہ خود کو مٹا دو تاکہ یہ بھی مٹ جائیں اور ان کے ناپاک وجود کے ختم ہونے سے دنیا کو چین اور دین کو بقا حاصل ہو اور یہی ہوا ابھی فاتح ابھی اطمینان کی سانس نہ لینے پایا تھا کہ اس کے خلاف یہ شورشیں وہ بغاوتیں وہ ہنگامے شروع ہوئے کہ یزید رو رو دبا اب گریہ لاحاصل تھا کیونکہ منتقم حقیقی نے مختار کو اپنے قہر کی صورت میں قاتلان حسین پر مسلط کر دیا تھا۔ اس خون ناحق کا بدلہ یہیں نہیں ختم ہوا بلکہ پشتہا پشت تک چلتا رہا جب بنی عباس تک حکومت پہونچی تو جس طرح یزید نے شراب کو جائز تھا اسی طرح بنی عباس نے بنی امیہ کے خون کو اپنے اوپر حلال کر لیا تھا۔

اس دور میں زندوں کا کیا ذکر سلاطین بنی امیہ کی مردہ لاشوں کو قبر سے نکال کر جلایا گیا اس سلسلے میں طبری جیسا مورخ لکھتا ہے کہ "جب یزید کی قبر کھود دی گئی تو اس کی ہڈیاں جلی ہوئی نکلیں تھیں اور یہ تھا انسانی بدلے کے بعد قدرت کا"

تاریخ اپنے کو دہراتی ہے دہرا رہی ہے اور دہراتی رہے گی۔

زمانے والے جلائیں گے کس طرح تم کو

تمھیں نے چاند لگائے ہیں اس فسانے میں

فاطمہ بیگم منشی فاضل

سلام

از جناب اقبال حسین صاحب اقبال

نظر بدل گئی بعد نبی زمانے کی
مٹائی شام نے توقیر اس گھرانے کی

جناب احمد مرسل کو وقت رحلت بھی
تھی فکر امت عاصی کے بخشوانے کی

بجھی نہ شمع صداقت کبھی بجھانے سے
چلی ہزار مخالف ہوا زمانے کی

تمھاری لاش پہ اکبر وہ ہائے رو سکی
تمنا تھی جسے دولہا تمھیں بنانے کی

نظیر دوسری عالم میں اور ملتی نہیں
وفا جو بھائی سے عباس نامدار نے کی

———

حسین آپ کے اقبال کو ملے توفیق
حضور کی راہ میں گھر بار لٹا نے کی

زمینِ کربلا

(از جناب سید محمد نقی صاحب نقوی چھاپروی)

(۱)

ہاں وہی یہ دردۂ آغوشِ ختم المرسلین!
گوشۂ قلبِ علیؑ خیر النسا کا مہ جبین
مظہرِ دیں کاشفِ اسرارِ رب العالمین
ذمہ دارِ ملتِ حق ہادیِ دینِ مبین
اے زمینِ کربلا ہے آج تجھ میں محوِ خواب
تیرے سینے میں اتر آیا ہے گویا آفتاب

(۲)

تیرے ویرانے کو ہے کس نے بنایا خوابگاہ
سچ بتا کیوں تجھ میں اترے آرہے ہیں مہر و ماہ
کیوں نہیں جمتی ترے رخ پر کوئی باطل نگاہ
کیوں بنی ہے دونوں عالم کے لیے تو سجدہ گاہ
تیری نور افشاں تجلی عکس ہے کس نور کا
بن گئی ہے تو جو اک مطلع فروغِ طور کا

(۳)

اے امین گوہرِ تسبیحِ جبریلِ امیں
ہے تری آغوش میں مہرِ نبوت کا نگیں
تیری رفعت کو بھلا پائے کہاں عرشِ بریں
جس قدر بھی نازکر زیبا ہے تجھ کو اے زمیں
جلوہ گر تجھ میں ہے وہ شیدا خدا کے نام کا
جو محافظ تھا بھنور میں کشتیِ اسلام کا

(۴)

تو بنی مدفن خدا کے خاص بندوں کے لیے
قلبِ ایماں کے درخشاں ماہ پاروں کے لیے
موت پر چڑھ آنے والے جاں نثاروں کے لیے
غم بھری شب کے بہتر چاند تاروں کے لیے
روشنی جن سے ملی ہر مطلعِ تنویر کو
زندگی جن سے ملی اسلام کی تصویر کو

(۵)

دفن ہیں تجھ میں وہ خاصانِ خدا آئینہ رو
راہِ حق میں مر کے جینا جن کے دل کی آرزو
ہو گئے محبوبِ حق جن کے سجودِ بے وضو
ہے فرشتوں کی جبیں میں آج تک جن کا لہو
کر گئے قائم جہاں میں جو شعارِ زندگی
سونپ کر تیر و تبر کو سب بہارِ زندگی

(۶)

یاد ہوگا تجھ کو وہ پیاسوں کی مہمانی کا روز
جذبۂ شوقِ شہادت سر کی ارزانی کا روز
دودمانِ مصطفےٰ کی پیاس بن پانی کا روز
حق کی قرباں گاہ اور پیاسوں کی قربانی کا روز
ہر گلِ گلزارِ احمد تجھ پہ جب پامال تھا
تیرا دامن جب شہیدوں کے لہو سے لال تھا

(۷)

کوہِ استقلال کو ہوتی بھلا جنبش کہاں
لاکھ ٹکرانی رہی آ آ کے موجِ امتحاں
ہاں مگر رو دیا فلک جب لاشِ فرزندِ جواں
لے چلا رن سے اٹھا کر کوئی پیرِ نیم جاں
چہرۂ گردوں پہ چڑھ آیا تھا رنگِ انفعال
بیکسی روتی تھی پر بیکس کا چہرہ تھا سجال

حیّ علی الفلاح

حضرت علامہ مولانا سید سبط الحسن صاحب قبلہ فاضل ہنسوی

آج آٹھویں ذی الحجہ سہ شنبہ کا دن ہے تقریباً تیرہ سو سات برس پہلے یہی دن اور تاریخ تھی جب حضرت سید الشہداء نے احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لیے مکہ سے عراق کا سفر اختیار فرمایا تھا۔"

اس خیال کے آتے ہی میں اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا اور یہ ارادہ کیا کہ مجلسوں کا دن ہے شریک مجلس و ماتم ہونا چاہیے۔ اسی مشغلہ میں دن ختم ہوا۔ نماز مغربین کے بعد قلعۂ محمود آباد کی دو مجلسوں میں شریک ہوا۔ پہلی مجلس جو مسجد میں معمولاً ہر شب کو ہوتی ہے شریک ہو کر مولانا سید نجم الحسن صاحب فیض آبادی کے بیان سے محظوظ ہوا۔ اس مجلس کے بعد بارہ دری میں مجلس ہوئی جس میں "سرکار محمود آباد" نے ذاکری فرمائی۔ یہاں سے کچھ ایسا متاثر اٹھا کہ تصویر کربلا نگاہوں کے سامنے پھرنے لگی۔ سال گذشتہ آج کی رات حرم سید الشہداء میں تھا افسوس کہ اس وقت اتنی دور ہوں۔ شب عرفہ کے اعمال اور زیارات سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ سید الشہداء حسین بن علی علیہما السلام کی شہادتِ عظمیٰ دنیائے انسانیت کے لیے معیار حق و باطل ہے۔ شہید کربلا ہی کی ایک ایسی ہستی ہے جو اختلاف اور افتراق کے امتیاز کو مٹاتی ہے یورپ اور افریقہ، ایشیا اور امریکہ، ہر بر اعظم کا رہنے والا اپنی قومی و نسلی عصبیت کو ترک کر کے اور اپنے ذاتی عقائد و رجحان سے کنارہ کش ہو کر حسینؑ کی مدح و ثنا کہنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے یوں تو ہر زمانے میں واقعات کربلا اور حالات امام حسینؑ میں کتابیں لکھی گئیں لیکن آج جس نقطۂ نظر و زاویہ نگاہ سے "حسینؑ اور کربلا" کے موضوع پر کتابیں تالیف کی جا رہی ہیں اس سے قبل کبھی نہیں تالیف ہوئیں۔ اساتذۂ فن و مفکرین و دانشمند کی بہترین تالیف و تصنیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہماری نگاہوں سے گزر رہی ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فضا سے تعصب و جہل کا تاریک بادل دور ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ "عظمتِ حسینؑ و منزلتِ آل محمدؐ کا آفتاب درخشاں دنیا کو منور و روشن کر دے۔

انھیں خیالات میں تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو گیا۔ عالم رؤیا میں کیا دیکھتا ہوں کہ تاریکی شب دور ہو چلی ہے افق مشرق میں تابندگی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اسی روشنی میں کچھ لوگوں کی صورتیں نگاہوں کے سامنے آ رہی ہیں جن میں سے بعض کو پہچانتا ہوں اور بعض کو نہیں کہ دفعتاً آقائی شہاب پور مدیر نورِ دانش بغلگیر ہوئے اور کہنے لگے "وہ دیکھو۔ دانشمند بزرگ آقائی میرزا خلیل صمیری کمرۂ طہرانی صاحب دائرۃ المعارف علوی (۲۴ مجلدات) و مولف کتاب "ہفتاد و دو تن و یک تن" موسوم بہ "عنصر شجاعت" ایک مجمع کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔" میں نے کہا "جی ہاں ان کے ہمراہ آقائی عبد الحسین الامینی النجفی اور آقائی عبد اللہ السبیتی بھی مع چند کتابوں کے نظر آ رہے ہیں" ان سب حضرات سے میں واقف تھا ہی چاہا کہ بڑھ کر ہر ایک کی شایانِ شان پذیرائی و تعارف کروں لیکن آقائی شہاب پور نے ایسا کرنے سے مجھ کو باز رکھا اور کہا کہ ذرا اس طرف تو دیکھئے مصر و شام کے اساتذہ و علماء کا بھی ایک گروہ مع اپنے متبعین کے آ رہا ہے۔ اس گروہ کی قیادت الاستاذ العلامۃ الشیخ عبد اللہ العلائلی الحنفی المصری فرما رہے تھے جن کے سامنے ہر ایک نہایت ادب سے اپنے سر کو جھکا دیتا تھا۔ یہ وہ عالم اجل و محقق اکمل ہے جو دنیائے علم و تحقیق کو اپنے آثار قلم کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ کبھی یہ مجلدات "سیرتِ علیؑ" یعنی

(۱) تاریخ علیؑ السیاسی

(۲) تاریخ علیؑ النظامی

(۳) تاریخ علی الفلسفی والادبی

کو پیش کرتے ہیں اور کبھی مجلدات سیرۃ الائمہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور کبھی نہایت ہی شد و مد کے ساتھ مجلدات سیرۃ الحسین السبط یعنی

(۱) سمو المعنیٰ فی سمو الذات او اشعۃ من حیاۃ الحسینؑ

(۲) تاریخ الحسینؑ "نقد و تحلیل"

(۳) ایام الحسینؑ "عرض و قصص"

کو دنیا کے سامنے پیش کر کے حسینؑ کی شخصیت بلند کا تعارف کراتے ہیں۔ علامہ عبد اللہ العلائلی کے ہمراہ استاد فہمی عویس الحنفی القاہری صاحب کتاب نجوم بنی ہاشم و کتاب شہید کربلا، الاستاذ عباس العقاد الحنفی صاحب عبقریۃ الامام و ابو الشہداءؑ بھی ہیں یہ سب حضرات بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ آگے بڑھ کر استاد علائلی کو روکوں اور ان کی تقریر سے مستفید ہوں لیکن ہمارے دوست آقائی شہاب پور کو ضد ہے کہ خاموشی کے ساتھ ایک جگہ پر کھڑا رہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ترکی بزرگ عثمانیلی کا لباس پہنے ہوئے نہایت ہی متانت و وقار سے آ رہے ہیں۔ موصوف کے ہاتھ میں ایک کتاب بھی تھی جو ترکی زبان میں تھی کتاب کے سر ورق پر جلی حروف سے لکھا ہوا تھا "تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد تالیف محقق و مورخ شہیر قاضی زنگہ زوری" ان کو دیکھ کر مجمع میں سے ایک شخص نے بڑھ کر بلند آواز سے کہا "حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح" جب لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ کہنے لگے "آپ سب حضرات اسی مقام پر رک جایئے آقائی بہلول بہجت آفندی قاضی زنگہ زوری آپ حضرات سے کچھ کہنا چاہتے ہیں" آقائی شہاب پور خاموشی سے میرے کان میں کہنے لگے "یہ منادی کرنے والے نوجوان ہمارے دوست آقائی مرزا مہدی ادیب ہیں" اب مجمع سمٹ کر ایک مقام پر جمع ہو گیا تھا اور قاضی زنگہ زوری باوجود ضعف اور پیری کے بلند و بارعب آواز سے تقریر فرما رہے تھے۔

"یہ امر آپ سب حضرات پر واضح اور روشن ہے کہ تمام مسلمانوں پر اہلبیتؑ عصمت و طہارت کی محبت و مودت لازم و واجب ہے اہلبیتؑ اطہار کے سوانح حیات و سیرت و حالات کا جاننا بھی ہم سب مسلمانوں کا ایک اہم فریضہ ہے لیکن نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں نے اپنے اس فریضہ کا احساس نہیں کیا۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ علماء اسلام کی مختلف موضوع پر بڑی بڑی ضخیم تالیفات و تصنیفات موجود ہیں لیکن خاندان نبوت کے حالات پر کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی جس سے ان حضرات کی زندگی اجاگر ہو کر ہمارے سامنے آتی۔ بیشک "آل سامان" "آل سلجوق" "آل بویہ" "آل چنگیز" "آل عثمان" کے حالات و تواریخ پر بڑی بڑی ضخیم مجلدات تالیف ہوئیں لیکن "تاریخ آل محمد" کے متعلق آج تک کوئی کتاب شایان شان نہیں لکھی گئی۔ کیا یہ امر باعث افسوس نہیں ہے (مجمع بیشک بیشک) علماء اسلام نے کسی موضوع پر اتنی محنت نہیں کی جس قدر تاریخ و احوال و تراجم رجال پر کی ہے۔ ابن خلکان، ابن خلدون، ابن اثیر، ابن جریر، ابن جوزی، ابن حجر، مسعودی وغیرہم کے کارنامے موجود ہیں۔ ان کی کتابیں میرے دعویٰ کو ثابت کرتی ہیں۔ ابن عساکر نے اسّی مجلدات میں تاریخ دمشق لکھی، خطیب بغداد کی تاریخ مع اپنے ذیل کے (۲۷) جلدوں میں تالیف ہوئی۔ اسد الغابہ اور استیعاب وغیرہ ذالک کی سی کتابیں حالات اصحاب میں موجود ہیں طبقات و رجال پر بکثرت کتابیں ہیں لیکن مقام شرم ہے کہ تاریخ آل محمدؐ اور سرگذشت اہل بیتؑ کی طرف کوئی متوجہ نہ ہوا۔ قاضی ابو یوسف (شاگرد ابو حنیفہ) کے حالات معلوم کرنے کی فکر تو ہم مسلمانوں کو بہت زیادہ ہوئی لیکن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف مطلق توجہ نہ کی گئی (آوازیں شرم شرم) تعصب کی عینک اتار کر صداقت کی نگاہوں سے دیکھئے کہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں وہ بالکل صحیح و درست ہے۔ کتب تاریخ میرے مدعا کو ثابت کر رہی ہیں کس قدر مقام افسوس ہے کہ مشہور مورخ طبری جن اہم واقعات و تاریخی حقائق کو نظر انداز کرتا ہے وہ مثلاً نبوت سے متعلق ہیں لیکن بیہودہ و خرافات امور کو اپنی تاریخ میں جگہ دیتا ہے۔ کیا نہیں دیکھا کہ وہ نمرود کو گدھ پر سوار کر کے آسمان پر اڑاتا ہے اور عوج بن عوق کے سر کو بادلوں سے ٹکراتا ہے۔ افسوس تو اس پر ہے کہ صرف مورخین ہی نے نہیں یہ غفلت برتی بلکہ محدثین و فقہاء نے بھی یہی غلط طریقہ اختیار کیا۔ علوم شرعیہ پر صدہا کتابیں لکھی گئیں لاکھوں حدیثیں ضبط ہوئیں ان اخبار و احادیث میں کوئی خبر و حدیث ان آئمہ اطہار سے نہیں روایت کی گئی جو امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد ہوئے کتب فقہ میں ہزاروں جگہ ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی وغیرہما کے نام برابر آتے ہیں لیکن امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا علیہم السلام کا ایک جگہ بھی نام نامی نہ ملے گا کیا یہ حضرات خاندان نبوت سے نہ تھے (مجمع بیشک یہی ہیں آل محمدؐ ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے) صحیح بخاری میں نو ہزار، صحیح مسلم میں گیارہ ہزار حدیثیں ہیں جن کی صحت کا مجھے اقرار ہے لیکن ان احادیث میں ایک حدیث بھی آئمہ اطہار سے مروی نہیں ہے۔ کیا ان روایات کے سلسلۂ اسناد میں باقرؑ، صادقؑ، کاظمؑ، رضاؑ کے مقدس ناموں کا نہ آنا افسوس کے قابل نہیں ہے (مصری حضرات کی آوازیں، ولیحیا القاضی زنگہ زوری) (مجمع حضرات قاضی زنگہ زوری زندہ باد)

"آپ اس اہم موضوع پر ذرا کچھ روشن پہلو سے نظر کریں!

"یہ امر بالکل واضح اور محقق ہے کہ صدر اسلام میں جب کہ خلافت اپنے حال طبیعی و مجرائے اصلی سے منحرف ہوئی اسی وقت سے آل محمدؐ کے حقوق پامال و برباد ہونے لگے خلفاء کا دور کچھ زیادہ دنوں تک نہیں رہا حالات بد سے بدتر ہوگئے جس کے نتیجہ میں حکومت ظالمانہ و سلطنت غاصبانہ بنی امیہ وجود میں آئی۔ وہ لوگ جن کی دیانت و بصیرت قوی نہ تھی معاویہ کے گرد جمع ہوگئے۔ حقائق پر مکر و فریب حیرو تشدید، ظلم و جور کے ذریعہ پردے ڈال دیئے گئے۔ نور و ظلمت، حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ رہا۔ تلبیس و تدلیس کی گرم بازاری ہوئی زیادہ افسوس تو اس پر ہے کہ وہ اصحاب جو ناظر حقائق تھے انھوں نے دیدۂ دانستہ حق کو چھپایا ہی نہیں۔ بلکہ وہ بدعت و باطل کے پیروی کرنے والے ہوگئے۔ ذرا کچھ اور روانچ کروں دیکھئے مشہور صحابی ابوہریرہ کو جو حضرت رسالت پناہ کے دربار کے حاضر باش تھے جس نے آنحضرت کی لاکھوں احادیث کو روایت کیا وہی بزرگ معاویہ کے شاہی دسترخوان کے ریزہ خوار ہوجاتے ہیں اور فخر کے ساتھ یہ کہتے ہیں۔

الصلوٰۃ خلف علی اتم و سماط معاویہ ادسم

نماز تو ضرور علیؑ کے پیچھے تمام و کمال کو پہونچتی ہے لیکن معاویہ کا دسترخوان زیادہ رنگین ہے۔ ابوہریرہ جو یہ اقرار کرتے ہیں کہ نماز علیؑ کے پیچھے بہتر ہے وہ معاویہ کے الوان نعمت سے ایسا مبتلائے فریب ہوئے کہ خدا پرستی کو چھوڑ کر شکم پرستی اختیار کرکے معاویہ کا معین و مددگار بن جاتا ہے، جس زمانے میں معاویہ نے یہ چاہا کہ مسلمانوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لے اہل مدینہ نے اظہار ناخوشی کیا۔

معاویہ نے اہل مدینہ کے پاداش جرم میں مشہور ظالم و خونخوار، دشمن دین و ایمان بسر بن ارطاۃ کو ان پر مسلط کردیا جس نے تین دن تک مدینہ میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا اور سات سو اصحاب رسولؐ کو قتل کیا، تین سو مسلمان عورتیں مقید کی گئیں۔ اس زمانہ میں ابوہریرہ بسر بن ارطاۃ کا معین و مددگار رہا۔ مدینہ کو تاراج کرنے کے بعد جب بسر یمن گیا تو اس نے اپنے رفیق کار ابوہریرہؓ کو اپنا قائم مقام و حاکم مقرر کیا۔ ملاحظہ فرمائیے کس قدر پستی و دناءت ہے۔

"مغیرہ بن شعبہ جو مشہور و معروف صحابیٔ پیغمبر ہے اس کے اعمال بد و کردار زشت سے دنیائے اسلام اچھی طرح واقف ہے۔ اس نے خلافت دوم کے زمانے میں جب کہ وہ دربار خلافت سے بصرہ کا والی تھا ام جمیل عامری کے ساتھ ارتکاب زنا کیا تھا، جو معاویہ کی خوشنودی کے لیے برسر منبر آل رسولؐ و سرچشمہ ولایت پر سب و شتم کیا کرتا تھا۔

"میں ان مثالوں کو پیش کرکے واقعہ نگاری نہیں کر رہا ہوں بلکہ ان مثالوں سے مقصود یہ ہے کہ ایسے زمانے میں فضائل آل محمدؐ کا بیان کرنا اور ان کے حالات و اخبار کا محفوظ کرنا بہت مشکل کام تھا۔ بنی امیہ کے زمانۂ حکومت میں حق و حقانیت کے آثار مٹ گئے تھے۔ اہل حق کے حالات پردہ ہائے مکر و فریب میں چھپا دیئے گئے تھے۔ امام غزالی کا ارشاد ہے "واعتقاد اهل السنة تزکیة جمیع الصحابة والثناء علیهم" اہلسنت کا اعتقاد تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور ان کی مدح و ثنا کرنا ہے، افسوس حجۃ الاسلام غزالی نے اپنے الفاظ "تزکیہ جمیع" کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ لاکھوں انسان صحابیت کے لباس فاخرہ کو زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ لفظ جمیع صحابہ کا منشاء یہ ہے کہ ان سب کو ہم پاک و پاکیزہ یا دوسرے الفاظ میں معصوم سمجھیں۔

"کیا میں حجۃ الاسلام سے دریافت کرسکتا ہوں کہ "حویطب" جو مہاجرین و صحابۂ اولین سے تھا اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں وہ حویطب جو مشرکین و کفار کا مدینہ میں جاسوس تھا۔ جس نے رسول اللہ کے ارادۂ فتح مکہ کی خبر کفار مکہ کو دیدی تھی۔ حرقوص بن زہیر باوجودیکہ اصحاب بدر سے تھا لیکن قضیۂ نہروان میں رئیس خوارج ہوا۔ صرف یہی نہیں بلکہ کئی ہزار صحابی فرقۂ خوارج میں شامل تھے یہ وہ لوگ ہیں جو باقرار امام غزالی دین اسلام سے خارج ہیں۔ میں خود جماعت اہل سنت سے ہوں میں اس قسم کے عقائد سے اہل سنت و جماعت کو بری سمجھتا ہوں میں ہر اس شخص سے جو سنت و طریقۂ رسول کا مخالف ہے خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی بیزار ہوں

آنرا کہ دوستیٔ علی نیست کافرست
گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش (حافظ)

(مجھ سے آوازیں بلند ہوتی ہیں و لیجا القاضی زنگہ زوری قاضی زنگہ زوری زندہ باد)

"یہ صحیح ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا ہے "لا تسبوا اصحابی" ہمارے اصحاب پر "سب" مت کرو۔ لیکن افعال بد و اعمال شنیع کی تنقید کرنا "سب" (گالی) نہیں ہے

حضرت اصحاب پر "سب" کرنا نہیں بلکہ کسی پر بھی "سب" کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر تنقید اعمال کو "سب" سمجھا جائے تو کسی شخص کے اعمال قبیحہ کو معرض بحث میں لانا نکتہ چینی کرنا جائز نہ ہوگا۔ اس قسم کا عقیدہ سراسر لغو ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہر شخص کے افعال بغیر کسی امتیاز کے قابل تحسین و تقبیح ہیں۔ ابو ہریرہ اور ان کے امثال صحابی ہونے کی حیثیت سے قابل رحمت، لیکن معاویہ و مروان کے آلۂ کار اور بسر بن ارطاط کے رفیق کار ہونے کی وجہ سے ہم ضرور نفرت کریں گے میں اس غلط نظریہ "خطائے بزرگاں گرفتن خطاست" کی بناء پر چشم پوشی نہ کروں گا۔ چاہے تمام علماء تاریخ سے چشم پوشی کریں (مجمع بالکل صحیح بالکل صحیح) مجھکو کیوں روکتے ہو اگر نیکیوں کی جزا ملنی چاہیئے تو اعمال بد کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔ علامہ عمر النسفی اپنے عقائد النسفی میں معاویہ وغیرہم کے افعال کو اجتہاد پر محمول کرکے ان کو مستحق ثواب قرار دیتے ہیں کوئی پوچھے کہ جو قوم بن زبیر کے اعمال و افعال کو اجتہاد پر کیوں نہیں محمول فرماتے اس کا کیا جواب دیا جائے گا؟ اصل یہ ہے کہ جو قوم اپنے مقاصد میں ناکامیاب رہا اس لیے برا ہے "مرے کو مارے شاہ مدار" معاویہ اور اس کے ساتھی کامیاب رہے اس لیے وہ اچھا ہے اور درود و فاتحہ کا مستحق ہے۔ اعمال و کردار دونوں کے یکساں ہیں۔ سچ ہے بنی امیہ کا اقتدار ان کے اعمال بد کا پردہ پوش ہے۔

"ابو مسلم خراسانی نے یقیناً ایک انقلاب پیدا کیا اور بنی امیہ کا دور حکومت ضرور پر ختم ہوا بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی، آل محمدؐ کو ان کا حق نہ مل سکا آل محمدؐ جس طرح بنی امیہ کے عہد ظلم میں مقتول و محبوس اور آوارہ وطن دربدر رہے اسی طرح عہد تاریک بنی عباس میں بھی مسموم و مقتول اور مقید و شہر بدر رہے۔ دراصل یہ عہد بھی آل محمدؐ کی تباہی کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں کوئی آل محمدؐ کی خبر کیا لیتا نام لینے کی تو جرأت نہ تھی ایسے علماء و مجتہدین و محدثین جو آل محمد کی طرف نسبت رکھتے تھے ان کو لوگوں نے چھوڑ دیا اور اپنے پسندیدہ لوگوں کو مسند علم و اجتہاد پر بٹھایا۔ باقرؑ کاظمؑ، رضاؑ آل محمدؐ کے ساتھ غدر و ظلم کیا گیا۔ اولاد فاطمہؑ کو یہ الزام دے کر کہ یہ مدعی خلافت و حکومت ہیں فنا کے گھاٹ اتارا گیا۔ آل محمدؐ کے حالات کو بنظر غور دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان ذوات مقدسہ کو یا تو محبوس رکھا یا شہید کیا۔ غرضکہ دور حکومت بنی عباس بھی آل محمدؐ کے لیے مساعد و موافق نہیں ہوا۔ اس زمانے میں کون تھا جو ان حضرات کی سیرت و حالات کی طرف متوجہ ہوتا۔

"ساتویں صدی ہجری میں چنگیز خاں کے حملہ کے بعد دنیائے اسلام میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا۔ اگرچہ یہ عہد زیادہ دنوں تک نہیں رہا لیکن یہ قلیل زمانہ فکرِ آزاد کے لیے ضرور مساعد ہوا۔ اس زمانے میں جو علما پیدا ہوئے وہ نسبتاً متقدمین سے بہتر تھے۔ تحقیق و تدقیق سے نزدیک تھے وہ اندھی تقلید نہیں کرتے تھے اس زمانے کے سلاطین بھی مثل سلطان حسین بایقرا کے نسبتاً حق و حقیقت کے طرفدار تھے۔ منجملہ دیگر علماء کے جن کی نشو و نما اس بادشاہ کے عہد میں ہوئی "محمد بن خاوند شاہ" مولف روضۃ الصفا ہے۔ وہ روضۃ الصفا جس کے انداز پر روضۃ الاحباب تالیف ہوئی۔ لیکن اس دور کے ختم ہونے کے بعد اگلے حالات پھر پلٹ آئے۔ پہلی سیاست دوبارہ رونما ہوئی، تعصب بیجا کا دور دورہ ہوا اور "حق و حقانیت" کو پھر پردۂ خفا میں رکھا گیا۔ ہاں دولت عالیۂ عثمانیہ کی تاسیس ہوئی خلافت ظاہری کا خلعت بھی سلطان سلیم اول نے زیب تن کیا۔ سلطان نے اتحادِ ممالکِ اسلامیہ کے پردہ میں بڑی جنگیں کیں۔ اس اتحاد کے لیے اس نے وہی قہر و غلبہ اور جبر و تشدد کے نامناسب طریقہ کو اختیار کیا۔ ہمارے فاتح اعظم کے مقابلہ میں جو حریف آیا وہ شاہ اسمٰعیل صفوی تھا۔ یہ دونوں جہانگیری کی آرزو رکھتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے نفوذ حکومت و وسعتِ سلطنت و مملکت کے لیے میدان کارزار گرم کیا۔ سیفِ قلم سے بھی کام لیا گیا۔ اپنے اپنے مقاصد و مرام کے لیے کتابیں لکھوائی گئیں۔ اختلافِ امت کی حد نہ رہی۔ آہ کس قدر سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید بنا کر پیش کیا گیا کس قدر دروغ و افترا سے کام لیا گیا۔ علماء نے اپنے وجدان و بصیرت کو سیاستِ سلاطین کے نذر کر دیا ہزارہا کتب مجادلہ تائید دین کے نام سے تالیف ہوئیں جو ہم تک بطور میراث کے پہونچیں۔ ہاں سیف و سنان کے زخم مندمل ہو گئے لیکن جراحت قلم سے ابھی تک خون ٹپک رہا ہے۔ واقعۂ کربلا پر بھی کتاب تالیف ہوئی بظاہر مولف نے کربلا کے سانحۂ دلسوز کی نمائش کی ہے لیکن ذکر مصائب کے پردے میں یزید پلید اور اس کے تابعینِ عنید کی طرفداری کی گئی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ فردائے قیامت حضرت فاطمہ زہراؑ عرصۂ محشر میں اپنے فرزند کے پیراہنِ خون آلود کو ہاتھوں میں لے کر

تشریف لائیں گی اور اپنے پدر بزرگوار حضرت رسالتمآب سے فریاد کریں گی۔ حضرت رسولِ اکرم ارشاد کریں گے "اے دختر آج کا دن روزِ شکایت نہیں ہے یومِ شفاعت ہے ہماری امت کے تمام گناہگار تمہارے فرزند کی شہادت کے عوض داخلِ بہشت ہوں گے" ملاحظہ فرمایا کہ مولف اسی ضمن میں یہ بتا رہا ہے کہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دے کہ یزید و شمر، عمر سعد و ابن زیاد کے لیے بھی سامانِ عفو و بخشش فراہم ہے ہم ان کو کیوں دوزخی سمجھیں۔ حالاں کہ امتِ محمدیہ کے یہ وہ ملاعنہ ہیں جن کے لیے امکانِ عفو و بخشش نہیں نہ صرف یہ لوگ، بلکہ وہ لوگ جو شہادتِ حسینؑ پر مسرور ہوئے ان کے لیے بھی ہمیشہ کے لیے آتشِ جہنم ہے۔ غرضکہ کسی زمانے میں بھی تاریخ آلِ محمدؐ کما حقہٗ نہیں لکھی گئی۔ اگر کوئی تالیف اس موضوع پر موجود بھی ہو تو وہ منافقت کے ساتھ تحریر کی گئی ہے۔ ہر دور میں تاریخ آلِ محمدؐ کو اغراض و تعصب کے پردے میں چھپایا گیا اسلاف کی کتابوں کو اخلاف کی رہبری کا سبب ہونا چاہیے ایسی کتابیں جو اخلاف کو اور تاریکی میں مبتلا کر دیں اور بحث و مباحثہ کے لیے نئے عنوان پیدا کریں کس کام کی ہیں۔ چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر ذرا گہری نظر ڈالوں۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اسلام میں تاسیسِ دولت و حکومت کے سلسلہ میں جو سیاست کارفرما تھی اس سے کتنا عظیم نقصان ہو چکا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

"عبد الملک بن مروان کے عہد میں جب عبد اللہ بن زبیر نے مکۂ معظمہ پر قبضہ کر کے ادعائے خلافت کیا ہے اس وقت عبد الملک بن مروان نے بیت اللہ کی مرکزیت کو ختم کرنے کے لیے دمشق میں ایک گھر بنوایا اور اس کعبۂ مصنوعی کی زیارت و حج کے لیے تمام لوگوں کو حکم دیا۔ دیکھا آپ نے خلیفۂ وقت نے کتنی بڑی جسارت کی۔ کعبۂ مقدس کو جو ارکانِ اربعۂ اسلام سے ہے اس کو بھی تبدیل کیا جا رہا ہے۔

"یہ اموی حکومت کا کارنامہ ہے۔ اب عباسی حکومت کا اقدام ملاحظہ ہو۔ جس وقت اہلِ مدینہ نے منصور عباسی کی خلافت کو نہیں قبول کیا بلکہ خانوادۂ نبوت کے ایک محترم بزرگ محمد بن عبد اللہ سے بیعت کی، اس موقع پر منصور ایک طرف تو جناب محمد بن عبد اللہ سے مصروفِ جنگ تھا اور دوسری طرف روضۂ رسولِ خدا و کعبۂ مقدسہ سے مسلمانوں کو منحرف کرنے کے لیے بغداد میں ایک عمارت قبۂ خضرا کے نام سے تعمیر کرائی اور لوگوں کو بجائے کعبہ کے اس بیتِ ملعونہ کے طواف کا حکم دیا۔

یہ ہے بیت اللہ کی ہتکِ حرمت!

اب دیکھیے کہ خلفائے بنی عباس۔ آلِ محمدؐ کی بے احترامی میں کس قدر کوشاں رہتے تھے۔ حد ہے کہ شعرا کو جائزہ و انعام آلِ محمدؐ کی ہجو کرنے پر دیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ابان بن عبد الحمید نامی شاعر یحییٰ برمکی وزیرِ ہارون رشید کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا کہ وہ وزیر کے توسط سے دربارِ خلافت تک پہنچیں گے۔ یحییٰ برمکی نے شاعر سے کہا کہ خلیفہ کے دربار میں رسائی اس شرط سے ہو سکتی ہے کہ تم علیؑ اور اولادِ علیؑ کی ہجو کرو۔ پہلے تو شاعر نے کچھ عذر کیا جب عذر قبول نہ ہوا تو اس ملعون شاعر نے اہلبیتِ رسالتؐ کی ہجو میں ایک نظم لکھ کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کی جس کے صلہ میں شاعر کو تقرب کا درجہ ملا اور خلیفہ کے مصاحبین میں سے ہو گیا۔ کون تھا جو آلِ محمدؐ کی منزلت کو ظاہر کرتا ان کے حالات دنیا کے سامنے پیش کرتا۔ تم نے یعقوب بن سکیت مشہور عالمِ ادب کا نام ضرور سنا ہو گا۔ یہ عالم ایک مرتبہ خلیفہ متوکل کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا کہ پسرانِ خلیفہ "المعتمد" اور "المعتز" وہیں آ گئے۔ خلیفہ نے باتوں ہی باتوں میں پوچھا کیوں یعقوب یہ دونوں میرے پسر اشرف ہیں یا فرزندانِ علی "حسنؑ و حسینؑ"؟ یعقوب نے جرأت سے جواب دیا۔ خدا کی قسم اہلبیتؑ کا خادم قنبر بھی تیرے بیٹوں سے اشرف و افضل ہے۔ یہ سن کر متوکل غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ابھی فوراً یعقوب کی گدّی سے زبان کھینچ لی جائے۔ خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور یعقوب شہید ہو گئے"۔ ملاحظہ کیا کیسا تاریک زمانہ تھا۔ کون تھا جو آلِ محمدؐ کے حالات و سیرت کو ظاہر کرتا شمسِ حقیقت تاریک بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ یہی وہ متوکل ہے جس کو مورخوں نے "محیٔ السنۃ" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ یہ سنت کا زندہ کرنے والا تھا جس نے سید الشہدا امام حسینؑ کی قبرِ مطہر کا نشان مٹا دینا چاہا تھا۔

کون حسینؑ؟ (مجمع ایک ساتھ چلا کر کہتا ہے: ہمارے نبیؐ کا نواسہ، ہم کو ساحلِ نجات تک پہنچانے والا)

"اصل یہ ہے کہ چشمِ روزگار نے علیؑ ایسا باپ فاطمہؑ ایسی ماں اور حسینؑ ایسے فرزند کو نہیں دیکھا سلام اللہ علیہم اجمعین۔

صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ عموم افرادِ بشر میں سے کون ہے جس نے حسینؑ کا نام نہ سنا ہو کیسا پیارا نام ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں کس محبت سے یہ نام لیا جاتا ہے تمام کرۂ زمین پر متمدن دنیا نام حسینؑ کس احترام سے لیتی ہے یہودی نصرانی اور دوسرے مذہب و ملت کے

لوگ اس محترم نام کی عزت کرتے ہیں۔ یورپ، ایشیا، افریقہ، امریکا، ہر براعظم کے صاحبانِ کمال نے آلِ محمدؐ کے اس مجاہد اعظم کے کارناموں اور بے مثال قربانی پر کتابیں لکھی ہیں۔ بیشک اسم مبارک حسین چاردانگ عالم میں مشہور ہے اور جو سال گزرتا ہے اس نام مقدس کو اور زیادہ پائندگی حاصل ہوتی ہے۔ عالم اسلام جو چالیس کروڑ افراد پر مشتمل ہے وہ روز عاشور اظہار غم والم کرتا ہے کوئی ہو، مذہب و ملت، نسل و خاندان، عالم و جاہل، شہری و دیہاتی، کی قید نہیں ہر ایک حسین کا غم مناتا ہے ''نوحہ و ماتم'' کرکے ''واحسینا'' کی صدا بلند کرتا ہے۔ نصف صدی قبل ہم اہل سنت و جماعت عزاداریٔ حسینؑ میں تساہلی کرتے تھے امتداد زمانہ نے جاہلانہ تعصب کو ہم سے دور کر دیا ہے۔ اب اہلسنت و جماعت بھی حضرات شیعہ کے ساتھ شریک عزائے حسینؑ ہوتے ہیں (قاضی زنگہ زوری اپنے مالک کے متعلق یہ فرما رہے ہیں) ہمارے نقطۂ نظر سے تمام افراد اسلامی کا ماتم حسین میں شریک ہونا واجب و لازم ہے اس کے اثبات کے لیے دلائلِ عقل و نقل موجود ہیں۔

''پیغمبر اسلام نے ۲۳ سال میں جس زحمت و مشقت سے امر ہدایت کو انجام دیا اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ حمایتِ حق میں مصائب و آلام برداشت کیے سرکشانِ عرب سے جہاد فرمایا اور کلمۂ اسلام کی نشر و اشاعت فرمائی۔ بالآخر قرآن و سنت کو مسلمانوں کا دستور العمل قرار دے کر دنیا سے ارتحال فرمایا۔ ''نورہاشمی'' کے بجائے ''ضلالت اموی'' نے جگہ لی ''علم محمدی'' سے ''جہل یزیدی'' نے مقابلہ کیا، اساس دین پامال ہوگئے۔ اوامر متروک اور نواہی کار واج ہوا، ان حالات میں فداکارِ امت، یادگارِ غیرت محمدی، ''حسینؑ'' سا مجاہد اعظم میدان میں آگیا۔ ۷۲ نفوس کی مختصر جماعت کے ساتھ چالیس ہزار لشکر کا مقابلہ کیا۔ حضرت سید الشہداءؑ نے ہر قسم کی قربانی پیش کی، جان و مال، اہل و عیال، اصحاب و اقارب، برادر و اولاد سبھی کو تو فدا کیا۔ بظاہر خود فنا ہوگئے لیکن نورِ ایمان و روحِ قرآن کو بقاء و دوام بخشا ایسے محسن اعظم کی تعظیم و احترام و غم و الم نہ صرف عالم اسلام بلکہ تمام عالم انسانیت کا فریضہ ہے۔ اس جلیل المرتبت حسینؑ اعظم وہ ہے جس کا جد بزرگوار تنہا عرب و قریش کی ہدایت کے لیے نہیں مامور تھا بلکہ اس نے اثبات حق و اظہار حقانیت تمام دنیا کے لیے کیا اور جس نے امر ہدایت کے انجام دینے میں بڑی سے ہر قسم کے مصائب کو برداشت کیا۔

''یہ حسینؑ فداکار بزرگ، علیؑ ایسے جری و مرد میدان کا بیٹا ہے جس نے عمرو بن عبدود کا تنہا مقابلہ کیا جس کے سامنے جاتے ہوئے ہزار ہا صحابہ ڈرتے تھے۔ علیؑ کو ذرا بھی خوف و ہراس نہ ہوا۔ ذات حسینی میں غیرت احمدیؐ و صولت حیدریؑ نے جلوہ کیا تھا اسی لیے تو اساس اسلام کو مستحکم کرنے میں ایسا بے نظیر اقدام کیا۔ عموم ملتِ اسلامی کے مفاد کے لیے حسینؑ نے تمام مصائب برداشت کیے۔ اس لیے حسین کا ماتم تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ حضرت کا روز ولادت ہر ایک کے لیے روز عید ہے اور یوم شہادت ''موسم غم'' ہے چاہیے کہ حسین کا غم قومی حیثیت سے تمام عالم اسلام میں منایا جائے۔

''یہ امر بالکل مسلمات سے ہے کہ مسلمانوں کے تفرقہ و نفاق کا اصلی سبب اہلبیتِؑ طاہرین کی توہین و تحقیر یا ان کی منزلت کو گھٹانے، اور ان کی معرفت و محبت نہ ہونے کی وجہ سے ہے یہ اختلاف و افتراق صرف اسی صورت سے مٹ سکتا ہے کہ مرکز اتحاد میں ہم سب جمع ہوں۔ یہ مرکز اتحاد عزائے حسینؑ میں اشتراکِ عمل ہے آؤ ہم سب مل کر حسینؑ کا ماتم کریں تاکہ تفرقہ و اختلاف مٹ جائے اور ہم میں اجتماع و اتفاق پیدا ہو۔

''بے شمار اخبار و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مصائبِ اہلبیتؑ میں اندوہ ناک و عزادار رہنا واجب ہے مثلاً ابراہیم النخعی جو بزرگان تابعین میں سے تھے اور امام ابوحنیفہ کے محترم استاد بھی تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز امیرالمومنین علی علیہ السلام کے حضور میں امام حسینؑ تشریف لائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یا بُنی ستقتلُ بعدی و تبکی علیک السماء والارض

اے فرزند تم عن قریب شہید کیے جاؤ گے اور زمین و آسمان تم پر گریہ کریں گے۔ اس حدیث سے ہمارا مدعا ثابت ہے۔

''کوئی شک نہیں کہ امام حسینؑ نے کفر یزیدی سے اسلام کو بچانے کے لیے اہل کوفہ کی دعوت کو قبول فرمایا اور اپنے معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو خود روانہ ہونے سے پہلے کوفہ روانہ کیا اور اس کے بعد آنحضرت بھی مع اہل و عیال عزیز و اقارب، دوست و احباب، عازم کوفہ ہوئے۔ جناب مسلم کے کوفہ پہونچنے پر تمام اہل کوفہ نے مسلم بن عقیل کی اطاعت قبول کی۔ یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو آلِ محمدؐ کے قتلِ عام کا فرمان دے کر کوفہ کا بااختیار والی مقرر کیا۔ وہ کوفہ آیا اہل کوفہ نے ابن زیاد کے پہونچنے پر حضرت مسلم کے ساتھ بیوفائی و غداری کی۔ آپ کو بظلم و ستم شہید کیا اور آپ کی نعش پاک کو دار پر لٹکا دیا۔ (قاضی زنگہ زوری یہاں تک پہونچے تھے کہ ان کو

گریہ گلو گیر ہوا اور بے اختیار ہو کر رونے لگے یہاں تک کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ آقائی شہاب پور نے مجھ کو مجبور کیا کہ مجمع پریشان نہ ہو اس لیے سلسلۂ تقریر کو منقطع نہ ہونے دو اور تم حضرت مسلم کے حالات کو بیان کرو ہم قاضی صاحب کو ہوش میں لا کر تقریر کو تمام کراتے ہیں۔ میں نے ذرا سی خاموشی کے بعد یوں اپنی تقریر کو قاضی صاحب کی تقریر سے مربوط کر دیا)

"جناب مسلم بن عقیل جن خصوصیات کے حامل تھے بنی ہاشم میں دنیا کوئی دوسرا نہ تھا۔ علاوہ اس کے کہ آپ بارگاہِ امامت سے "ثقتی من اہلبیتی" کی سند حاصل کر چکے تھے آپ تدبیر مملکت وامور سیاست کا تجربہ بھی رکھتے تھے۔ اس وقت کے مسلمانوں کی نگاہوں سے جناب مسلم کی خدمات اسلامی پوشیدہ نہ تھے سب جانتے تھے کہ وہ مجاہد اور مرد میدانِ وغا ہے جس کی کوششوں سے براعظم افریقہ کا وہ خطہ جو قدیمی جغرافیہ میں "البھنسا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جو دریائے نیل کے مغربی سمت "صعید ادنیٰ" میں واقع ہے اسلامی فتوحات میں داخل ہوا اور جہاں حضرت مسلم نے مدت تک بحیثیت گورنر کے حکومت فرمائی (فتوح البھنسا محمد بن محمد المعز ص۲۴۷ طبع بمبئی) امام حسینؑ نے ایک شجاع فاتح اور مدبر کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ کیا تھا۔ ان خصوصیات کے ساتھ حضرت مسلم احکام شرع کی رعایت انتہائی فرماتے تھے۔ حضرت مسلم نے اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ امت محمدیہ اور شریعت اسلام کا محافظ خاندانِ رسالت ہی ہو سکتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے دو مثالیں کافی ہیں۔

"(۱) جب کوفیوں نے جناب مسلم سے غداری کی اور آپ ہانی بن عروہ کے مکان میں مستور تھے شریک بن اعور بھی ہانی کے یہاں مقیم تھے شریک بیمار ہو گئے۔ ابن زیاد کو جب معلوم ہوا تو کہلا بھیجا کہ میں شریک کی عیادت کے لیے شام کو آؤں گا۔ شریک نے جناب مسلم سے کہا آج شام کو یہ مردود میری عیادت کے لیے آ رہا ہے جب وہ آ کر بیٹھے تو آپ نکل کر اس کو قتل کر دیجئے شریک نے قتل کرنے کے لیے بار بار تاکید کی اور کہا کہ کامیابی کا اس سے زیادہ بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ شام کو ابن زیاد آیا لیکن آپ اس کو قتل کرنے کے لیے حجرے سے باہر نہ نکلے۔ شریک بے چین ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا۔

ما تنظرون بسلمیٰ ان تحیّوھا

اسقونیھا وان کانت بھا نفسی

"یعنی سلمیٰ کو سلام کرنے میں اب تمھیں کیا انتظار ہے مجھے سیراب کرو چاہے میری جان ہی کیوں نہ جائے" شریک بار بار شعر کو دہرا رہے تھے ابن زیاد اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھا کہ یہ ہذیان بک رہے ہیں جب ابن زیاد چلا گیا اور جناب مسلم باہر تشریف لائے تو شریک نے کہا آپ نے کیوں نہ قتل کیا ایسا موقع کہیں ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہم کو دھوکا اور فریب دینے کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ ہمارے جد حضرت محمد مصطفیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "ان الایمان قید الفتک" دھوکے سے قتل کرنے کو ایمان مانع ہے مومن دھوکا نہیں دیتا۔

(۲) کوفہ کی گلیوں میں جناب مسلم دشمن کی فوج کا مقابلہ نہایت جرأت وبہادری سے فرما رہے ہیں۔ بزدل دشمن چاروں طرف سے گھیر کر تلواروں اور نیزوں سے حملہ کر رہے ہیں یہی نہیں بلکہ بہت سے دشمن مکانوں کی چھت پر چڑھ کر آپ پر پتھر اور دہکتی ہوئی آگ بھی برسا رہے ہیں آپ زخموں سے چور چور ہو گئے تھے۔ لب ودہن بھی تلوار سے زخمی ہو چکے تھے اور دندان مبارک ٹوٹ گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ برابر شمشیر زنی فرما رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔

"اخاف ان اکذب او اغر" "مجھے اندیشہ ہے کہ یہ جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکا دیں گے"

ایسا ہی ہوا دشمنوں نے جب دیکھا کہ ہاشمی شیر پر غالب آنا مشکل ہے الامان الامان کی آوازیں بلند کرنے لگے۔ محمد بن اشعث نے بڑھ کر کہا ہم آپ سے لڑتے ہیں آپ حالت امن میں ہیں۔ آپ نے تلوار نیام میں کر لی پھر کیا تھا دشمن آگے بڑھے اور آپ کی تلوار لے لی اس کے بعد آپ کو قصر الامارت لائے۔ جنگ کی تعب، گرمی کی شدت اور شدت جراحت یہ وہ اسباب تھے جس کی وجہ سے آپ بہت زیادہ پیاسے تھے۔ پینے کے لیے پانی طلب فرمایا مسلم بن عمرو باہلی نے کہا دیکھو یہ کتنا ٹھنڈا پانی ہے واللہ اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ ملے گا۔ شدت عطش سے آپ بے چین تھے عمرو بن حریث نے اپنے غلام سے پانی منگوا کر ایک کٹورے میں آپ کو دیا۔ آپ نے چاہا نوش فرمائیں کہ اس میں آپ کے زخمی لب ودہن کا خون شامل ہو گیا اللہ رے شریعت محمدؐ کا لحاظ خون ملے ہوئے پانی کو کیونکر نوش فرما سکتے تھے پانی کو پھینک دیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ جب آپ کو خالص آب طاہر پینے کو ممکن نہ ہوا تو فرمایا

لو کان من الرزق المقسوم لشربتہٗ

اگر یہ رزقِ مقسوم ہوتا تو پیتا۔

یہ کہہ کر کٹورے کو ہاتھ سے دے دیا۔

"کیا کوئی دوسری مثال دی جا سکتی ہے کہ اس طرح شریعت کے احکام پر عمل کیا گیا ہو۔ امام حسینؑ کے سفیر حضرت مسلم کی یہ سیرت دنیا کو بتلا رہی ہے کہ حسینؑ کس پاکیزہ مقصد و مرام کو حاصل کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ یہ مقصد احیاء قرآن و سنت تھا۔

(میں اپنی تقریر کی اس منزل تک پہونچا تھا کہ آغائے شباب پورنے بیٹھنے کا اشارہ کیا کیوں کہ قاضی زنگر زوری تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ موصوف نے فرمایا۔)

"جناب مسلم کی شہادت کے چند دنوں بعد امام حسینؑ وارد عراق ہو کر دریائے فرات کے کنارے افواج یزید و ابن زیاد کے نرغہ میں گھر گئے۔ امام کے ہمراہ ہفتاد و دو تن تھے جن میں اٹھارہ نفوس مقدسہ خاندانِ نبوت و آل ابو طالبؑ سے تھے۔ دریائے فرات کا پانی بند کر دیا گیا اطفال اہلبیتؑ پیاس سے تڑپنے لگے تین دن تک کسی کو ایک قطرہ پانی کا چکھنے کے لیے بھی نہ مل سکا۔ آپ کے اصحاب و انصار اور اعزاء و اقارب نے یکے بعد دیگرے عالمِ تشنگی میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اب حضرت دشمنوں کے نرغہ میں تنہا رہ گئے۔ اسد بیشۂ حیدری، علمدار حسینیؑ قمر بنی ہاشم، بزرگ صحنۂ کربلا حضرت ابوالفضل عباسؑ، شبیہ پیغمبرؐ علی اکبرؑ قاسم بن حسنؑ، عون و محمدؑ، اب کوئی بھی نہ تھا

نہ لشکر سے نہ سپاہ ہے نہ کثرۃ اناس ہے
نہ قاسم ہے نہ علی اکبر ہے نہ عباس ہے

صرف ایک ششماہہ طفل شیر خوار علی اصغر ماں کی گود میں پیاس سے تڑپ رہا تھا آپ نے چاہا کہ اس چھ مہینہ کی جان کے لیے پانی طلب کریں۔ بچے کو ہاتھوں میں لے کر اشقیاء کے سامنے تشریف لائے اور ایک جرعۂ آب کے لیے طالب ہوئے۔ آہ! امتِ ظالم نے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا بلکہ طفلِ شیر خوار کو اپنے زہر آلود تیر کا نشانہ بنایا۔ مظلوم امامؑ نے اتمام حجت کے بعد میدان شہادت کا ارادہ فرمایا۔ آپ یاد خدا میں مشغول تھے کہ تین دن کے بھوکے اور پیاسے امامؑ کو قاتل نے بظلم و ستم پشت گردن سے ذبح کر دیا۔ شہادت کے بعد اشقیاء نے خیام مطہرہ کو تاراج کر کے آگ لگادی۔ دختران رسول و مخدرات اہلبیتؑ کے سروں سے چادریں اتارلیں اور شتران بے کجاوہ پر سوار کر کے کوفہ اور کوفہ سے شام قیدی بنا کر لے گئے۔ سر اقدس کو نیزے پر بلند کر کے دیار بہ دیار پھرایا گیا اور پھر دربار میں بطور نذر پیش کیا یہ ہے حرمت و احترام جو امت نے اپنے پیغمبرؐ کے خاندان کے ساتھ برتی فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

"امام حسینؑ کی قبر مطہر کربلا میں ہے جو عالم اسلام میں حرمین کے بعد دوسری زیارت گاہ ہے ہزاروں کیا لاکھوں کی تعداد میں زوار آتے ہیں اور سعادتِ زیارات سے مشرف ہوتے ہیں۔

"اجازت دیجئے ایک امر اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔

"ہماری جماعت اہل سنت مقابر اولیاء اور تربتِ مشائخ کی زیارت کرنا لازم و ضروری سمجھتی ہے۔ یہ امر باعث ثواب و بخشش ہے۔ ہم اہلسنت میں سے بہت سے لوگ بہاء الدین نقش بندی کی زیارت کے لیے بخارا شیخ اکبر کی زیارت کے لیے مصر، جلال الدین رومی کی زیارت کے لیے قونیہ، یہاں تک کہ مقابر مشائخ کی زیارت کے لیے اناطولیہ تک جاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ جو بغداد، اجمیر گلبرگہ، ملتان وغیرہ بھی جاتے ہیں) لیکن افسوس ہے کہ اہلسنت کربلا معلی و ائمہ اہلبیتؑ کی زیارت کو بہت کم جاتے ہیں۔ آخر جب ہم قبور مشائخ کرام کی زیارت حصول ثواب کے لیے کرتے ہیں تو پھر ہم مشاہد آلِ محمدؐ کی زیارت کے لیے کیوں نہیں جاتے۔ جا ہست مشائخ و اولیاء میں کس کا فیض ہے؟ بجز فیض محمدیؐ، فیض علویؑ کسی دوسرے کا فیض نہیں ہے ان لوگوں کو جو مرتبہ بھی ملا ہے اسی بارگاہ سے ملا ہے اگر یہ اہلبیت کے کمترین چاکر بھی ہوں تو بڑی بات ہے سب کا اتفاق ہے کہ اربابِ طریقت کے استادِ حقیقی و فیض رساں امیر المومنین علی کرم اللہ ہیں جب ایسا ہے تو ہم ان کی زیارت کے لیے کیوں نہیں جاتے۔ میرے خیال میں یہ اہلسنت کے عوام کی غلطی نہیں ہے یہ غلطی علماء و فقہا کی ہے جو اس جماعت پر حکومت کر رہے ہیں۔ علماء نے محبت اہلبیت کا بیج عوام کے دلوں میں نہیں بویا۔ مشاہد کی زیارت کے لیے متوجہ نہیں کیا یہ اسی تم سب کا نتیجہ ہے جو آل محمدؐ کے لیے اسلاف نے اختیار کیا اور آج تک ہم سب اسی میں مبتلا ہیں۔ جس کے نتیجہ میں افتراق میں مبتلا ہوئی۔ اے کاش ہم اہلسنت عتبات عالیات کی خاک کو سرمۂ چشم بناتے اور دولتِ زیارت سے مالا مال ہوتے اگر ایسا ہو جائے تو مسلمانوں کی کامیابی و فلاح کی روشن صبح بھی نمودار ہو سکتی ہے۔"

یہ تھے آخری فقرات جو قاضی زنگہ زوری نے اختتام تقریر میں کہے مجمع میں بڑا جوش تھا موصوف کی تقریر کے ختم ہونے کے بعد چند مصری نوجوان جو جامعۂ ازہر کے "دبلوم" معلوم ہوتے تھے کھڑے ہوگئے اور ایک ساتھ ہم آہنگ ہو کر مصری لہجہ میں استاد علائلی کی نظم کے یہ اشعار پڑھنے لگے۔

فیاکربلا کہف الاباء مجسماً
ویاکربلا کہف المطولۃ والعلا
یاکربلاء قد حزتِ نفساً نبیلۃ
وصیّرت بعد الیوم رمزاً الی السما
ویاکربلا قد صرت قبلۃ کل ذی
نفسٍ تضاغرت مبدئھا الدنا
للمسلم الاسمٰی شعادٌ مقدسٌ
ھما قبلتانِ للصلاۃ وللاءِ باء
فاکرم ببیتٍ کان للناس شرعۃً
ولبتقاً من خطۃ اللیل والغدیٰ

"اے کربلا تو پیکر ہمت بلند اور مجسمۂ شجاعت و بزرگی کا جائے قرار و قیام ہے۔

"اے کربلا تو ایک روحِ اعظم و نفسِ نفیس کو لیے ہوئے ہے اب تیری بلندی آسمان سے بھی پرے ہے۔

"اے کربلا تو ہر ایسے شخص کا قبلہ ہے جو اپنے پاک مقصد و نیک ارادے کے سامنے زمانہ کو ہیچ و پوچ سمجھتا ہے۔ مسلمانوں کا شعار مقدس اور قومی ترانہ تو بس یہی ہے کہ وہ دو قبلہ رکھتے ہیں ایک کعبہ ہے جو قبلۂ نماز ہے اور دوسرا کربلا جو بلندیٔ ہمت اور وقارِ نفس کا قبلہ ہے تعظیم و اکرام کرو مشہد کربلا کی جو لوگوں کے لیے منہاج و صراط مستقیم ہے اور جہاں سے کرامت و فضیلت اور ایثار و فداکاری کے چشمے ابلتے ہیں۔

مجمع سے صدائے تحسین و احسنت بلند ہو رہی تھیں کہ ایک مرتبہ موذن صبح نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ میں گھبرا کر فریضۂ صبح ادا کرنے کے لیے اٹھ بیٹھا۔

(اس مضمون میں قاضی زنگہ زوری آفندی کی تقریر خود انھیں کی کتاب "تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد" سے ماخوذ ہے جو مطبوع ہے)

صفحہ ۲۷ کا بقیہ

صفحہ ۲۷ کا بقیہ

پناہ تھا ظلم و تشدد پرستی و نخوت کے خلاف آپ کا پیغام تھا۔ آپ نے بہ حیثیت فرد واحد سے جنگ نہیں کی تھی بلکہ اس کے اصولوں کے خلاف جو انسانیت کے لیے باعث ننگ تھے۔

حقیقت تو یوں ہے کہ ابھی انسانوں کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ جوں جوں زمانہ بیدار ہوتا جائے گا حسین کی حیثیت یا دوسرے الفاظ میں حسین کی انسانیت کا قائل ہوتا جائے گا اور پیمبر شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی کے یہ الفاظ۔

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسینؑ
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسینؑ
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

بالکل صادق آئیں گے۔

انشاء اللہ

پردہ کی عظمت اور حسینؑ کی تعلیم

از جناب سید شبیر حسن صاحب عابدی ٹھاکس اسپتال آگرہ

تعلیم دو طرح سے دی جاتی ہے ایک زبانی اور ایک عملی ۔ مگر حسینؑ نے عملی تعلیم دی ہے حسینؑ ہی نے تعلیم نہیں دی بلکہ ، عورتوں اور بچوں نے بھی تعلیم دی ۔ مگر آج کل مغربیت تمام دنیا میں چھائی ہوئی ہے ۔ ماں بہنوں کو بے پردہ رکھنا لوگ فخر سمجھتے ہیں جس کی بناء پر آوارگی اور بے حیائی بڑھتی جا رہی ہے لوگ بے حیائی کی طرف مائل ہو رہے ہیں اسلام کے اصول کو چھوڑ کر کفر کی جانب لبیک کہہ کر بڑھ رہے ہیں اور مجلس حسینؑ میں آنا اپنی بے عزتی تصور کر رہے ہیں اس لیے وہ اہل بیت کی بے پردگی پر کیا آنسو بہائیں گے اُن کی ماں بہنیں تو بے پردہ اِدھر اُدھر گھوما کرتی ہیں وہ پردہ کی عظمت کو کیا جانیں ۔ اللہ اللہ اس پردہ کا سبق لوگوں کو حضرت سکینہؑ سے سیکھنا چاہئے جو سن بلوغ تک نہیں پہونچی صرف چھ سال کی جان کا دیکھئے جب امام حسینؑ شہید ہو چکے لاشۂ اطہر پائمال سم اسپاں ہو چکا ۔ خیموں میں آگ لگا دی گئی خیمے لوٹے جا چکے تب حضرت زینبؑ جناب سید سجادؑ کے پاس تشریف لاتی ہیں سید سجادؑ تپ کی حالت میں غش میں پڑے ہوئے ہیں جناب زینبؑ سید سجادؑ کو پکارتی ہیں بیٹا سید سجاد اب تم امام وقت ہو بیٹا خیمے جل رہے ہیں بتاؤ ہم لوگ باہر نکل جائیں یا اسی میں جل کر مر جائیں اور اپنی جانوں کو قربان کر دیں سید سجادؑ نے فرمایا پھوپھی جان چچا عباسؑ کہاں ہیں کہ ملعونوں کو اتنی ہمت ہو گئی کہ وہ یہاں تک آ گئے اور انھوں نے خیموں میں آگ لگا دی ۔ فرمایا بیٹا ۔ وہ دریائے فرات کے کنارے دونوں شانہ کٹائے ہوئے سر پر گرز گراں کھائے ہوئے آرام سے سو رہے ہیں پوچھا کہ بابا کہاں ہیں فرمایا کہ بچا ! تیرا شہید ہو چکا سر جسم اقدس سے جدا کر کے نوک سناں پر بلند کر دیا گیا لاشہ پائمال ہو چکا ہم لوگوں کے سروں سے چادریں چھین لی گئیں ۔ خیمے لوٹے جا چکے اب مردوں میں سوائے تمھارے کوئی نہیں ۔ بھرا گھر ہمارا خالی ہو گیا ۔ سیّد سجادؑ نے کہا پھوپھی اماں آپ جان بچا کر باہر نکل آیئے مگر راوی بیان کرتا ہے کہ بیبیوں کا یہ عالم تھا کہ جب ایک خیمہ جلتا تھا تب دوسرے میں ، جب دوسرا جلتا تھا تب تیسرے میں اپنا منہ چھپا لیا کرتی تھیں مگر جب سب خیمے جل گئے تب بیبیاں باہر نکل آئیں اپنے بالوں سے منہ چھپائے ہوئے مگر یہ عالم تھا کہ ایک بی بی دوسری بی بی کے پیچھے اپنا منہ چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں اور اتنی بدحواس اور پریشان تھیں کہ ایک کا دوسرے کو حال معلوم نہ تھا کہ اسی اثناء میں ایک بچی کے کرتے میں آگ لگ گئی کانوں سے خون جاری تھا رخساروں پر طمانچوں کا نشان تھا ۔ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے منہ چھپائے ہوئے تھی ۔ اس بچی نے نہر کی جانب منہ کر کے کہا اے چچا عباس ، تمھیں بابا کی قسم اب مجھے بچا لیجئے میرے کرتے میں آگ لگ گئی ہم جل کر مر جائیں گے کیا بابا کے مرتے ہی تم نے بھی آنکھیں پھیر لیں پہلے تو روتا نہیں دیکھ سکتے تھے آپ بے چین ہو جایا کرتے تھے لیکن آج کیا ہو گیا راوی بیان کرتا ہے کہ لاشۂ جناب عباسؑ کو حرکت ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ جناب عباسؑ اٹھنا چاہتے ہیں مگر ایک غیب سے آواز آئی ۔ عباسؑ اب وقت ختم ہو گیا اب آرام کرو ۔ ناگاہ ایک مخدومہ کی نظر پڑ گئی دوڑ کر آگ کو بجھایا ۔ بچی کہنے لگی کہ پھوپھی جان آپ لوگوں نے تو اپنے بالوں سے اپنے چہرے چھپا لیے ہیں لیکن ہمارا بال تو بہت چھوٹا ہے ہم کیسے اپنے چہرے کو چھپائیں نامحرموں کا مجمع ہے اور چادریں ہمارے سروں پر نہیں ہیں جناب زینبؑ سے رہا نہ گیا نجف کی جانب رخ کیا اور فریاد کرنے لگیں یا

امیرالمومنینؑ آپ سب کی مدد کرتے ہیں اب آئیے اور اپنی بہو۔ بیٹیوں کو دیکھئے کہ ملاعین کے مجمع میں گرفتار ہیں اور نامحرموں کی نظریں ہم پر پڑ رہی ہیں۔ آپ کا بیمار پوتا تپ کی حالت میں ہے جس کے گلے میں طوق سلاسل ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پیروں میں بیڑیاں پہنائے ہوئے ہیں۔ جب اس کو غش آتا ہے تو کوڑوں سے اذیت دیدے کر اٹھاتے ہیں ناگاہ سر حسینؑ سے آواز آئی بہن صبر کرو تمھاری فریاد سے باری تعالیٰ کو غیظ نہ آجاوے اور ساری محنت برباد نہ ہو جاوے ایسا کام کرو کہ نانا کی امت بخش دی جاوے حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جناب زینب کا دل بیٹھ گیا اور خاموش ہوگئیں۔ مختصر یہ کہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ میں پہونچا یہ وہ کوفہ تھا کہ شہزادیوں سے عورتوں کو ملنا ہوتا تھا وہ درخواست دیتی تھیں جب منظور ہوتی تھی تب عورتیں جانے پاتی تھیں۔ اور وہی شہزادیاں کوفہ میں قیدی کی حالت میں لائی جا رہی ہیں بازار آراستہ مجمع غفیر۔ بیمار کربلا ہونٹوں کی ساربانی کر رہے تھے۔ اگر غش آجاتا تھا تو کوڑوں سے ہوش میں لایا جاتا تھا پاؤں سوجے ہوئے، بخار شدید چڑھا ہوا یعنی آپ کا جو تھا امام کوڑے کھاتا ہوا گرتا ہوا اس شان سے کوفہ کی بازاروں سے گزر رہا ہے جناب زینبؑ کو غیض آگیا آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا لوگوں کو یہ معلوم ہوا تھا کہ حضرت علیؑ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں مجمع میں سکوت کا عالم تھا علیؑ کی بیٹی نے ارشاد فرمایا کہ اے کوفیوں کیا تمھیں شرم نہیں آتی۔ کیا تم لوگ رسولؐ و آل رسولؐ کے رتبہ سے واقف نہیں ہو کیا تم نے علیؑ کا زمانہ بھلا دیا کیا تم لوگوں نے خط لکھ لکھ کر مہمان نہیں بلایا۔ کیا تم لوگوں نے حسینؑ کو دغا دے کر شہید نہیں کیا۔ کیا تمھیں شرم نہیں آتی کہ تم لوگ آل رسولؐ کی بے حرمتی کر رہے ہو کیا تم لوگ نہیں دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگوں کے سروں پر چادریں نہیں ہیں۔ کیا علیؑ نے تم لوگوں کو پردے کی بابت ہدایت نہیں کی کیا رسولؐ کی شریعت کو بھول گئے۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہماری ماں کا جنازہ شب میں اٹھا تھا۔ شرم کرو اور آنکھیں بند کر لو۔ کوفیوں کا یہ عالم تھا کہ نظریں نیچی کیے ہوئے زار وقطار رو رہے تھے یہ رسولؐ کی آل کا سبق تھا اے مسلمانوں کیا میں تم لوگوں سے پوچھ سکتا ہوں کہ کیا یہی پردہ کی اہمیت ہے جو آج کل پردہ اٹھایا جا رہا ہے تو کیا وہ لوگ مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں جو رسولؐ و آل رسولؐ کی تعلیم کے خلاف نعرہ بلند کر رہے ہیں قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے جو قرآن و احکام الٰہی کے خلاف چلیں اور رسولؐ و آل رسولؐ کے خلاف چلیں وہ مسلمان نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں پر ہر طرح کی آفت ناگہانی نازل ہو رہی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ پروردگار نے تھوڑا سا عذاب مسلمانوں پر نازل فرمایا ہے تاکہ مسلمان سنبھل جائیں مگر صد افسوس کہ مسلمان گناہوں کی طرف اور بڑھتے جا رہے ہیں اور احکام الٰہی کو بھولتے جا رہے ہیں۔

شہدائے کربلا

کی

سہ روزہ تشنگی

(از قلم حقیقت رقم)

سرکار سید العلماء جناب مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ سندرنگی پوری مدظلہ العالی

موصوف نے یہ مستند رسالہ جو کتب خانہ رام پور کی ہزارہا کتابوں سے مدد لے کر چھ ماہ کی لگاتار محنت میں تحریر فرمایا تھا، حضرت خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی مدظلہ کے حسب ارشاد نظارہ کو مرحمت فرمایا تھا جو دلی شکریہ کے ساتھ ابوالفضل العباس نمبر کا ایک اہم حصہ بنا کر شایع کیا جا رہا ہے

ناچیز فضل

حمایۃ العطشان

و

نصرۃ الظمآن

حامداً و مصلیاً

علمی دنیا میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب انسان مسلمات و متواترات کے خلاف رائے اختیار کرتا ہے تو منافرت و تناقض کی کشمکش اس کے لیے وجہ حیرانی بن جاتی ہے۔ مسئلہ زیر بحث کے تواتر و قطعیت کے مرتبہ پر پہنچے ہونے سے اس کے انکار صریح میں فطری طور پر جھجک پیدا ہوتی ہے اور اغراض و دواعی نفس اس کو مسلم الثبوت حیثیت کے انکار پر مجبور کرتے ہیں اس سے ذہنی اضطراب کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور عقلی توازن برقرار نہیں رہتا لہٰذا کوئی محقق رائے دنیا کے سامنے پیش نہیں کی جا سکتی

عہد حاضر میں کتاب "تمہید انسانیت" کے لائق مؤلف نے اپنے طرز عمل سے [illegible] دنیا کی نہایت واضح مثال پیش کی ہے [illegible] امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہلبیت و اصحاب پر تین دن پانی بند کر دیے جانے کی وجہ سے جو انتہائی شدت عطش گذری ہے وہ ضرب الامثال زبان زد خاص و عام اور متواترات و مسلمات میں داخل ہے مگر لائق مؤلف کی جدت نواز طبیعت نے خدا جانے کس ضرورت کی بنا پر صبح عاشورا امام کے غسل فرمانے اور آداب طہارت بجا لانے کا تذکرہ مناسب سمجھا [illegible] اس تذکرہ کی ضرورت و اہمیت [illegible] اعادہ کا لحاظ نہ کرتے ہوئے اس کو بار بار دہرایا

چونکہ یہ افسانہ جدت و تازگی سے خالی نہ تھا اور ایک ایسی زبان قلم سے نکل کر منظر عام پر آیا تھا جس کے ذوق تحقیق سے شیعہ قوم کے اکثر مجتہدین [illegible] حسن ظن وابستہ رکھتے ہیں اور جس کی ہر نظر تقریباً [illegible] پر [illegible] تأثرات رکھنے والے دماغوں کو یہ دھوکا ہوتا تھا کہ وہ ضرورت وقت کو پورا کرنے والی ہوگی لہٰذا اشتیاق و تجسس نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکا۔ اور کل جدید لذیذ کا [illegible] سب مگر استقرائی کلیہ ہے جو استثنا سے محفوظ نہیں رہ سکتا یہی وہ مقام ہے جہاں کمال اندیشی و تجربہ کاری کی ضرورت ہوا کرتی ہے خلاصہ یہ کہ یہی جدت طرازی اہل ذوق کے لیے بجائے لذت بخش ہونے کے باعث تلخ کامی ثابت ہوئی جس پر وہ صبر نہ کر سکے اور ہر طرف سے احتجاج و اختلاف کا غلغلہ شروع ہو گیا۔

لائق مؤلف اور ان کے سرگرم معتقدین کا یہ دعویٰ ہے کہ کتاب "تمہید انسانیت" [illegible] اس کے کہ طبع و اشاعت و بیع و شریٰ کے تمام مراحل طے کر چکی ہے) ہنوز غیر مختتم اور [illegible] کتاب نہیں ہے بلکہ محض مسودہ اور ابتدائی خاکہ ہے اور [illegible] آراء [illegible] شائع کی گئی ہے میرا خیال یہ ہے کہ یہ سوال محض اصطلاح سے متعلق ہے اور ہر شخص کو اس کا مجاز ہونا چاہیے کہ وہ حسب مرضی اصطلاحات قائم کر سکے اگر بین الاقوامی اشاعت اور عام خریداری کے بعد بھی اس کتاب پر از روئے اصطلاح "مسودہ" ہی کا اطلاق کیا جاتا ہے تو کسی کو اس سے تعرض نہ کرنا چاہیے۔ پھر سابق ایڈیشن کو اگر اصطلاحی طور پر لاحق ایڈیشن کے مقابلہ میں "مسودہ اور غیر مختتم" کہا جائے تو ارباب معنی کو لفظی جھگڑوں میں الجھ کر وقت ضائع نہ کرنا چاہیے ہاں وہ محض مسودہ ہے اور غیر مختتم ابتدائی خاکہ جو بغرض استصواب [illegible] آراء و خیالات شائع کیا گیا ہے مگر پھر بھی یہ بات سمجھنے میں نہیں آتی کہ جب اشاعت مسودہ کا نصب العین مختلف آراء و خیالات کا معلوم کرنا ہی تھا تو تمام اختلافات و اعتراضات کا عین مقصد [illegible] کتاب قصد کر کے خیر مقدم کرنا چاہیے تھا غرض استصواب پوری ہو رہی تھی اہل ذوق اپنے اپنے خیالات و آراء کا اس [illegible] بے خوفی سے اظہار کر رہے تھے اس لیے مناسب تھا کہ تمام اعتراضات [illegible] کو [illegible] کے ساتھ قبول کر لیا جاتا۔ اور ان کی روشنی میں کتاب (یعنی مسودہ اور ابتدائی خاکہ) کی حسب ضرورت اصلاح و ترمیم کر دی جاتی جو آراء طلبی کا اصل مقصد تھا مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ بحث و تکرار اور جدال کا آغاز کر دیا گیا [illegible]

شائع ہونے لگے مسلسل نظاہر کتب کا یہ تشہیر ہوا کہ تم ملا تھا و تقریری غرض و غایت پوری نہ ہو سکی۔ لائق مولف کا تمام نکتہ چینیوں کو یا نا حریف و خصیم تصور کر لینا غلط تھا اور یہی غلطی نے غیر تھا ہی غلطیوں کا سلسلہ قائم کر دیا اس میں شبہ نہیں کہ اہل لکھنؤ کی خوش قسمتی ان کے یہاں اسباب تفریح و سامان دلچسپی ہمیشہ مہیا رکھتی ہے غیر تیرہ گذر کی چہل پہل ہر زمانہ میں ارباب ذوق کے لیے شغل بیکاری اور تفریح طبع کا سامان اپنے اندر فراہم کرتی رہتی ہے مگر لکھنؤ یا دوسرے مقامات کے ان تمام علمی و مذہبی حلقوں کو جنھوں نے سرگرم یا جبراً اور شہید انسانیت میں اصلاح کی ضرورت سمجھی تھی اپنا مخالف سمجھ لینا نامناسب تھا اور پھر مولف «شہید انسانیت» کو عالی ظرف و وسیع الخیال اور انسانیت نواز ہونا چاہیے تھا کہ اپنے حریفوں کے اعتراضات پر بھی سنجیدگی سے غور فرماتے اور مباحثات بے جا میں نہ پڑتے اور عبارات مذکورہ کا تہ دل سے نہ دے سکنے کی وجہ سے صورت حال پیچیدہ ہو گئی۔ جہاں تک «شہید انسانیت» کی غلطیوں کا تعلق ہے یہ تاویل ممکن تھی کہ سہو سیرت دنیا وارادہ و نیت کو ان میں دخل نہیں وہ خیال اجتہادی کا نتیجہ یا تجربہ کی کمی اور جذبہ شہرت طلبی کے بے اعتدالی کا ثمرہ ہیں اور ان کی اصلاح کی جا سکتی ہے مگر اس کے بعد جو رسائل اور پمفلٹ مسلسل شائع کیے گئے ہیں اور جو مضامین اخبارات میں لکھے گئے ہیں وہ ہر طرح کے علمی مواد سے خالی اور اخلاقی قدر و قیمت سے بیگانہ ہیں۔ ناحق خدا و رسول بے جا اصرار و بے محل خود داری کہہ سکتا۔ عوام شیعہ کی قربان گاہ بنایا گیا ہے اور یہ صورت ان طبائع کے لیے بھی قابل برداشت نہیں جو حد سے سوا امن پسند و عافیت کوش ہیں اور مائل اعتدال رہنا ان کا فطری خاصہ ہے۔ فاضل مولف کی تصانیف میں جو لٹریچر پیش کیا گیا ہے ان کو پڑھنے سے یہ

ظاہر ہوتا ہے کہ شخصی وقار سب سے اہم مقصد بنا ہوا ہے حق و ناحق کا کوئی سوال نہیں غریب عوام کے عقائد کا کیا حشر ہو گا اس سے کچھ بحث نہیں ایک طرف شکستہ تقلید تھا شخصی کا جذبہ حکایت غسل کی توثیق و تصحیح کو لازم ٹھہراتا ہے دوسری جانب نایابی آب کی ایسی مسلم الثبوت حقیقت کا انکار بھی آسان نہیں اس کشمکش میں سفینہ ذوق تحقیق مضطرب ہو گیا ہے معترضین کے مقابلہ میں دفاع کی ہر سعی دوسری سعی کو غیر مشکور اور ہر کاوش دوسری کاوش کو ناکام بنا رہی ہے حکایت غسل کی تائید و تقویت کے لیے ضروری ہے کہ صبح عاشور تک پانی کا نہ صرف وجود بلکہ افراط و فراوانی بھی ثابت کی جائے اور اس کے لیے روایات نادرہ و غریبہ و مجہولہ تلاش کی جا رہی ہیں اور علمائے محققین کی بلند شخصیتوں کو سامنے لا کر یہ فریب دیا جا رہا ہے کہ جو روایات ایسے ایسے علمائے مذہب کی کتابوں میں ہوں گی وہ لامحالہ معتبر و موثق ہی ہوں گی شیخ صدوق شیخ مفید، سید رضی الدین بن طاؤس، علامہ مجلسی جناب غفرانمآب علامہ کنتوری حضرت ناصر الملۃ کی بلند ترین شخصیتوں کی آڑ لے کر عوام کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ یہ حضرات بھی کربلا میں قحط آب کے قائل نہ تھے صبح عاشور تک پانی بکثرت موجود تھا مانعت نہیں روایت جگہ جگہ خونریزی سے بہتر ان کے لیے تصحیح اذان و غسل کی آرزو جہاں روایات نادرہ کی جستجو کی داعی وہاں نایابی آب اور شہدائے سہ روزہ پیاس کا انکار بھی سہل بھی نہیں اس دردانگیز حقیقت کی انتہائی شہرت ہے کہ ہر شخص جان آرزو بنی ہوئی ہے اس کا صاف انکار کس طرح کیا جائے جبراً و قہراً معترضین سے کہا جاتا ہے کہ کیا صفحات «شہید انسانیت» میں امام حسینؑ اور آپ کے ہمراہیوں پر ساتویں محرم سے پانی بند کیا جانا درج نہیں ہے؟ کیا «شہید انسانیت» میں شہدائے کربلا کا تین روز کا بھوکا پیاسا ہونا بصراحت مذکور نہیں ہے؟

غرض آرہیان طائر ذوق تحقیق دو عملی میں ہے منطقی اور تشریح ہے کہ الذی نقضت غزلہا۔ بعد قوۃ انکاثا، کا صحیح نقشہ کھینچ رہا ہے یہ واضح نہیں ہو سکتا کہ مسئلہ آب میں بحیثیت مجتہد فن تاریخ مختتم و محقق رائے کیا ہے کہ کربلا میں تین دن قحط آب تھا یا صبح عاشور تک پانی کی فراوانی تھی یا پانی نایاب بھی تھا اور موجود بھی؟ اس مسئلہ میں «شہید انسانیت» اور دوسرے پمفلٹ اور رسائل سے جو «شہید انسانیت» کے بعد شیعی دنیا میں لائے گئے ہیں ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کربلا میں پانی کے قحط و نایابی کے قائل تو ہیں مگر اس کے بکثرت و فراوانی موجود ہونے کے ساتھ۔ اور اس طرح آپ کے نزدیک تناقض و منافات و اختلاف بیان کوئی نقص و عیب نہیں ہے اور اجتماع نقیضین بنا بر تحقیق تازہ در اجتہاد نو مرتبہ استحالہ و امتناع سے گر گیا ہے نیز آپ کی تحقیق فلسفہ شہادت و قربانی کی بنا پر حضرت سید الشہدا اور آپ کے اصحاب و اقارب تین دن کے پیاسے تھے اس وجہ سے نہیں کہ پانی نایاب تھا بلکہ کثرت و فراوانی آب کے باوجود جس سے وضو کرتے تھے غسل فرماتے اور کپڑے دھوتے تھے صرف پیتے نہ تھے کیونکہ شہادت مانع تھی پیاسا رہنا ان کا اختیاری فعل تھا قحط آب باعث عطش نہ تھا۔ یہ ہے مسئلہ آب میں «شہید انسانیت» اور اس کے معاون دیگر رسائل کے مضامین غریبہ و نادرہ کا خلاصہ۔ یعنی کربلا والوں نے اپنی مرضی سے پانی ہڑتال کر رکھی تھی اس لیے پیاسے تھے

ناظرین پہلے ان صفحات کی سیر فرمائیں جن کی طرف بیفلٹ «چھیانوے سوالات» میں توجہ دلائی گئی ہے۔

قحط آب سے متعلق «شہید انسانیت» کی نقشہ کشی

(۱) ساتویں سے پانی بند ہو جانے کے بعد حیدر سید سجاد کے لیے بھی پانی کا ایک قطرہ ملنا ناممکن ہو گیا ایک ایسے بیمار کے لیے یہ

ناقابلِ برداشت تعب کو کم نہیں پہنچا
(شہیدِ انسانیت صفحہ ۴۵)

(۲) دریا پر فوج کا پہرہ بٹھا دیا گیا تھا اور ایک قطرہ پانی کا حسین اور ان کے رفیقوں تک پہنچنا ممکن نہ تھا صفحہ ۸

(۳) تمازتِ آفتاب میں ترقی ہوتی جاتی ہے میدانِ جنگ میں عرب کے ریگستان اور کھلے ہوئے صحرا کی سخت دھوپ میں پیاس کا طوفان ایک ایک دم ترقی کرتا جاتا ہے صفحہ ۵۶

(۴) کربلا میں ساتویں تاریخ سے پانی بند ہو گیا تھا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ غذا موجود تھی جیسا کہ شیخ جعفر شوشتری نے لکھا ہے یقیناً غذا بھی میسر نہ تھی اس لیے امام حسینؑ اور ان کے اہلِ حرم جس طرح تین دن کے پیاسے تھے وہ تین دن کے بھوکے بھی تھے صفحہ ۶۰

(۵) وہ چشمۂ ہمدردی جس نے ابھی چند روز ہوئے اپنے دشمنوں کی پوری فوج کو سیراب کیا تھا اس کے ننھے ننھے بچے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں۔ صفحہ ۲۱۵

(۶) اصحابِ حسینؑ کی بابت لکھتے ہیں یہ قلت تعداد بے کسی و بے بسی یقینی بربادی اور تین دن کی بھوک پیاس اور حکومت کا عتاب جس کا نتیجہ اپنے ہی لیے نہیں بلکہ اپنے پسماندگان اور اولاد کے لیے بھی پشت شکن اور ہوش ربا ہونے کے لیے کافی ہے صفحہ

(۷) اتنے بڑے لشکر کا سامنا ہے بھوک کی شدت سے کسی کے دم میں دم نہیں الخ

ان تمام اقتباسات سے یہ بات تفسیر و توضیح کے آخری مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے کہ محرم کی ساتویں تاریخ سے اس قطعیت کے ساتھ پانی بند تھا کہ ایک قطرہ بھی امام حسینؑ اور آپ کے ہمراہیوں تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ عدمِ امکان کی یہ حد تھی کہ بیمارِ کربلا سید سجادؑ کے لیے بھی پانی کا ایک قطرہ ناممکن ہو گیا تھا امام اور رفقائے امام تین دن کے بھوکے اور پیاسے تھے اور بھوک پیاس کی شدت سے کسی کے دم میں دم نہ تھا ننھے بچے ایک ایک قطرہ کو ترس رہے تھے۔

بے شبہ فاضل مولف نے مندرجہ بالا اقتباسات میں صفحات شہیدِ انسانیت پر قحطِ آب کی نہایت مکمل تصویر کھینچی ہے ان کے نکتہ چیں بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہتے اور نہ کہہ سکتے ہیں مگر فاضل واہمہ کے قلم عراقب رقم کا کھینچا ہوا شہیدِ انسانیت ہی کے مرقع پر تصویر کا دوسرا رخ بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساتویں تاریخ سے نہر پر فوجِ یزید کی روک ٹوک کم زور تھی لہذا محافظ فوج کو مغلوب کر کے خیامِ حسینی میں پانی کثیر مقدار میں پہنچا دیا گیا تھا قحطِ آب کے ساتھ پانی کی اتنی فراوانی بھی تھی کہ صبحِ عاشور امام و اصحابِ امام نے مندوبات شرعیہ ادا کیے غسل فرمایا اور لوازمِ طہارت مندوبہ بجا لائے مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

انسدادِ آب نہ کہ قحطِ آب	(۱) جب عمر سعد کی جانب سے نہر پر پہرے بٹھا دیے گئے

اور امام اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا اور پیاس کا بہت غلبہ ہوا تو امام نے اپنے بھائی ابوالفضل العباس کو پانی لانے پر مامور کیا یہ غالباً آٹھویں یا نویں شب کا ذکر ہے جناب عباس تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیزے لیکر آگے بڑھے اور نہر کے قریب پہنچے نافع بن ہلال نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور سب سے آگے ہو گئے عمرو بن حجاج زبیدی نے جو نہر کا محافظ تھا ٹوکا اور کہا کون ہے جو نہر پر جا رہا ہے عمرو بن الحجاج قبیلہ زبید سے تھا جو مذحج اور مراد کی ایک شاخ ہے اور قبیلہ بجیلہ جس سے نافع تھے یہ بھی مراد کی ایک شاخ ہے اس لیے نافع نے جب اپنا نام بتایا اور قبیلہ کا پتہ دیا اور یہ کہا کہ ہم پانی پینے آئے ہیں تو عمرو نے کہا اچھا تم شوق سے مگر پیاس گوارا ہو۔ نافع نے کہا میں اکیلے تھوڑا سا پیوں

گا جب حسینؑ اور ان کے اصحاب پیاسے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ فوجِ مخالف آگے بڑھی اور کہا یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ان تک پانی پہنچے ہم مقرر اسی لیے کئے گئے ہیں کہ پانی فوجِ حسینی تک نہ جانے دیں۔ نافع ان لوگوں سے گفتگو کے لیے آگے بڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ جلدی سے مشکیں پانی سے بھر لو پیادے تیزی سے بڑھے اور انھوں نے مشکیں بھر لیں ادھر نگہبانوں کی فوج آگے بڑھی جناب عباس اور آپ کے ساتھ ہلال بن نافع اور دوسرے سواروں نے ان کا مقابلہ کیا اور پیچھے ہٹا دیا اتنی دیر میں وہ لوگ جو مشکیں لیے ہوئے تھے ساحل سے اوپر آ گئے تھے۔ جنگ آزما سواروں نے ان کو کہا کہ تم خیموں کی طرف چلو اور خود وہیں کھڑے رہے پاسبانوں کی فوج نے پھر بڑھ کر حملہ کیا اور کچھ جنگ ہوئی اس موقع پر نافع بن ہلال نے عمرو بن حجاج کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جو قبیلہ صدا سے تھا نیزہ لگایا بظاہر اوچھا تھا اور کوئی اثر محسوس نہ ہوتا تھا مگر اس کے بعد وہ زخم مہلک ثابت ہوا اور وہ شخص ہلاک ہو گیا اصحابِ امام پانی لے کر واپس ہو گئے صفحہ ۱۹۳

(۲) نافع بن ہلال کے حالات میں لکھتے ہیں جناب عباس کا واقعہ کربلا میں سب سے پہلا کارنامہ آپ کے سامنے آ چکا ہے یعنی آٹھویں محرم کی شب کو جب پیاس کی شدت بہت ہوئی تو سب سے پہلے ابوالفضل العباس کو یہ خدمت سپرد کی گئی کہ وہ جا کر نہر سے پانی لائیں حسینؑ نے تیس سوار اور بیس پیادے جناب عباس کے ساتھ کئے اور بیس مشکیں ساتھ گئیں یہ لوگ نہر کے قریب پہنچے عمرو بن الحجاج جو پانی کا محافظ تھا سدِ راہ ہوا حضرت عباس نے سواروں کی جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور پیادوں سے کہا کہ تم اپنی مشکیں بھر لو انھوں نے مشکیں پانی سے بھریں اتنی دیر یہاں جنگ ہوتی رہی آخر دشمن کی فوج کو شکست ہوئی اور پانی خیامِ حسینی میں پہنچا دیا گیا یہ واقعہ وہ تھا جس میں پہلی بار جناب

عباس نے پانی لانے کی خدمت کو انجام دیا اور
اور "سقائے" کا لقب حاصل کیا تھا۔

(۳) امام کربلا میں واجبات نہیں بلکہ مندوبات شرع بھی ادا کر رہے تھے طرزِ عمل عدالت و اطمینان و سکون نفس کا ترجمان تھا۔ چنانچہ نماز تعقیبات سے فراغت کے بعد فوج دشمن میں تو جنگ کی آخری تیاریاں ہو رہی تھیں اور امام ایک خیمہ میں غسل و آداب طہارت ادا کرنے تشریف لے گئے عبدالرحمٰن بن عبد ربہ انصاری اور بریر بن خضیر ہمدانی دونوں بزرگ اصحاب میں سے دروازہ پر بیٹھے اس انتظار میں کہ حضرت باہر تشریف لائیں تو ہم خیمہ میں جائیں حالت یہ تھی کہ دونوں بے تکلف دوستوں کی طرح سے بیٹھے تھے کہ شانے سے شانہ لڑ رہا تھا اور آپس میں لطف آمیز جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضرت کے باہر تشریف لانے کے بعد کون پہلے خیمہ میں داخل ہو۔ صفحہ ۳۳۶

(۴) عاشور کی صبح کو ترتیب لشکر کے بعد امام نے جو ایک خیمہ نصب کرایا اور اس میں غسل و آداب طہارت ادا کرنے تشریف لے گئے، میں تو دروازے پر عبدالرحمٰن بن عبد ربہ اور بریر کھڑے ہوئے آپس میں بے تکلفانہ باتیں کر رہے تھے بریر نے کچھ مذاق کیا عبدالرحمٰن نے کہا چھوڑو ان باتوں کو یہ مذاق کا وقت نہیں ہے تو آپ کو یاد ہوگا کہ بریر نے کیا جواب دیا انھوں نے کہا کہ میں نے جوانی اور ادھیڑ عمر میں کبھی مذاق نہیں کیا مگر اس وقت میری خوشی کی انتہا نہیں اس لیے کہ بس یہ حملہ کریں اتنی دیر میں ہم پر پڑنے لگیں تو پھر آخرت کی دائمی زندگی ہے۔ اور جلیس عشر صفحہ ۳۷۶

ان اقتباسات اربعہ میں اس بات پر نص صریح موجود ہے کہ ساتویں یا نویں شب کو فوج یزیدی کے پہروں کے باوجود بہت سی مشکیں پانی سے بھری چھاگلیں خیموں میں پہنچا دی گئیں۔ نیز صبح عاشور بھی پانی اس مقدار کثیر میں موجود تھا کہ امام نے مع اپنے اصحاب غسل فرمایا اور آداب طہارت بجا لا کر مندوبات شرع ادا کیے۔ فاضل مؤلف نے ان واقعات کو اس طرح سرسری نقل نہیں فرمایا ہے جس طرح وہ لوگ لکھتے رہے ہیں جو تاریخ نویسی کے فریضے کو اپنے ہاتھ میں لینے کے باوجود نہ مورخ تھے نہ قوانین تاریخ نویسی سے واقف تھے بلکہ آپ نے قوانین تاریخ نویسی سے واقف مورخ کی حیثیت سے واقعات مذکورہ کو فلسفہ تاریخ کے ماتحت صحیح استنتاج سے آشنا بھی فرمایا۔ رہے نافع بن ہلال کی ہمت و شجاعت۔ حضرت ابوالفضل العباس کی سقائی۔ پہلی بار "سقا" کا لقب پانا، امام کا واجبات کے علاوہ مندوبات شرع کو بھی ادا کرنا ان سب نتائج مہمہ کا استنتاج و استخراج کیا ہے اور اپنے خیال میں (۲) ضرورت کو پورا کر دیا ہے جس کو سامنے رکھ کر زیر بحث کتاب "شہید انسانیت" لکھی جا رہی تھی ظاہر ہے کہ تعمیم و تعقیم روایات پر قوانین تاریخ نویسی کا استعمال اور فلسفہ تاریخ کے ماتحت مشق استنتاج عقلاً و شرعاً و عرفاً و غرض کسی قانون کے ماتحت اچھا نہ و حلال و مستحسن نہیں ہو سکتی۔ ہو سکتی فلسفہ تاریخ کے ماتحت روایات کو زیر مشق استنتاج و آشنائے نتائج بنانے سے پیشتر ہر مورخ و واقف قوانین تاریخ نویسی کا فرض ہونا چاہیے کہ ان کی حقیقت و اصلیت کی آزمائش اور سقم کا امتحان کرے۔ واقعات کی اصلیت اور روایات و اخبار کی سندی حیثیت معلوم کیے بغیر درپے استخراج نتائج ہونا ایک ایسا فعل ہوگا جس پر سفاہت و حماقت کو بھی شرم آئے گی لہٰذا حسن ظن یہی کہتا ہے کہ فاضل مورخ نے تاریخ نویسی کے فریضے کو ہاتھ میں لینے سے پہلے اس فریضے سے چشم پوشی نہ کی ہوگی۔ لہٰذا یہ نتیجہ خود بخود حاصل ہوتا ہے کہ آپ کے خیال میں واقعات مذکورہ تاریخی حقائق کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ روایات جن میں ان کا تذکرہ ہے۔ بلحاظ سند مقبول و معتبر ہیں اور علت ضعف و غرابت سے پاک و صاف۔

پھر کیا یہاں یہ صحیح کہ عقول سلیمہ محو ہائے حیرانی نہ ہو جائیں گی۔ نیز کیا آپ کے کس بیان کی تصدیق کی جائے اور کس تحقیق پر ایمان لایا جائے اور دو متضاد کو قوانین فلسفہ تاریخ کے ماتحت آشنائے استنتاج کا آخر یہ کونسا طریقہ ہے کہ اجتماع متناقضین کا امکان بلکہ وقوع تسلیم کر لیا جائے کبھی یہ کہا جائے کہ دشمنوں کی روک ٹوک اور پہرہ داروں کی قدغن کی وجہ سے ایک قطرہ آب کا ملنا بھی ناممکن تھا اور کبھی یہ بتایا جائے کہ بہت سے مشکیزے پانی سے بھرے ہوئے محفوظ طور پر خیموں میں پہنچا دیے گئے اور صبح عاشور تک اتنا پانی موجود تھا کہ مندوب و آداب طہارت مستحبہ بھی ادا کیے گئے تو کیا جانے ورنا ممکن "کے معنی فاضل مورخ کی خاص اصطلاح میں کیا ہیں؟ کیا وہ "ناممکن" وہ بات بھی کہی جا سکتی ہے جو تھوڑی سی جد و جہد کے بعد واقع ہو چکی ہے جناب ابوالفضل العباس اور نافع بن ہلال کا پانی لانا جس تفصیل سے لکھا ہے اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان حضرات کو کسی بڑی جنگ اور معرکہ آرائی کا سامنا ہوا تھا۔ معمولی روک ٹوک ہوئی اور کچھ تلواروں کی رد و بدل۔ اصحاب امام میں سے کسی کو گزند نہ پہنچا مگر ایک بدنصیب کوفی دشمن کافی وجہ کے ہلاک ہو گیا اس صورت واقعہ کو دیکھ کر فلسفہ تاریخ کے ماتحت مشق استنتاج و صحیح استخراج کرنے والے کیا یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ پانی کا ایک قطرہ ملنا بھی "ناممکن" تھا؟ اور پیاس کی شدت سے کربلا والوں کے دم میں دم باقی نہ تھا اور ننھے ننھے بچے اس وجہ سے ایک ایک قطرہ پانی کو ترس رہے تھے کہ پانی نایاب تھا۔ فقط آپ کی حالت تھی ایک قطرہ ملنا بھی ممکن نہ تھا جو کچھ ہے اضطراب رائے و انتشار خیال و تناقض اقوال ہے اس مزعومہ فلسفہ عقل کے ماتحت یہ نتیجہ آسانی مستخرج ہو سکتا ہے کہ فاضل مؤلف کا نزدیک فلسفہ تاریخ ملا صدرالدین شیرازی کے اس بیان پر چشمک کر رہا ہے۔

اوان الدقائق الحقیقۃ الوجود لیستند النہی

اساطة ... کل سفسطة چوں نقول۔
یا صفہ لا واسطہ بین اہل الایجاب والسلب
(اسفار)

شہید انسانیت کے صفحات پر ایجاب و سلب، نفی و اثبات، اقرار و انکار کے درمیان تیسری صورت اور وجود و عدم کے مابین تیسرا مرتبہ پیدا کرکے فن تاریخ نویسی و اصول فلسفۂ تاریخ کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ اس کی بنا پر پانی کا ملنا ممکن بھی تھا اور ناممکن بھی، پانی نایاب بھی تھا اور بمقدار کثیر موجود بھی۔ تشنہ آب بھی تھا اور وافر فراہمی بھی کہ امام و اصحاب امام و دیگر حاجات کا کیا ذکر طہارت مندوبہ و غسل مستحب کے آداب بھی ادا کرتے رہے تھے۔ اب اس کو بنا بر اصطلاح صدرالحکما سفسطہ کہا جائے یا بموجب اصطلاحات مؤلف شہید انسانیت فلسفۂ تاریخ اور فلسفۂ تاریخ کے ماتحت واقعات کے نتائج کا استنتاج کہا جائے۔

اس توجیہ سے واضح ہو گیا کہ شہید انسانیت کا مستتم نظریہ تناقض و تہافت کا مظہر ہے اور درست ہے کہ تحفظ آب و تشنگی شہدائے کربلا میں شہید انسانیت کا جواب خود ہی متناسب ہے۔ یہی حال ان رسائل کا بھی ہے جو اس کے بعد شائع کیے گئے ہیں ان میں بھی مسلک تناقض و تہافت کی پوری حمایت و رعایت کے لیے ایک طرف ان روایات کو سامنے لایا گیا ہے جن میں وجود آب کا تذکرہ ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ بلند پایہ علماء کی منقولہ روایات میں دوسری طرف شہید انسانیت کے ان صفحات کی طرف تاریخی کمزوری ... دعوت نظر دی گئی ہے جن میں پانی کی نایابی یا بارہ عدم امکان کا تذکرہ ہے اور تین دن کی مہلک پیاس کی شدت کی وجہ سے تشنہ بچوں کا ایک ایک قطرہ کے لیے ترسنا اور پیاس کی شدت سے کربلا والوں کے دم میں دم نہ ہونا مذکور ہے یعنی تاریخی واقعہ کے متعلق صنعت تناقض و تہافت کے ماتحت یہ انداز فلسفہ آرائی ممکن ہے کہ خود زود رنج اذہان کے معتقدین کو مطمئن کرسکتا ہو مگر دیگر عقلاء و ارباب بصیرت کے لیے سکون قلب کا باعث نہیں ہو سکتا۔ امکان جمع بین النقیضین کے نظریہ پر ایمان لانا دو دنی عقلوں کا کام نہیں ہو سکتا اس کے لیے ایک خود ساختہ قسم کی ذہنیت درکار ہے اور ایک حد تک عزیز کی نفسیاتی کیفیت کی ضرورت ہے۔ اس لیے شہید انسانیت اور اس کے بعد شائع ہونے والے رسائل کے مندرجات یہ ضرورت پیدا کر دیتے ہیں کہ مسئلہ آب پر ان عنوانات سے نظر کی جائے جس سے کسی قطعی نتیجہ کا حاصل ہونا ممکن ہو اور تہافت نظریات و متناقض اقوال کی مسلسل اشاعت نے عوام کے سینے کو جس حیرت میں ڈال دیا ہے وہ زائل ہو سکے۔ میرا ضمیر مطمئن ہے کہ تحقیق حق و تحفظ عقائد عوام کے سوا کوئی اور مقصد میرے اس بحث میں پیش نظر کا داعی نہیں ہے اگر انسان اپنے ضمیر کی عدالت میں صفائی پیش کرنے کے قابل ہو سکتا ہے تو اس کو اہل غرض کی تہمت طرازیوں کی پروا نہ کرنی چاہیے۔

چند قابل غور و فکر باتیں | مسئلہ آب میں متقن نتیجے اور آخری فیصلے تک

پہونچنے کے لیے چند باتوں پر غور کرنا چاہیے۔

(اول) کربلا میں قحط آب اور شہداء کی تشنگی۔ حالانکہ ان تاریخی حقائق میں سے ہے کہ جو تواتر معنوی تک پہونچی ہوئی ہیں مدت سے دنیا کا کوئی قانون تاریخ نویسی اور کوئی فلسفہ تاریخ اس کو اس مرتبہ تواتر سے ساقط نہیں کرسکتی وہ بہرحال ذلیلہ ... حقیقت رہے گی اس کا انکار سفسطہ اور منکر سفسطائی و منکر حقائق متصور ہوگا۔ اگر تشکیک سے یہ حقیقت مرتبہ قطعیت و درجۂ ثبوت یقینی سے گر جائے تو دنیا کی کوئی تاریخی حقیقت درجۂ ثبوت قطعی و یقینی پر باقی نہیں رہ سکتی اور نہ تواتر مفید قطع و یقین باقی رہ سکتا ہے۔ قحط آب کی حقیقت مسلمات اہل اسلام میں داخل ہے بے شمار روایات و اقوال اس کے شاہد ہیں کہ امام حسین اور دیگر مسافران کربلا کی پیاس غیر معمولی اور خارق العادہ شدت کو پہونچی ہوئی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ عام شہرت اور تواتر معنوی اس کو حاصل نہ ہوسکتا۔ عادت انسانی اس کی شاہد ہے کہ محض دن بھر یا ایک شب رہ جانے ... سے ملنا پیاس کی شدت میں ایسی حالت پیدا ہو جانے کا باعث نہیں ہو سکتا جو فوق العادہ ہو اور ضرب المثل بن جائے وہی بات اس مرتبہ پر پہونچا کرتی ہے جو خلاف عادت اور لاثانی حیثیت رکھتی ہے۔

تشنگان کربلا کی پیاس کی فوق العادۃ شدت | چند اخبار و احادیث اور اقوال علماء

یہاں نقل کیے جاتے ہیں ان سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تشنگان صحرائے کربلا کی پیاس کتنی غیر معمولی اور فوق العادہ تھی۔

(۱) یا اخی جبرئیل فی ذکر الخامس تنکسر قلبی وتسیل عبرتی قال جبرئیل ولدک هذا یصاب بمصیبة تصغر عندها المصائب فقال یا اخی جبرئیل وماهی قال یقتل عطشانا غریبا وحیدا فریدا لیس له ناصر ولا معین ولو تراه یا آدم وهو یقول وا عطشاه واقلة ناصراه حتی یحول العطش بینه وبین السماء کالدخان

ملہ مجالس ... ص ۲۵

بحار جلد دہم ص ۱۶۲

خلاصہ روایت یہ ہے کہ حضرت آدم نے جناب جبرئیل سے فرمایا کہ اے بھائی جب میں پانچویں شخص کا ذکر کرتا ہوں تو میرا دل ٹوٹتا ہے اور

ملہ شہید انسانیت ص۲۰ میں یہ کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے تاریخ نویسی کے فرائض کو انجام دیا، وہ مورخ نہیں تھے البتہ تاریخ نویسی کے فنون سے واقف تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واقعہ کربلا کو فلسفۂ تاریخ کے ماتحت صحیح استنتاج سے آشنا نہ ہوا، یہ نظر گیا جب اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی جا رہی ہے۔

آنسو بہنے لگتے ہیں! جبرئیل نے کہا یہ اس لیے ہے کہ وہ پیاسا عالمِ غربت و تنہائی میں بے یار و مددگار شہید کیا جائے گا۔ کاش آپ دیکھتے کہ وہ (واعطشاہ واقلۃ ناصراہ) کہہ کر کس طرح فریاد کر رہا ہے اور پیاس دھواں بن کر اس کی نگاہ اور آسمان کے درمیان حائل ہے (یعنی آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھایا ہے)

اس روایت کے آخری جملے کے متعلق علامہ کنتوری لکھتے ہیں۔

"میں فدا ہو جاؤں اُس پیاس پر جس نے کیفیت شدت کی پیدا کر دی تھی یعنی آنکھوں تلے اُس جناب کے اندھیرا چھا جاتا تھا۔ اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس میں یہ وارد ہے کہ آپ کی پیاس سے ایسا دھواں سینہ سے اٹھتا تھا کہ آسمان کی درمیانی چیزیں نظر سے چھپ جاتی تھیں واضح ہو کہ اس بیماری کا بخارات کی حرارت سے پیدا ہونا طبیب کو بخوبی معلوم ہے اور یہ ایسی بات نہیں ہے کہ جس میں طب کے قاعدہ سے کوئی شک کرسکے۔ عام لوگ چونکہ اصلی معنی حدیث کے نہیں سمجھتے ہیں اس حدیث کو سن کر بیہودہ باتیں کہنے لگتے ہیں اور کیونکر پیاس اس شدت کی ہو سکتی ہے جس سے آدمی کی یہ صورت پیدا ہو جائے جو حدیث میں مذکور ہوئی۔ عجب نہیں کہ آدمی چند روز پیاسا رہے اور کیونکر ممکن ہے کہ آپ نے شب عاشور یا صبح عاشور سے پانی نہ پیا ہو اور پیاس آپ کی مرض سدد اور تاریکی چشم پیدا کرے اس لیے کہ ہم گروہ مومنین کے خاص مراسم ضروری میں یہ بات داخل ہے کہ روز عاشورا کو روزہ بلا نیت یعنی فاقہ کرتے ہیں اور آب و دانہ سے تا آخر عصر جو فاقہ شکنی کا وقت ہے باز رہتے ہیں باوجودیکہ ہم لوگ نوحہ و ماتم داری میں خستہ ہو کر خاص بروز عاشورا بھی کس قدر رونے پیٹنے اور سینہ زنی اور دیگر لوازم تعزیت میں مصروف ہوتے ہیں اور کس قدر تعب اور مشقت اٹھاتے ہیں ہم لوگوں کو سواں حصہ بھی پیاس کا وہ اذیت نہیں پہونچتی ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کو پہونچی تھی اور احادیث میں مذکور ہے بلکہ ہم لوگ جیٹھ کی گرمیوں میں روزہ رکھتے ہیں اور کچھ زیادہ ایذا نہیں پہونچتی ہے باوجودیکہ گرمی ہمارے ملک کی خصوصاً دن دوپہر کی گرمی عراق کی گرمی سے کم نہیں ہے بلکہ بعض ہمارے شہروں میں گرمی کا کیا عجب ہے کہ وہاں سے زیادہ ہو"

انتہیٰ ملخصاً

(۲) ان زکریا سأل ربہ ان یعلمہ اسماء الخمسۃ فاھبط الیہ جبرئیل فعلمہ ایاہا فکان زکریا اذا ذکر محمداً و علیاً و فاطمۃ و الحسن سری عنہ ھمہ وانجلی کربہ و اذا ذکر اسم الحسین خنقتہ العبرۃ فقال ذات یوم الٰھی مالی اذا ذکرت اربعۃ منھم تسلیت باسمائھم من ھمومی و اذا ذکرت الحسین تدمع عینی و تثور زفرتی فانبأہ اللہ تبارک وتعالیٰ عن قصتہ وقال کھیعص فالکاف اسم کربلا والھاء ھلاک العترۃ الطاھرۃ والیاء یزید و ھو ظالم الحسین والعین عطشہ والصاد صبرہ الخ

بحار جلد عاشر ص۱۵۱

جناب زکریا نے خدا سے چاہا کہ پنجتن کے نام ان کو بتائے جبرئیل نے نازل ہو کر وہ اسماء بتائے جناب زکریا جب محمد و علی و فاطمہ و حسن کا ذکر کرتے تھے تو اس سے آپ کا رنج و غم دور ہو جاتا تھا مگر حسین کا نام لینے سے رقت طاری ہو جاتی تھی رونے لگتے تھے ایک دن عرض کی پروردگار جب میں چار ناموں کو یاد کرتا ہوں تو مجھے تسلی ہوتی ہے رنج و غم دور ہوتا ہے اور حسین کا نام لینے سے آنسو بہنے لگتے ہیں آتش غم بھڑکتی ہے آخر سبب کیا ہے؟ تب خدا نے ان کو واقعہ حسین سے آگاہ کیا۔ اور فرمایا کھیعص۔ کاف سے کربلا۔ ہا سے ہلاک عترت طاہرہ۔ یا سے یزید قاتل حسین اور عین سے عطش اور صاد سے صبر حسینی کی جانب اشارہ ہے۔

(۳) روی ان اسماعیل کانت اغنامہ ترعیٰ بشط الفرات فاخبرہ الراعی انھا لا تشرب الماء من ھذہ الشریعۃ منذ کذا یوما فسأل ربہ عن سبب ذلک فنزل جبرئیل وقال یا اسمٰعیل سل غنمک فانھا تجیبک عن سببہ فقال لھا لم لا تشربین من ھذا الماء فقالت بلسان فصیح قد بلغنا ان ولدک الحسین سبط محمد یقتل ھنا عطشانا فنحن لا نشرب من ھذہ المشرعۃ حزنا علیہ

مروی ہے کہ حضرت اسماعیل کی بھیڑیں فرات کے کنارے چرتی تھیں چرواہے نے آکر حضرت کو مطلع کیا کہ کئی دن سے بھیڑیں اس گھاٹ سے پانی نہیں پیتیں حضرت اسماعیل نے خدا سے اس کی وجہ پوچھی تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ انہیں بھیڑوں سے پوچھیے وہ اس واقعہ کا سبب بتا دیں گی تب حضرت اسماعیل نے بھیڑوں سے پانی نہ پینے کا سبب پوچھا تو وہ بزبان فصیح گویا ہوئیں کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ محمد کا نواسا حسین اس جگہ پیاسا شہید کیا جائے گا لہذا ہم حسین کے غم میں اس گھاٹ کا پانی نہیں پیتے

(۴) جناب موسیٰ کو واقعہ شہادت کبریٰ کی جو خبریں پروردگار عالم کی جانب سے دی گئیں ان کے ذیل میں یہ خبر بھی تھی۔

یا موسیٰ صغیرھم یمیتہ العطش وکبیرھم جلدہ منکمش یستغیثون ولا ناصر الخ

بحار ص

اے موسیٰ ان کے بچوں کو پیاس مار ڈالے

گی ان کے ٹکڑوں کے جلد بدن پر پیاس کی شدت سے جھریاں پڑ جائیں وہ فریاد کرتے ہوں گے اور کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(۵) عن داؤد الرقی قال کنت عند ابی عبد اللہؑ اذا استسقی الماء فلما شربہ رایتہ قد استعبر و اغرورقت عیناہ بدموعہ ثم قال لی یا داؤد لعن اللہ قاتل الحسین فما من عبد شرب الماء فذکر الحسین ولعن قاتلہ الا کتب اللہ لہ مائۃ الف حسنۃ وحط عنہ مائۃ الف سیئۃ ورفع لہ مائۃ الف درجۃ وکانما اعتق مائۃ الف نسمۃ وحشرہ اللہ یوم القیامۃ ثلج الفواد۔

بحار جلد عاشر ص ۱۶۵

داؤد رقی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن جناب عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے پانی طلب فرمایا جب پینے لگے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر مجھ سے فرمایا کہ خدا قاتل حسین پر لعنت کرے جو بندہ خدا پانی پینے میں حسین کو یاد کرے گا اور ان کے قاتل پر لعنت بھیجے گا خدا اس کے عمالنامے میں ایک لاکھ نیکیاں درج فرمائے گا اور ایک لاکھ گناہوں کو مٹا دے گا اور ایک لاکھ درجات عالیہ اس کو دے گا اور اس کو اتنا ثواب مرحمت ہوگا گویا اس نے ایک لاکھ غلام راہ خدا میں آزاد کئے ہیں اور خدا اس کو بروز قیامت اس طرح اٹھائے گا کہ اس کا دل ٹھنڈا ہوگا۔

اس حدیث میں جو باتیں مذکور ہیں ان سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین کی پیاس فوق العادۃ شدت رکھتی تھی جناب صادق آل محمد علیہم السلام کا پانی نوش فرماتے ہوئے بے اختیار رو پڑنا اور پانی پینے کے وقت امام حسین کو یاد کرنے والے اور قاتل حسین پر لعنت بھیجنے والے کے لئے ایسے عظیم الشان اجر و ثواب کا مقرر ہونا جو حدیث میں مذکور ہیں اس کا قطعی ثبوت ہے کہ امام کی پیاس غیر معمولی اور خلاف عادت شدت رکھتی تھی اور اس پیاس کی شدت کو مصائب و آلام میں نمایاں اور اہم خصوصیت و عظمت حاصل ہے جو دن بھر یا چوبیس گھنٹے کی پیاس میں نہیں ہوا کرتی جیسا کہ علامہ کنتوری رح کے ارشاد سے معلوم ہوا۔

(۶) قال ثم جعل یبکی عند القبر حتی اذا کان قریبا من الصبح وضع راسہ علی القبر فاغفی علیہ فاذا ھو برسول اللہؐ قد اقبل فی کتیبۃ من الملائکۃ عن یمینہ و عن شمالہ و بین یدیہ حتی ضم الحسین الی صدرہ وقبل بین عینیہ وقال حبیبی یاحسین کانی اراک عن قریب مرملا بدمائک مذبوحا بارض کرب و بلا من عصابۃ من امتی وانت مع ذلک عطشان لا تسقی و ظمآن لا تروی وھم مع ذلک یرجون شفاعتی یوم القیامۃ بحار جلد عاشر ص ۱۶۲

امام حسین علیہ السلام قبر رسول کے پاس روتے رہے قریب صبح آپ نے سر مبارک قبر مطہر نبوی پر رکھا اور غافل ہو گئے اسی عالم میں دیکھا کہ جناب رسالتمآب تشریف لائے ہیں اور دائیں بائیں اور سامنے آپ کے فرشتوں کا لشکر ہے حضرت نے آپ کو سینے سے لپٹا لیا آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا پیارے حسین! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ذبح کئے ہوئے خاک و خون میں بھرے زمین کربلا پر پڑے ہو میری امت کا ایک گروہ تم کو شہید کرے گا در انحالیکہ تم پیاسے ہو گے اور کوئی تمہیں پانی نہ دیتا ہوگا تمہیں قتل کرنے والے باوجود اس جرم کے میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے مگر خدا ان کو محروم رکھے گا۔

(۷) واقعات صفین میں مذکور ہے کہ جب ابو ایوب الاعور نے گھاٹ پر پہرہ بٹھا کر جناب امیر کی فوج پر پانی بند کر دیا امام حسین نے باذن جناب امیر فوج شام پر حملہ کیا اور گھاٹ اس سے چھین لیا اور اس فتح کی خبر بارگاہ مرتضوی میں آ کر بیان کی تو حضرت امیر رونے لگے لوگوں نے عرض کی کہ یہ وقت رونے کا نہیں ہے حسین کی برکت سے یہ پہلی فتح نصیب ہوئی ہے لہذا خوشی کا وقت ہے پھر آپ کے گریہ فرمانے کا کیا سبب؟ حضرت نے فرمایا۔

ذکرت انہ یقتل عطشانا بطف کربلا

مجھے یہ بات یاد آ گئی کہ حسین زمین کربلا پر پیاسے شہید کیے جانے والے ہیں۔

بحار جلد عاشر ص ۱۷۱

(۸) جناب زینب صلوات اللہ علیہا نے مقتل کربلا میں لاش مطہر امام حسینؑ پر جو نوحہ فرمایا اس کا ایک فقرہ یہ ہے۔

بابی العطشان حتی مضی

(۹) صاحب تحریر الشہادتین مترجم سر الشہادتین لکھتے ہیں۔

"چوں لشکر ابن سعد فرات را پس پشت گرفتہ فرود آمدند و خیمہ گاہ حسینی ریگستان بود و آب ہر گاہ کہ منع کردند چاہ ہا کندند تا ہفتاد دست چاہ آب نیافتند اہل بیت نبوت و دیگر یاران و موالیان و دواب از تشنگی بیتاب شدند و از خشکی کام احدے را طاقت گفتار نماند و باشارت سخن می گفتند و با تیمم نماز می گزاردند" ص ۹۰

(۱۰) نیز یہ بزرگ لکھتے ہیں۔

عمر بن سعد کے متعلق

"در کنار آب با لشکر فرود کشید و صرف آب

ما لاذلک حسین ابن علی ... بر خواب تنگ
ساخت ... یادوں رمیدہ ایمان ...
دکھائی بیت ... تشنہ ...
یک قطرہ آب ... تشنگی بیتاب ...
بہ ایں و کتاب ... صک

(۱۱) ترجمہ شہادت الحسین میں ہے۔

"وہ جب لشکر اعدا نے اہل بیت پر ایک ایک قطرہ آب کا ملنا دشوار کر دیا تو ناچار ہو کر آپ نے کنواں کھودنے کا حکم فرمایا آپ کے ہمراہیوں نے نشتر سے کھودا لاکھ پانی نہ نکلا تمام اہل بیت تشنگی سے مثل ماہی بے آب تڑپتے تھے تشنگی کی شدت سے کام و زبان خشک تھے۔ کسی کو مجال گویائی نہ تھی اشارہ سے باتیں کرتے تھے۔"

(۱۲) مولانا حالی فرماتے ہیں۔

"وہ دشمنوں نے کھانا اور پانی سب بند کر رکھا ہو اور دریائے فرات آنکھوں کے سامنے بہ رہا ہو دشمنوں کے گھوڑے اور اونٹ تک اس سے سیراب ہوتے ہیں مگر اس کا سارا کنبہ تین روز سے پیاسا ہو اس کے ننھے ننھے بچے پانی کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔"
شعر و شاعری صک۱۸۲

(۱۳) نیز اسی بیان میں فرماتے ہیں۔

"دریا کو خود بھی تین دن کی پیاس سے بیقرار ہو مگر اپنی پیاس کی پرواہ نہیں کرتا لیکن پیاسے بچوں کی بیقراری کسی طرح نہیں دیکھ سکتا" صک۱۸۲

(۱۴) صاحب تحریر الشہادتین لکھتے ہیں۔

"منبع ظرافت و مستار و اخبار و آثار مخفی نیست ... کہ چون صدائے نالہ عباس کہ ... اکفار ... اسیر کردند جناب ... شب آخر ... رسول خدا ...

معرکہ کربلا قیاس کردنی است کہ از تشنگی عترت طاہرہ و قتل و قمع نونہالان گلشن رسالت و شہادت خاصہ گل سر سبد چمن نبوت و امامت امام حسین علیہ السلام و درمتن اہلبیت بر شیران خشک پالان و نزول مصائب بیکران بر شہزادگان تمامیاں بدرجہ مظہر سر درد پیغمبران چہ گذشتہ باشد

اس کلام سے بھی صاف ظاہر ہے کہ تشنگی عترت طاہرہ مخصوص اہلبیت و عظمت رکھتی ہے۔ منجملہ مصائب کربلا تشنگی خاص طور سے قابل ذکر تھی اور چند گھنٹوں کی پیاس عادۃً اتنی درد انگیز

بعد الم خیز نہیں ہوا کرتی اس کا انکار کچھ بجز ہٹ دھرمی ناحق کوشی کے سوا اور کچھ نہیں ہے

تحفظ آب کا قطعی ثبوت

تحفظ آب اور شدت تشنگی کا قطعی ثبوت ان اخبار و روایات سے بھی ملتا ہے جن میں حضرت کا سوال آب کرنا یا اشقیاء کا پانی بند ہونے پر طعن و تعریض کے کلمات کہنا اور رونا منہ ذکر کرنا مذکور ہے۔

(۱) ابو الفرج علی بن الحسین بن محمد الاصفہانی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں صک۴ مطبوعہ ایران۔

وجعل الحسین یطلب الماء وشمر لعنه الله یقول له والله لا تردہ او ترد النار فقال له رجل الا ترى الى الفرات یا حسین کانه بطون الحیتان والله لا تذوقه او تموت عطشا فقال الحسین اللهم امته عطشا قال والله لقد کان هذا الرجل یقول اسقونی ماء فیوتی بما فیشرب حتى یخرج من فیه وهو یقول اسقونی قتلنی العطش فلم یزل کذلک حتى مات۔

امام حسین کے سوال آب پر شمر کہا کرتا تھا (فغوثوا بالله) تم نہر کے کنارے نہ پہنچو گے تا اینکہ وارد جہنم ہو جاؤ گے ایک مرد شقی نے پکار کر کہا حسین! دیکھتے ہو یہ پانی مچھلیوں کے پیٹ کی کیسا چمک رہا ہے مگر تم کو بے آب ہی مرنا ہوگا اس کلام پر حضرت نے بد دعا کی پروردگارا اس شخص کو پیاسا واصل جہنم کر دے راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص پانی پانی چیختا تھا اور جب پانی لایا جاتا تھا تو اتنا پیتا تھا کہ منہ سے نکل پڑتا تھا پھر کہتا تھا کہ پانی پلاؤ مجھے پیاس نے مار ڈالا اسی حالت میں وہ مر گیا۔

(۲) اسقونی قطرة من الماء
فقد نشفت کبدی من الظماء

مجھے ایک قطرہ پانی پلا دو کہ میرا کلیجہ پیاس سے سوکھا جاتا ہے۔

(۳) فتنزلوا منازلهم ومنعوهم الماء ثلاثة ایام فنادا عبدالله بن الحصین الازدی یا حسین الا تنظر الى الماء کانه کبد السماء والله لا تذوق منه قطرة حتى تموت عطشا فقال الحسین اللهم اقتله عطشا ولا تغفر له ابدا فکان بعد ذلک یشرب الماء ولا یروی حتى شق بطنه فمات عطشا

فوج یزید نے گھاٹ پر اتر کر امام حسین اور صحابہ پر پانی تین دن بند کر دیا۔ عبداللہ بن الحصین الازدی نے پکار کر کہا حسین کیا نہیں دیکھتے یہ پانی ایسا چمک رہا ہے جیسے صاف و شفاف آسمان واللہ تم کو اس سے ایک قطرہ بھی نہ ملے گا پیاسے ہی مرو گے تب امام حسین نے بد دعا کی پروردگار اس شخص کو پیاس سے ہلاک کر اور کبھی نہ بخشنا اس کے بعد اس کا یہ حال ہوا کہ پانی پینے سے سیراب نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے

اس کا پیٹ پھٹ گیا اور پیاسا ہی مرگیا۔
وقال له عمرو بن الحجاج يا حسين
هذا الماء تلغ فيه الكلاب وتشربه
الخنازير والسواد والحمر والذئاب
وما تذوق منه قطرة حتى تذوق
الحميم فكان سماع هذا الكلام
اشد من منعهم الماء

تذکرہ خواص الامۃ قلمی

عمرو بن الحجاج نے پکار کر کہا حسین! اس پانی سے کتے سور گدھے گھوڑے سب ہی جانور سیر ہو رہے ہیں مگر تم کو اس کا قطرہ بھی نہ ملے گا۔ تاوقتیکہ جہنم کا کھولتا پانی (نعوذ باللہ) تم کو پینا پڑے گا اس کلام کا سننا حضرت کے لیے پانی بند کئے جانے سے زیادہ سخت تھا۔

(۴) ثم كتب الى عمر بما حيث
ان يعرض على الحسين البيعة ليزيد
فاذا فعل ذلك رأينا رأينا وان يمنعه
ومن معه الماء فارسل عمر بن
سعد عمرو بن الحجاج على خمس
مائة فارس فنزلوا على الشريعة وحالوا
بين الحسين وبين الماء وذلك قبل
قتل الحسين بثلاثة ايام ونادى عبد الله
بن ابي الحصين الازدي وعداده في
بجيلة يا حسين اما تنظر الى الماء لا
تذوق منه قطرة حتى تموت عطشا
فقال الحسين اللهم اقتله ولا تغفر له
ابدا قال فمرض فيما بعد فكان يشرب
القلة ثم يقيء ثم يعود فيشرب حتى
يبغر ثم يشرب فما يروى فما
زال كذلك حتى مات۔ تاریخ کامل
ابن اثیر جلد [illegible] طبع
الجزء الاول من [illegible]

ابن زیاد نے [illegible] کے پاس خط بھیج کر حکم بھیجا کہ حسین کے سامنے بیعت یزید پیش کرو اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ہم آئندہ ان کے متعلق کوئی رائے قائم کریں گے اور یہ لکھا کہ حسین اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کر دیا جائے۔ تب عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ گھاٹ روکنے کے لیے متعین کیا وہ لوگ گھاٹ پر اتر پڑے اور امام حسین اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے یہ واقعہ شہادت حسین سے تین روز پہلے کا ہے۔ عبد اللہ بن ابی الحصین الازدی جو قبیلہ بجیلہ سے تھا پکارا کہ حسین! پانی کو دیکھتے ہو مرتے دم تک اس کا ایک قطرہ بھی تم کو نصیب نہ ہوگا حضرتؑ نے بددعا کی کہ پروردگار اس شخص کو پیاسا ہلاک کرنا اور کبھی نہ بخشنا۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص پانی پیتا تھا اور قے کر دیتا تھا پھر حلق تک پانی پی لیتا تھا جو منہ سے نکل جاتا تھا اس کی پیاس بجھتی ہی نہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ واصل جہنم ہو گیا۔

(۵) قالوا قد علمنا ذلك كله ولكن غير تاركيك
حتى تذوق الموت عطشا (لہوف)

(ہم ان باتوں کو جانتے ہیں مگر ہم تمہیں چھوڑ نہیں سکتے تم کو پیاسا ہی مرنا پڑے گا۔

فلسفہ تاریخ کے ماتحت واقعات سے نتائج حاصل کرنے کی صلاحیت رکھنے والے ان روایات واخبار سے صرف یہی نتیجہ حاصل کر سکتے ہیں کہ جب سے نہر فرات کے گھاٹ پر مضبوط پہرے ابن زیاد کے حکم نامے کی بنا پر بٹھا دیے گئے تھے پانی امام و اصحاب امام کے لیے نایاب تھا اور خود گھاٹ کے محافظوں کو اس کا یقینی علم تھا کہ ان کے قبضہ و تسلط کے بعد نہ ایک قطرہ پانی فوج حسینی [illegible] کو اس کا یقین تھا کہ [illegible] اہل بیت [illegible] ہیں یہ لوگ پیاسے ہیں اور اس سبب صرف پانی کی روک [illegible] ان اشقیا کی طرف سے کی جا رہی تھی اگر خیام حسینی تک پانی مختلف اوقات میں پہنچا کر بعض روایات کا آرٹسٹک بیان کیا جاتا ہے تو وہ فوج کو مغلوب کر کے لایا گیا ہوتا تو عمرو بن الحجاج اور اس کے ماتحت سپاہی یہ تحریض کس لیے کرتے اور طعن آمیز باتیں کیوں کہتے کہ "حسین" دیکھتے ہو فرات کا پانی تمہاری آنکھوں کے سامنے کس طرح چمکتا اور کروٹیں لیتا ہے مگر تم کو مرتے دم تک ایک قطرہ بھی اس کا نہیں مل سکتا تمہیں پیاسا ہی مرنا پڑے گا۔ ہاں اگر دنیا سے عقل و فہم کا خاتمہ نہیں ہوگا ہے اور روح انصاف بالکل مردہ نہیں ہو چکی ہے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ گھاٹ کی حفاظت کرنے والے افراد [illegible] اس قسم کے طعن و تشنیع اور دعوے اسی وقت کر سکتے تھے جبکہ انہیں اس کا یقین ہوتا کہ وہ نہر کی حفاظت اور خیام حسینی تک پانی کی راہ روکنے میں کامیاب ہیں ان کی قدغن نے وہ قحط آب پیدا کر دیا ہے جس کا انجام پیاس سے مرنا ہے اگر وہ لوگ مغلوب کر لیے گئے ہوتے اور ان کے پہرے کو توڑ کر پانی حاصل کر لیا گیا ہوتا تو وہ بھی اتنی [illegible] جرأت نہ کرتے [illegible] شخص وعدہ سے [illegible]

یہ ضروریات دستیاب ہوسکتی ہیں ذرا داب طہارت کے لیے بھی کام ہوسکتا ہو اور نہ حرمت امام کے غسل و طہارت کے لیے بلکہ مقدرات اصحاب کے واسطے ... ۔ اور ان کو اس کا احتمال ہو تاکہ ایام عاشور ... کی کثیر مقدار امام کے پاس موجود ہو ... اس طرح کے دعوے ادہ نہ ... ہرگز نہ کرتے یہ باتیں صرف حسن علم و یقین کی بنا پر کہی گئی تھیں کہ ان کے پہرے نے امام تک ایک قطرہ پانی کا پہونچنا بھی ناممکن کر دیا ہے اور جب ... ہیں خیام امام میں پانی کا قحط ہے ۔ یہ بات فقرا اندازہ کرنی چاہیے کہ عمرو بن الحجاج کی ماتحتی میں جو ... فوج گھاٹ پر بٹھائی گئی تھی وہ کافی ... طاقت ور رکھتی اور اس نے گھاٹ کی حفاظت اور پانی کی روک ٹوک میں کوئی کوتاہی نہیں کی تھی ۔ ارشاد جناب شیخ مفیدؒ میں ہے ۔

فبعث عمر بن سعد فی الوقت عمرو بن الحجاج نے خمسماۃ فارس فنزلوا علی الشریعۃ وحالوا بین الحسین واصحابہ و بین الماء و منعوہ ان یسقوا منہ قطرۃ و ذالک قبل قتل الحسین بثلاثۃ ایام

منقول کار جلد عاشر ص ...

عمر بن سعد نے اسی وقت (جبکہ ابن زیاد کا حکم نامہ آیا تھا) عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کے ساتھ بھیجا اور یہ لوگ گھاٹ پر اترے امام حسینؑ اور آپ کے ہمراہیوں ... پانی کی راہ بند کردی اور آتی قدر بھی کہ پانی کا ایک قطرہ بھی وہ لوگ نہ پی سکیں اور یہ شہادت امام حسینؑ سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے ۔)

دوسرا ثبوت

جناب سید الشہداء اور آپ کے بعض اصحاب نے جو تقریریں یزیدیوں کے سامنے پانی روکے جانے کے متعلق کیں ان سے اس کے سوا کوئی نتیجہ از روئے فلسفہ تاریخ حاصل نہیں ہو سکتا کہ پانی کا قحط شدید تھا بالخصوص اطفال خیام حسینی کی حالت پیاس سے غیر تھی تشنگی سے ہلاک ہونے کے قریب پہونچ رہے تھے ۔

عمر سعد سے بریر کا احتجاج

(۱) کشف الغمہ اربلی میں ہے ۔

ثم زحف خیل عمر بن سعد حتی نزلوا شاطی الفرات ۔ وحالوا بین الماء و بین الحسین واصحابہ ثم ... عبید اللہ کتابا الی عمر بن سعد یحثہ علی مناجزۃ الحسین فعند ذلک ضیق الامر علیہم فاشتد علیہم الامر و العطش فقال انسان من اصحاب الحسین یقال لہ یزید بن الحصین الہمدانی وکان زاہدا ائذن لی یا بن رسول اللہ لاتی ہذا ابن سعد فاکلمہ فی امر الماء فعساہ یرتدع فقال ذلک لک فجاء الہمدانی الی عمر بن سعد فدخل علیہ فلم یسلم علیہ فقال یا اخا ہمدان ما منعک من السلام علی الست مسلما اعرف اللہ و رسولہ فقال لہ الہمدانی لو کنت مسلما کما تقول لما خرجت الی عترۃ رسول اللہ ترید قتلہم و بعد فہذا ماء الفرات تشرب منہ کلاب السواد و خنازیرہا وہذا الحسین بن علی واخوتہ ونساؤہ واہل بیتہ یموتون عطشا قد حلت بینہم و بین ماء الفرات یشربوہ وانت تزعم انک تعرف اللہ و رسولہ

(عمر بن سعد کی فوج فرات کے کنارے اتری اور اس نے امام حسینؑ و اصحاب پر پانی بند کردیا پھر عبید اللہ بن زیاد کا خط آیا جس میں اس نے عمر بن سعد کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اس وقت عمر بن سعد نے حسینؑ و اصحاب حسینؑ پر نہایت تنگی و سختی کی صورت حال ان کے لیے سخت ہوگئی پیاس کی شدت بڑھی تب اصحاب حسینؑ میں سے ایک بزرگ نے جن کا نام بریر بن خضیر الہمدانی تھا اور مرد زاہد تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کی کہ فرزند رسولؐ اگر اجازت ہو تو ابن سعد کے پاس جاکر پانی کے معاملہ میں کچھ گفتگو کروں شاید وہ اپنے ظلم سے باز آجائے امام نے فرمایا تمہیں اس کا اختیار ہے ۔ جناب بریر ہمدانی عمر بن سعد کے پاس گئے مگر اس کو سلام نہیں کیا اس پر عمر بن سعد نے کہا کہ اے مرد ہمدانی ! تم نے مجھے سلام کیوں نہ کیا میں مسلمان نہیں ہوں ... اور خدا و رسول کو نہیں پہچانتا ! بریر نے فرمایا اگر تو اپنے قول کے مطابق مسلمان ہوتا تو عترت پیغمبرؐ پر فوج کشی نہ کرتا ان کو قتل کرنا نہ چاہتا اس کے علاوہ دیکھ یہ فرات کا پانی سگ و خوک تک پیتے ہیں مگر حسینؑ اور ان کے اہل بیت پیاسے مر رہے ہیں تو نے ان پر پانی بند کر رکھا ہے اس پر دعویٰ ہے معرفت خدا و رسول کا!

یہ روایت مطالب السؤل میں بھی منقول ہے۔ اس سے یہ واقعہ پایہ ثبوت کو پہونچا ہے کہ عمر بن سعد نے ساتویں تاریخ سے پہلے ہی اپنی فوج نہر پر اتار کر پانی امام حسینؑ اور آپ کے ہمراہیوں پر بند کر دیا نہر پر اس کا قبضہ تھا اور فوج پانی اور خیام حسینی کے درمیان حائل تھی جس سے پانی کا ملنا دشوار ہو چکا تھا پھر ابن زیاد کے حکم نامہ کے بعد اس نے انتہائی تنگی اور سختی شروع کر دی جس سے معاملہ نے شدت اختیار کر لی پیاس کی شدت زیادہ ہوئی اور ضرورت ہوئی کہ اس بارے میں عمر بن سعد سے گفتگو کی جائے۔

جناب سید الشہداءؑ کا اشقیاء کوفہ سے احتجاج

(۲) منقول ابی مخنف میں منقول ص ۲۹

وبات تلک اللیلۃ فلما اصبح الصباح اذن واقام وصلی باصحابہ فلما فرغ استدعی ببردۃ جدہ رسول اللہ فتعمم بعمامۃ السحاب وتقلد بسیف ابیہ ذی الفقار ونزل الی القوم فقال ایہا الناس اعلموا ان الدنیا دار فناء وزوال متغیرۃ باہلہا من حال الی حال معشر الناس عرفتم شرائع الاسلام وقرأتم القرآن وعلمتم ان محمداً رسول الملک الدیان ووثبتم علی قتل ولدہ ظلماً وعدواناً معاشر الناس ان ماء الفرات یلوح کانہ بطون الحیات یشربہ الیہود والنصاری والکلاب والخنازیر وآل الرسول یموتون عطشاً فقالوا لہ الملاعین اقصر من ہذا الکلام فلن تذوق الماء الا حد من اسیاف بل تذوق الموت غصۃ بعد غصۃ۔

حضرت امام حسینؑ نے وہ رات بسر کی جب صبح ہوئی تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی بعد فراغت اپنے نانا رسول خدا کی زرہ یعنی عمامہ سحاب زیب سر فرمایا باپ کی تلوار ذوالفقار لگائے ہوئے یزیدی فوج کے سامنے آگئے اور فرمایا لوگو! جان لو کہ یہ دنیا فنا کا، زوال کا گھر ہے وہ اپنے اہل سمیت بدلتی رہتی ہے لوگو! تم شرائع اسلام سے واقف ہو قرآن پڑھتے ہو تم کو معلوم ہے کہ محمدؐ خدا کے پیغمبر تھے پھر یہ جانتے ہوئے ظلم و ستم سے فرزند رسولؐ کو قتل کرنے پر مستعد ہو؟ لوگو! کیا نہیں دیکھتے کہ پانی نہر فرات کا سانپ پیچ زن ہے یہود و نصاریٰ اور کتے سور تک اس سے سیراب ہیں اور پیغمبرؐ کی عترت پیاسی مر رہی ہے اس کلام کے جواب میں ان ملاعین نے کہا اپنی گفتگو ختم کرو یہ پانی تم کو نصیب نہ ہوگا اور تمہارے ہمراہیوں کو ملے گا بلکہ اسی غم و غصہ کی حالت میں تمہیں مرنا پڑے گا۔

روایت بالا کے مضامین پر ایک نگاہ عبرت

فاضل مولف جو بزعم خود ماہر فلسفہ تاریخ و عالم جو ادیب تاریخ نویسی بھی ہیں بے خبر دنیا کے ساختہ مجتہدانہ انداز سے جو تحقیق پیش کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ امام نماز صبح و تعقیبات کے بعد [illegible] غسل [illegible] اور آداب طہارت [illegible] تھے شہداء اصحاب بھی [illegible] ادا [illegible] وغیرہ [illegible] کے بعد [illegible] تھے [illegible] یہ نوبت آئی تھی کہ سب کے غسل اور ادائے آداب طہارت کے لیے کافی تھا اور نیز یہ روایت ابی مخنف اس کے برعکس یہ بتاتی ہے کہ امام نے نماز صبح سے فراغت پاکر اپنے نانا پیغمبر خدا کی زرہ پہنی عمامہ نبوی سر پر باندھا اور پدر بزرگوار کی تلوار ذوالفقار لگائے ہوئے قوم کوفہ کے سامنے وعظ و نصیحت کے لیے تشریف لائے خاص شان اور مخصوص سج دھج کے ساتھ ان پر حجت تمام کرنے میدان جنگ میں آئے کبھی دنیا کی بے ثباتی و ناپائداری کا تذکرہ فرمایا کبھی آل رسولؐ کے قتل کا ارادہ کرنے پر ان کی ملامت کی اور پھر یہ شکایت بھی کی کہ پانی بند کیے جانے سے عترت طاہرہ بھوکی پیاسی مر رہی ہے اور اس واقعہ الم انگیز پر پرزور احتجاج فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کتا سور جانوران صحرائی کے بھی فرات کے پانی سے سیراب ہو رہے ہیں ایک عترت رسولؐ ہی ہے جو نہر کنارے پیاس سے جاں بلب ہے کیا کوئی عاقل متدین اپنے دل و دماغ میں تصور کو جگہ دے سکتا ہے کہ امام بعد نماز صبح غسل و آداب طہارت سے عہدہ برآ ہو کر اشقیاء کوفہ کے سامنے مقام احتجاج میں تشریف لائے ہوں گے اور عترت نبوی کے پیاسے مرنے کا شکوہ فرمایا ہوگا؟ اور کیا [illegible]

مشہور جواب دیا ہے، یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ ان کو کبھی پانی ان کاوشوں میں سے پانی خیام
حسینی تک پہونچا دینے کے متعلق کر رہے
ہیں کامیابی کا یقین تھا اور اس بات کے
معترف ہیں کہ خیام حسینی میں ان کے قدرمن
کی وجہ سے قحط آب ہو چکا ہے اور حسینؑ
و اصحاب حسینؑ قحط آب کی وجہ سے پیاسے
ہیں اگر بہر یہ سخت پہرہ لانے کے باوجود ان
ملاعین کو مغلوب کر کے ساتویں تاریخ کے
بعد پانی خیام حسینی میں لانے کی کوئی کوشش
کامیاب ہو گئی ہوتی بالخصوص شب عاشورہ
میں تو کیا وہ شکوہ امام اور حضرت حر پیاسے
پیاسے مرنے کے اعلان کے جواب میں یہ
نہ کہتے کہ آپ کا یہ کہنا درست نہیں ابھی
کل کی بات ہے اور رات کا واقعہ ہے کہ
پانی حضرت حر یہ تک پہونچا گیا ہے! پھر کیا
روایت غسل کو قابل اعتبار سمجھنے والے صبح
عاشورا میں تھا آپ کے منکر نہیں ہیں جس
کے کوئی ملاعین و اشقیا بھی معترف تھے!
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جناب حرؑ کا احتجاج

(۳) جناب حرؑ کی یہ معرکۃ الآرا
تقریر کتب تواریخ میں منقول ہے۔

یا اہل الکوفۃ لامکم الہبل والعبر اذ دعوتموہ
حتی اذا اتاکم اسلمتموہ وزعمتم انکم
قاتلوا انفسکم دونہ ثم عدوتم علیہ لتقتلوہ
امسکتم بنفسہ واخذتم بکظمہ واحطتم بہ من
کل جانب فمنعتموہ التوجہ فی بلاد اللہ العریضۃ
حتی یامن ویامن اہل بیتہ واصبح فی ایدیکم کالاسیر
لا یملک لنفسہ نفعا ولا یدفع ضرا

وحلاتموہ ونساءہ واصیبتہ واصحابہ عن ماء الفرات
الجاری یشربہ الیہودی والمجوسی والنصرانی
وتمرغ فیہ خنازیر السواد وکلابہ وہا ہم
قد صرعہم العطش بئسما خلفتم محمدا فی ذریتہ
لا سقاکم اللہ یوم الظما ان لم تتوبوا وتنزعوا
عما انتم علیہ۔

طبری مطبوعہ بیروت جز ثانی من جملہ
الثانیہ صفحہ ۳۳۴

(کوفہ والو! تمہاری مائیں تم پر روئیں
تم نے حسینؑ کو بلایا جب وہ آ گئے تو تم ان سے
پھر گئے پہلے تو جان نثاری کے دعوے کیے پھر
ان کے درپے قتل ہو گئے ان کی راہ روک
دی ہے زندگی ان پر تنگ کر دی ہے ان
کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے خدا کے وسیع
شہروں میں سے کسی کی طرف ان کو جانے
نہیں دیتے تاکہ ان کو اور ان کے اہل بیت
کو امن کی جگہ مل جائے حسینؑ اس وقت تمہارے
ہاتھوں میں قیدی بن کر رہ گئے ہیں نہ اپنے
کو کوئی نفع پہونچا سکتے اور نہ کوئی مضرت دفع
کر سکتے تم نے ان عورتوں اور ننھے ننھے بچوں
اور ان کے ہمراہیوں کو فرات سے اس بہتے
ہوئے پانی سے محروم کر رکھا ہے جس سے
یہودی مجوسی نصرانی سبھی تو سیراب ہیں اور
جس میں آس پاس کے دیہاتوں کے کتے اور
سور تک لوٹ رہے ہیں اور ان لوگوں
کا یہ حال ہے کہ پیاس نے ان کو بے جان
کر کے گرا دیا ہے تم نے محمدؐ کی اذیت کے
ساتھ ان کے بعد بہت برا سلوک کیا اگر تم
توبہ نہیں کرتے اور اپنے ظلم سے باز نہیں
آتے تو خدا تمہیں قیامت کی پیاس کے دن
سیراب نہ کرے۔

کیا جناب حرؑ کی اس تقریر کا یہ جملہ "قد صرعہم
العطش" یہ ظاہر نہیں کرتا کہ امام اور آپ
کے اہل حرم ننھے ننھے بچے اور اصحاب سب
کے سب پیاس کی مہلک شدت کی وجہ سے
بے جان ہو رہے تھے کسی کے دم میں دم
نہ تھا اور یہ حالت ان کی اس وجہ سے تھی کہ
جس آب فرات سے یہودی نصرانی و مجوسی
سگ و خوک تک سیراب تھے وہ امام اور
آپ کے ہمراہیوں کے لیے دستیاب نہ تھا
تجربہ شاہد ہے کہ صرف چند گھنٹوں یا ایک
دن کی پیاس میں ایسی جان گسل۔ مہلک
تباہ کن شدت نہیں ہو سکتی۔ یہ مہلک شدت
اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ اس کا زمانہ
بہت طویل ہو لہٰذا تین دن پیاسا رہنا جو
حد شہرت و تواتر کو پہونچا ہوا ہے بالکل درست
ہے اور علامہ کنتوریؒ کا یہ ارشاد حرف
بحرف صحیح اور حقیقت کا آئینہ دار ہے

علامہ کنتوری کا محققانہ کلام
روز قحط آب حد تواتر کو پہونچ گیا ہے

(۱) مشہور ... تو یہی ... کربلا میں ... آپ ... ساتویں
تاریخ سے
محرم کے دن کو یا وہ دن گزر کر آٹھویں شب
سے بند کیا گیا اور یہی پیاس چند وجوہ ان زبانوں
سے بھی سمجھی جاتی ہے جو آئمہ علیہم السلام
سے روایت کی گئی ہے اور ان روایتوں
سے بھی ثابت ہوتی ہے جو بطور پیشین گوئی
کے از روز ولادت امام حسین علیہ السلام

[illegible] شہادت منقول ہوئی ہیں [illegible]
ہے بھی چند معتبر پیاس ثابت ہوتی ہے [illegible]
چلا جانے اور انبیاء کو جناب امام حسین
علیہ السلام کے پیاسے شہید ہونے کی خبر

دی ہے ... روایتیں جن میں حافظان
قرأت کے اقوال منقول ہیں مشہور ہیں [illegible]
حضرت [illegible] اسی پیدائش کے [illegible]
[illegible] پانی پیا اور [illegible]

کی پیاس پر جو گفتگو اصحاب امام حسین [illegible]
نے عمر سعد اور شمر وغیرہ سے کی ہے [illegible]
کرتی ہے اور جو جو ملامت اور نصیحت [illegible]
[illegible] اشقیاء امت کو سنائی [illegible]

درسِ حمیت

(از جناب مرزا نذیر حسین صاحب نذیر بنگلوری)

طوفانِ حوادث میں نہ منہ حق سے پھرانا شبیر سے سیکھو
اک دفترِ ماتم ہے مسافر کا فسانہ برد [illegible] زمانہ
مظلومی و ایثار کی تیغ دو زباں کے دیے کے بچھ کے
چرخ ستم ایجاد کا شکوہ نہیں کرتے اللہ کے بندے
گھنگھور گھٹا کفر کی جس دم امنڈ آئے عیبوں کے لہو سے
خود خون کے [illegible] سمندر میں نہا کر دو ہاتھ لگا کر
ہوتے ہیں جفاکش نگہ ناز کے بسمل رکھتے ہو اگر دل
جینے کے لیے چشمۂ زرّیں پہ نہ مرنا ہو کیسے ہی تشنہ
ہے چاہ اگر دل میں حیات ابدی کی وصلِ صمدی کی
ایمان جو پیارا ہے تو کیا لعل و جواہر اسلام کی خاطر
پیرانہ سری لاشیں جوانوں کی اٹھانی وہ سوزِ نہانی
تلواروں کی جھنکار سے ڈرتے نہیں غازی بچپن کے نمازی
دشمن کو اماں دینا ظفر ہاتھ جو چھوٹے رحم ان کو ہی کہتے
وہ عصر کا ہنگام وہ فوجوں کی چڑھائی وہ وعدہ وفائی
جب امتا سے من نہ سکے پیاس میں جانی نایاب ہو پانی
کہتے ہیں جسے عزتِ نفس اہلِ بصیرت ہے گوہرِ عظمت

ثابت قدمی راہِ صداقت میں دکھانا شبیر سے سیکھو
ملت کی بقا کے لیے دکھ درد اٹھانا شبیر سے سیکھو
ظالم کی حکومت کو تدبر سے مٹانا شبیر سے سیکھو
بگڑے ہوئے ماحول کو ہمت سے بنانا شبیر سے سیکھو
ظلمت میں ہدایت کے چراغوں کو جلانا شبیر سے سیکھو
گرداب ہلاکت سے سفینے کو بچانا شبیر سے سیکھو
راضی بہ رضا بارِ شہادت کو اٹھانا شبیر سے سیکھو
آ ہنوز مرِ شمشیر سے پیاس اپنی بجھانا شبیر سے سیکھو
ناموسِ شریعت کے لیے جان لڑانا شبیر سے [illegible]
خونی کفن اولاد کو ہاتھوں سے پہنانا شبیر [illegible]
ہر سورۂ قرآں کو کلیجے سے لگانا شبیر [illegible]
سر عین لڑائی میں پئے سجدہ جھکانا شبیر [illegible]
قدرت پہ بھی خاموش کھڑے برچھیاں کھانا شبیر سے سیکھو
جلتی ہوئی ریتی پہ مصلے کو بچھانا شبیر سے سیکھو
گہوارے میں روتے ہوئے بچے کو جھلانا شبیر سے سیکھو
اس در کی حفاظت میں گلا پیاسا کٹانا شبیر سے سیکھو

سب کچھ ہے نذیر اس کا دیا ہوش میں آؤ جب وقت پڑے تو
مالک کی محبت میں بھرے گھر کو لٹانا، شبیر سے سیکھو

[illegible] ... پہنچ سکتے تھے جو روایتیں بطور رجز کے ... اہل بیت حضرت کے ... کہتے تھے خواہ لڑتے لڑتے فرات پر پہونچ جاتے تھے اور بنظر وفاداری پانی نہیں پیتے تھے اس لیے کہ ان کو تاسف ہوتا تھا حضرت کی پیاس اور اطفال کی یاد کر کے اور چلو میں پانی بھر کر پھینک دیتے تھے یہ روایتیں بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ پانی تین روز سے بند تھا ... سب روایتیں اگر یکجا کی جائیں تو ان کا شمار سو سے زیادہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ روایتیں حد تواتر کو پہونچ گئی ہیں یعنی پیاس کا ذکر سب ... گیا ہے گو اور مضامین پر بھی سوال ... ہوا ہے۔

روایتیں ص ۲۹۶-۲۹۷

امام اور اہل بیت و اصحاب کی سہ روزہ پیاس کا سبب قحط آب تھا یا کوئی مصلحت سیاسی؟

حسن عقیدہ انسان کو خدا نے روایات ... سے نتائج حاصل کر لینے کے لیے ذہن صائب و دماغ صالح عطا فرمایا ہے اور اس کی رو سے ... نفسانی نہیں ہے وہ ... فہم تک آسانی سے پہونچ سکتا ہے کہ امام ... آپ کے اطفال کی جان گسل وہ پیاس

[illegible] ... پانی کا وجود ... مصلحت و سیاست ... عقل و روایت کی ... مسائل و معانی ... ثابت ہے ان معتقدوں کی پیاس کا اعتراف ... پیاس کی وجہ یہ قرار دی جاتی ہے کہ پانی موجود ہوتے ہوئے امام نے نہ خود پیا اور نہ اطفال و اصحاب کو پلایا غسل فرمایا آداب طہارت بجا لائے مگر ننھے بچوں تک کی پیاس نہیں بجھائی کیونکہ مصلحت اسی میں تھی اور یہ امام کا فعل تھا کہ جس پر کوئی سوال وارد نہیں ہو سکتا اگر عقل و انصاف کی روشنی میں ان روایات کثیرہ کو دیکھا جائے جو حسب تصریح علامہ کنتوری بحد تواتر پہنچ گئی ہیں تو ان سب سے جہاں چند روزہ پیاس کی ہولناک شدت ثابت ہوتی ہے وہاں اس کا سبب بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ محافظان نہر کے سخت پہروں کی وجہ سے خیام حسینی میں پانی نایاب تھا اور اس جانکاہ تشنہ لبی کا سبب قحط آب تھا نہ کہ پانی باوجود دستیابی بنا بر مصلحت نہ پینا۔ اور جو اصحاب و اہل بیت لڑتے لڑتے فرات پر پہونچ جاتے تھے اور بنظر وفاداری پانی نہیں پیتے تھے اور حضرت کی پیاس اور اطفال کی تشنگی یاد کر کے پانی چلو میں بھر کر پھینک دیتے تھے ان کو تاسف اسی بات پر ہوتا تھا کہ جو پانی اس وقت ان کے اختیار میں ہے وہ حسین و اطفال حسین کے لیے نایاب ہے چھوٹے چھوٹے بچے تک اس کے لیے ترس رہے ہیں اور اسی کی

[illegible] ... سے جانب ... امام کے ... کی بابت ... غسل ... و آداب طہارت ادا کئے ... امام کے شریک تھے اتفاق سے ... ذریت نبویہ کی شدت تشنگی کو دیکھ کر بیتاب ہوتے ہیں اور (جیسا کہ روایت منقولہ بالا میں مذکور ہے) عمر بن سعد کے پاس باذن امام جا کر کہتے ہیں "[illegible] عطشا قد حلت بینہم وبین ماء الفرات تشربہ" یعنی فرات کا یہ پانی جس کو سگ و خوک تک پی رہے ہیں تو نے حسین و اہل بیت حسین پر بند کر رکھا ہے جس سے وہ لوگ پیاس سے مر رہے ہیں۔ پھر کیا جناب بریر کے اس کلام کا واضح ترین مطلب جو ظاہر الفاظ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے یہ نہیں ہے کہ امام حسین اور اہل بیت حسین کی پیاس ہولناک شدت کی حد تک پہونچ گئی تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ ابن سعد کی فوج نے گھاٹ پر پہرے پہرے قائم کر کے خیام حسینی میں قحط آب پیدا کر دیا تھا اور امام اس سے محروم کر دیے گئے تھے؟ کیا بریر کے لیے بنیاد ہو کر اور آداب غسل بجا لا کر اشقیا کے سامنے آنا اور اس قسم کا احتجاج کرنا مناسب ہو سکتا تھا اور کیا یہ کلام بریر محمل قحط آب پر شاید نہیں ہے ... کہ ہر وہ روایت جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ امام اور آپ کے اہل بیت تین روز سے پیاسے تھے وہ یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ اس پیاس کا سبب قحط آب تھا نہ کہ

بنا بر مصلحت پانی سے اجتناب کرنا۔ یہ سبب غریب
فاضل مولف سے پہلے کسی فرد بشر کے علم
میں نہ تھا۔ یہ تحقیق مکمل جدید اور انوکھی ہے
تو یہ فاضل موصوف کی جدت نواز فلسفہ آرائی
کی پیداوار ہے۔

روایات وجود آب پر نقد و تبصرہ

جب کہ
بات پایۂ ثبوت
کو پہنچ گئی
کہ حضرت
امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ہمراہیوں

کا تو آپ کا [illegible]
ہونا تو اثرات [illegible]
کرنا چاہئے [illegible]
ہو سکتا تو آپ ان [illegible]
تعدد تبصرہ مزدور [illegible]

زمین کربلا کے نہ فلک

حضرت عونؑ و محمدؑ

کب عون و محمد کی طفلی کا جواب آیا
عاشور کی شب شوقِ نصرت میں نہ خواب آیا
ناموس کی حمایت میں نکلے جو سر میداں
یوں لڑ کے لڑے دونوں بچپن میں شباب آیا

حضرت قاسمؑ

شک ہو اگر کسی کو کچھ صلح مجتبیٰ میں
دیکھے پدر کے جوہر فرزند کی وفا میں
قاسمؑ کو بہر نصرت کر کے دمی بتایا
تھے اک حسینؑ ہم بھی ہوتے جو کربلا میں

حضرت عباسؑ

جہاں پر کس کے دم سے چھا گئی ہیبت سپاہی کی
کہ لرزاں ہے فضا سے دریا [illegible] و ماہی کی
نہ چھوڑا مر کے بھی عباسؑ نے قبضہ ترائی کا
شجاعت بول اٹھی یہ نسل ہے شیرِ الٰہی کی

حضرت علی اکبرؑ

دلِ پُر درد اپنا کر کے دقفِ عشق بیدردی
علی اکبرؑ نے ہمت اور وفا کی انتہا کر دی
[illegible] کی لوحِ صاف پر یوں [illegible]
لکھا گویا ستم کے [illegible] نے وصفِ جوانمردی

حضرت علی اصغرؑ

تبسم پر ہوں کیوں سا کنانِ شش جہت ششدر
وہ پیکانِ سہ پہلو اور رشتہ ہے علی اصغرؑ
یقیناً ہے امامت کی جھلک اس طفل میں باقر
لبوں کی ایک جنبش میں ہے جب اعجاز کا منظر

امام زین العابدینؑ

عالم کو دکھا دیں عابدؑ نے شمشیرِ زباں کی تاثیریں
انساروں میں درباروں میں گونجی [illegible] تقریریں
ایثار اسی کو کہتے ہیں یہ شانِ امامت ہے باقر
مذہب کو دلائی آزادی خوش ہو کے پہن لیں زنجیریں

حضرت زینبؑ

منصب سنبھالا باپ کا گر حضرت شبیرؑ نے
در پیش عمل میں ماں کی چال زینبؑ دلگیر نے
تعمیرِ ملت میں بہم یوں ہو گئی تقسیم کار
بھائی نے کی جب ابتدا کی انتہا ہمشیر نے

امام حسینؑ

محبوب خدا کے راکب دوش انداز نرالے رکھتے ہیں
جب [illegible] کے ہوں جس [illegible] کے سب پر [illegible]
[illegible] سے
اے چاند علی کے [illegible]

ہو سکتا ہے کہ فوج یزید کی طرف سے پانی بند کیے جانے اور محافظت نہر میں نہایت شدت و تنگی اور سخت قدغن ملحوظ رکھے جانے کے بعد بھی خیام حسینی تک پانی لایا گیا اس لیے نہ پانی نایاب تھا اور نہ امام حسینؑ اور آپ کے اقارب و انصار تین روز کے پیاسے تھے اور اگر رہے ہوں گے تو اپنی کسی مصلحت و سیاست کی بنا پر نہ کہ پانی کی نایابی اور قحط کی وجہ سے۔ اس قسم کی روایات نہایت قلیل التعداد ہیں اور روایت و درایت دونوں اعتبار سے ارباب علم کے نزدیک وہ کبھی قابل التفات نہ ٹھہریں کیوں کہ جو حقیقت اور واقعہ تواتر کو پہونچ کر قطعی و یقینی بن چکا ہو اس کے خلاف کوئی بات کسی صاحب عقل کے نزدیک مسموع و قابل توجہ نہیں ہو سکتی اس کا مخالف متواتر ہونا ہی اس کے باطل و کاذب اور محض سفسطہ و جنون ہونے کے لیے کافی ہوتا ہے اس کے لیے مزید شاہد و دلیل کی احتیاج نقل نہیں ہوتی عقل اگر اپنی فطرت اصلیہ پر قائم ہے تو اس کو محض اس لیے قبول نہیں کر سکتی کہ وہ خلاف تواتر ہے جو روایت خلاف متواتر ہو اس کے بطلان کے ثبوت کے لیے اس کی مخالفت تواتر ہی کافی ہے اس کے ابطال کے لیے اس کی سندوں کی تفتیش و تجسس میں کاوش بے ضرورت ہے اگر اس اصول کو تسلیم نہ کیا جائے گا تو تمام تاریخی واقعات و حقائق قطعیت و یقینیت کے مرتبہ سے گر جائیں گے تلاطم تشکیک و سفسطہ انگیزی میں نہ کوئی واقعہ رہ جائے گا اور نہ کوئی حقیقت رہ جائے گی اس لیے کہ دنیا میں کوئی واقعہ ایسا بمشکل ہی پیش کیا جا سکتا ہے جس کے خلاف کوئی روایت موجود نہ ہو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کبریٰ کا ۱۰ محرم کو واقع ہونا کمال شہرت و تواتر کے درجہ پر پہونچا ہوا ہے تمام دنیائے تاریخ کا اس پر اتفاق ہے۔ مگر اس کے خلاف بھی ایک بیان موجود ہے۔ تاریخ طبری ملاحظہ ہو۔ بجزو الثانی من المجلد ثانیہ صـ ۲۸۶

ایک روایت عجیبہ امام حسینؑ ۱۰ صفر کو شہید ہوئے

قال الحارث قال ابن سعد نا محمد بن عمر قال قتل الحسین بن علی عم فی صفر سنہ ۶۱ و هو ابن خمس و خمسین حدثنی بذلک افلح بن سعید عن ابن کعب القرظی۔

(حارث کہتا ہے کہ مجھ سے ابن سعد نے بیان کیا وہ کہتا ہے مجھ سے محمد بن عمر نے روایت کی کہ حسین بن علی ماہ صفر ۶۱ھ میں پچپن برس کے سن میں شہادت پائی۔ مجھ سے یہ بات افلح بن سعید نے ابن کعب قرظی کی زبانی کی زبانی بیان کی ہے)

پھر کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو اس اجنبی سر و پا جز کی بنا پر اپنے اس قطع و یقین میں تزلزل اور کمزوری محسوس کرتا ہو جو اسے دسویں محرم کو وقوع شہادت کے متعلق بذریعہ تواتر روایات و اخبار حاصل ہے؟ جو روایات متواتر قحط آب و تشنگی سے روز کے مخالف ہیں ان کی حیثیت اس سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جو شہادت کا ماہ صفر میں واقع ہونا ظاہر کرتی ہے لہذا کوئی معقولیت اس امر میں نہیں ہو سکتی کہ ایک کو خلاف تواتر ہونے کی بنا پر ناقابل اعتبار ٹھہرا کر نظر انداز کر دیا جائے اور دوسری روایات کو کھلی ہوئی مخالفت تواتر کے باوجود مرتبہ اعتبار و قبول دے کر قابل استخراج نتائج ٹھہرایا جائے یک بام و دو ہوا اندارد۔ جس تاریخ طبری سے افسانہ غسل طہارت مندوبہ ماخوذ ہے (حالانکہ کوئی لفظ روایت طبری کی غسل پر دلالت نہیں کرتا) اسی میں شہادت کا صفر میں واقع ہونا بھی مذکور ہے بلکہ روایت باعتبار عبارت و الفاظ نہایت صاف و صریح ہے پھر کیا اس کا تہ شہید انسانیت جیسے دفتر متجددات میں جگہ نہ دینا خلاف انصاف و مخالف ذوق جدت طرازی نہ ہوگا

روایات واقعات کربلا کا ماخذ

قبل اس کے کہ وجود آب کا شبہ پیدا کرنے والی روایات کے متعلق ناقدانہ کاوش کی جائے یہ گزارش ضروری ہے کہ واقعات کربلا جو عام اسلامی تواریخ میں مذکور ہیں ایک دن کا ماخذ یزیدی حکومت کے فوجی نامہ نگاروں کی رپورٹیں اور خود سپاہیوں کے بیانات بھی ہیں فاضل مؤلف بھی اس کے معترف ہیں اور اس اعتراف کو نہایت سنجیدگی سے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں۔ خود اموی نامہ نگاروں اور فوجیوں

[illegible] کسی نہ کسی رنگ میں واقعات کو مسخ کرکے
[illegible] بیان کیا وہ غیر شعور کے [illegible]
بیان کر [illegible]

بڑی قیمت ہے ۔
[illegible] کے مطابق اور
[illegible] انکار ہے کہ حکومت کے امر

نگاروں اور فوجیوں کے بیانوں میں صرف
معمولی حصہ غیر شعوری ہوتا ہے جو خود ان کے
مفاد کے خلاف ہوتا ہے جس میں عہدہ داران

اصغر تڑپ کے مر گئے اک جام کیلئے

از جناب ساحر نجمی [illegible]

صرف دیا خانوادہ اسلام کیلئے [illegible] ہوئے اس کام کیلئے
معصوم کا لہو تھا بڑے کام کیلئے سرخی بنا فسانۂ اسلام کیلئے
ہر قوم کو سنایئے روداد کربلا یہ داستاں نہیں فقط اسلام کیلئے
دنیا کو کچھ سکھایئے اور خود بھی سیکھئے بنیاد مجلسوں کی نہیں نام کیلئے
سوکھے گلے کا اپنے لہو وقف کر دیا اک ناتواں نے قوت اسلام کیلئے
آپس میں کچھ مفید یہ خونریزیاں نہیں اسلام اور بانیٔ اسلام کیلئے
عباسؑ نے حسینؑ پہ کی زندگی نثار خود مٹ گئے امانت اسلام کیلئے
فوجوں میں کس طرح کے مسلماں تھے اہل شام اصغر تڑپ کے مر گئے اک جام کیلئے

ساحر مجھے ہے ناز کہ ہوں شاعر حسینؑ
کہتا نہیں میں نظم کبھی نام کیلئے

حکومت اور فوجیوں کے مظالم مذکور ہوتے ہیں حکومت کے نامہ نگاروں اور فوجیوں کا مقصد واقعات جور و ظلم اور اپنی زیادتیوں کی پردہ پوشی کرنا اور اصلیت کو چھپانا ہوتا ہے نہ کہ خود اپنے خلاف دیدہ و دانستہ پروپیگنڈا کرنا اور غلط فہمی پھیلانا لہذا ان کی رپورٹوں اور بیانوں میں وہی حصہ غیر شعوری طور پر ایسی باتیں کہے یا لکھے جو خود اس کے مقاصد کے خلاف ہوں اور اس کے مفاد کو صدمہ پہونچانے والی ہوں اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ سنان بن انس نے حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک عمر سعد کے سامنے رکھ کر جذبہ مسرت و طمع صلہ وانعام میں ایسے اشعار پڑھے جو اس کے مفاد کے خلاف تھے اس پر عمر بن سعد نے اس کو ٹوکا اور سختی سے تنبیہ کی۔ تاریخ کامل میں ہے۔

فقال الناس لسنان بن انس النخعی قتلت الحسین بن علی و ابن فاطمہ بنت رسول اللہ قتلت اعظم العرب خطرا اراد ان یزیل ملک ھولاء فات امرائک فاطلب ثوابک منہم فانہم لو اعطوک بیوت اموالہم فی قتلہ کان قلیلہ فاقبل علی فرسہ وکان شجاعا شاعرا وبہ لوثۃ حتی وقف علی باب فسطاط عمر بن سعد ثم نادی باعلی صوتہ۔

اوقر رکابی فضۃ و ذہبا
انی قتلت السید المحجبا
قتلت خیر الناس اما و ابا
و خیرہم اذ ینسبون نسبا

فقال بن سعد اشہد انک مجنون ادخلوہ علی فلما دخل حذفہ بالقضیب وقال یا مجنون اتکلم بہذا الکلام واللہ لو سمعک ابن زیاد لضرب عنقک۔ جلد ۴ صفحہ ۳۳

لوگوں نے سنان بن انس النخعی سے کہا تو نے فاطمہؑ دختر رسول خدا اور علیؑ کے بیٹے حسینؑ کو قتل کیا ہے تو نے عرب کے سب سے بڑے حرمت والے انسان کو مارا ہے جو ان اموی امیروں کا ملک چھین لینا چاہتا تھا لہذا تو اپنے امیروں کے پاس جا کر ایسے بڑے کارنامہ کا صلہ و انعام طلب کر اگر وہ قتل حسین کے صلے میں تجھے اپنے خزانے دے ڈالیں تو بھی یہ بخشش ان کی کم ہوگی یہ سن کر سنان عمر بن سعد کے پاس آیا اور در خیمہ پر کھڑا ہوا اور بآواز بلند یہ اشعار پڑھنے لگا۔

اوقر رکابی فضۃ و ذہبا الخ یعنی میری ڈھال چاندی اور سونے سے بھر دے کیوں کہ میں نے سرا پردہ عزو جلال میں رہنے والے سردار کو مارا ہے میں نے اس کو قتل کیا ہے جو ماں باپ اور نسب کی شرافت میں سب سے بہتر تھا۔ عمر بن سعد نے یہ اشعار سنے تو کہا کہ بے شک تو مجنون ہو گیا ہے پھر اسے سامنے بلایا اور چھڑی مار کر کہا اے دیوانے تو اس طرح کی باتیں کہتا ہے اگر ابن زیاد نے سنا تو تجھے مار ہی ڈالے گا۔

لہذا اموی نامہ نگاروں کی رپورٹوں اور فوجیوں کے بیانوں میں وہی جزئیات قابل اعتبار اور قیمتی ہوں گے اور محض غیر شعوری طریقہ میں بیان کیے گئے ہوں گے جو ان کے مقاصد کے خلاف ہوں گے جن میں ان کی جفاکاریاں اور ستمگاریاں کے تذکرے ہوں گے امام حسین اور اہل بیت نبوی کی مظلومیت مذکور ہو گی اور آپ کے مظلومی کی تائید غیر شعوری طور پر ہوتی ہو گی یہ بات بالکل مطابق فطرت ہے کہ ظالم اپنے ظلم اور مظلوم کی مظلومیت کی سچی داستان دنیا کو سنا کر اپنی رسوائیوں کے اسباب فراہم نہیں کر سکتا وہ تا امکان اپنے ظلم و ستم پر پردہ ڈالنے اپنے اعمال بد کو چھپانے مظلوم کی مظلومیت کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتا ہے لہذا اموی نامہ نگاروں کی رپورٹوں اور فوجیوں کے جن بیانوں میں خود ان کے مفاد کا واضح پہلو موجود ہو اور جن میں ان کے مظالم کی شدت کو کم کر کے دکھایا گیا ہو ان کی بابت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بغیر شعور دنیا کے سامنے لائے گئے ہوں گے اور مورخ کی نگاہ میں ان کی قدر و قیمت ہو سکتی ہے تمام عقلی و عرفی و عادی قرائن اس قسم کی رپورٹوں اور بیانوں کو حکومت و عمال حکومت کے حق میں مفید پروپیگنڈا سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں اہل بیت نبوی اور ان کے جان نثاروں پر اشقیا کوفہ نے اموی حکومت کی رضا جوئی کے لیے جو انسانیت کش مظالم کئے ان کے بدترین اثرات و عواقب کا ان کو جلد ہی شعور و احساس ہونے لگا تھا ان میں سے بعض اشقیا اپنے ضمیر کی دبی ہوئی آواز کی بنا پر آنے والی رسوائیوں اور فضیحتوں کا پہلے ہی کچھ نہ کچھ شعور و احساس رکھتے تھے اور بعض بدنصیبوں نے بعد میں اس کا احساس کیا قتل سادات کا یہ انجام بہت جلد ان کے سامنے آگیا کہ رسوائے زمانہ ہوئے خلق اللہ کی طرف سے نفرین کی بوچھار ان پر ہونے لگی عام طور نفرت و حقارت کے جذبات و احساسات ان کے خلاف ابھرنے لگے اور وہ دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے طمع مال و زر اور حرص جاہ و منصب خار حسرت و ندامت بن کر ان کے ناپاک دلوں میں چبھنے لگی اور اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ اپنے جور و تعدی کو چھپائیں اپنی سفاکی پر پردہ ڈالیں اور اپنے ظلم و ستم کے واقعات

کو مسخ کرکے بیان کریں دنیا میں ایسا کوئی پروپیگنڈا کامیاب نہیں ہوتا جس میں اپنے مقصد کی کھلی ہوئی تبلیغ کی گئی ہو۔ ہوشیار ظالم اپنے مظالم کی سنگینی کو کم کرنے کے لئے افسانے بیان کرتے ہیں جو بظاہر تو مظلوم کے حق میں ہوں اور باطنی طور پر ظالم کے مفاد پر اچھا اثر ڈالتے ہوں اور انکی جفاکاروں کی سنگینی کو ہلکا کر دینے والے ہوں اگر کوئی ظالم جفا شعار اپنے مظالم کا انکار صریح کرے اور اپنی برارت کا براہ راست ثبوت دینا چاہے تو دنیا میں اوس کا پروپیگنڈا کامیاب نہیں ہو سکتا وہ پروپیگنڈا کامیابی حاصل کرتا ہے جس میں ضمنی طور سے حصول مقصد کی کوشش کی گئی ہو اور اوس کا ظاہر مظلوم کے حق میں ہو اور باطن ظالم کے حق میں۔

بعد حادثۂ شہادت عظمیٰ اموی حکومت اور اوس کے عاملوں اور فوجیوں کو یہ محسوس ہوگیا کہ اون کی طرف سے عام نفرت پیدا ہو رہی ہے کربلا والوں کی مظلومیت نے عوام و خواص کے دلوں میں جذبۂ ہمدردی اور ان ملاعین کی جانب سے نفرت و حقارت کا احساس پیدا کر دیا ہے جسکو کم کرنے کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے ماتحت دروغ بافیوں کا جو سلسلہ شروع کیا گیا اوس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

اموی افترا اور کوفی دروغ کی ایک قابل لحاظ مثال

دنیائے اسلام کے بلند عالم ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کتاب مناقب سادات میں لکھتے ہیں۔

ص ۲۷، نسخہ قلمی کتب خانہ رامپور اسٹیٹ

(سوال) بعضے گویند کہ حسین ابن علی علیہ السلام در دشت کربلا در حالت نزع گفت در بہشت قدم نا کشندۂ خود را برابر نبرم۔

(جواب) این سخن محض افترا و دروغ است کلا بہ تحقیق است زیرا چہ نزع حسین عبارت از بریدن سر مبارک است و در آں وقت ہیچکس سنی و شتہ بین حاضر نبود و ہمہ شہید گشتہ بودند قول مدعا علیہ و گواہی غرضیان و معاندان باتفاق مردود است عرف کما فی الشہادات۔

حضرات ناظرین صرف اسی ایک مثال سے اندازہ فرما سکتے ہیں کہ قاتلان امام اپنی عام رسوائی و ذلت و فضیحت کو کم کرنے اور جذبۂ انتقام کو قلوب عامۂ ناس سے گھٹانے کی غرض سے کس طرح کا پروپیگنڈا کر رہے تھے اون کے افسانوں کا انداز و کیا تھا بظاہر امام حسین علیہ السلام کی کریم النفسی وسیع النظری رواداری عفو و رحم کا کمال دکھایا گیا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرت کا رحم و کرم اتنا وسیع و ہمہ گیر تھا کہ اپنے قاتلوں کا جہنم میں جانا گوارا نہ فرما سکتے تھے آپ بوقت نزع اس کی ضمانت کر گئے ہیں کہ اپنے قاتل کو عذاب جہنم سے بچا لوں گا اوس کے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گا مگر اس پر فریب افترا کا مقصد اصلی یہ تھا کہ اسلامی دنیا میں جو عام نفرت و حقارت کا جذبہ اون کے خلاف پیدا ہو گیا ہے اوس کو کم کر دیا جائے گا اور خلق خدا کو یہ یاد دلایا جائے کہ امام حسین علیہ السلام خود اپنے قاتلوں کو معاف فرما چکے ہیں اون کی شفاعت کا وعدہ کر گئے ہیں لہذا اون کو اسلام سے خارج ملعون و مردود اور رحمت خدا سے مایوس نہ سمجھنا چاہیے جب امام مظلوم خود اپنے قاتلوں کو معافی کا پروانہ دے گئے ہوں تو دوسرے ہمدردوں کو اون قاتلوں اور ظالموں پر نفرین کرنے کا کیا حق ہے؟۔

تحقیق روایات کا ایک اہم قاعدہ

ملک العلماء دولت آبادی نے اپنے جواب باصواب میں اون روایات کے پرکھنے کا نہایت مستند معیار اور قوی ترین اصول بتا دیا ہے جس سے مجرمین حکومت یزید اور قاتلان امام کی صفائی کا کوئی پہلو نکل سکتا ہو۔ اس معیار و اصول کو ان روایات سے متعلق بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جن میں وجود آب کا افسانہ مذکور ہے مظلومان کربلا کے مصائب و شدائد میں اون کی سہ روزہ بھوک اور پیاس کو انتہائی اہمیت و عظمت حاصل ہے فاجعۂ شہادت حسینی کو واقعۂ شدت عطش نے نہایت درد انگیز بنا دیا تھا عترت طاہرہ کو پیاسا شہید کرنا عام رسوائی کا سبب ہو رہا تھا اموی حکومت اور اوس کے سنگدل و جفاکار کوفی افسروں اور سپاہیوں کی یہ بیدردی زبان زد خاص و عام ہو رہی تھی کہ انھوں نے اہل بیت نبوی کو تین روز کا بھوکا پیاسا شہید کیا نہ صرف جوانوں اور بوڑھوں بلکہ ننھے ننھے بچوں کو بھی پیاسا مارا اس فوق العادۃ سنگدلی و سفاکی کے چرچے عام ہو رہے تھے ہر جانب سے نفرین و ملامت کی بارش ہو رہی تھی حسینی مظلومیت کے تذکروں سے اموی حکومت اور اوس کے مجرم فوجیوں کو صرف ذلت و رسوائی ہی کا سامنا نہ تھا بلکہ عام جذبات و خیالات کے خلاف ہو جانے سے دوسری قسم کے سیاسی خطرات بھی پیدا ہو رہے تھے رائے عامہ اون کے خلاف اور عترۂ طاہرہ کی مظلومیت سے اثر پذیر ہو رہی تھی جس سے عام بغاوت و انقلاب کا اندیشہ تھا اوس کا انسداد لازم ہو گیا تھا اور اوسکی تدبیر یہی ہو سکتی تھی کہ امام حسین اور اہل بیت کی مظلومیت بالخصوص غیر معمولی تشنگی کی عام شہرت کو بے اثر بنایا جائے لہذا اس امر میں مطلق شبہہ کی گنجائش نہیں کہ اون کی طرف سے مصائب شہداء بالخصوص غیر معمولی پیاس اور پانی کے قحط کے خلاف ہر ممکن پروپیگنڈا کیا ہوگا شہداء کے کارنامے اس انداز سے بیان کئے گئے ہوں گے جس سے اون کی انتہائی مظلومیت اور جذبۂ ہمدردی کو عام طور سے اوبھارنے والی مصیبتوں کی تاثیر کم ہو

ہوجلتے۔ اون کی شجاعت وسپہ گری کے نمایاں کارنامے اون کی وفاداری وحق شناسی کا واقعات اون کی پابندی واحباب ومندوبات شرع کی روایات پاس آداب طہارت متعددیہ کی حکایات کچھ ایسے انداز سے بیان کی گئی ہوں گی جس سے اون کی سہ روزہ شدت عطش کی عام شہرت شکوک وشبہات میں پڑجائے اور غیر محسوس طور منع آب کی شہرت عامہ کو بے اثر وبے اصل قرار دیتے ہوئے یہ باور کرایا جائے کہ کربلا والے نہر فرات کے پانی سے محروم نہ تھے اون کے پاس پانی کا معتد بہ ذخیرہ صبح عاشور تک موجود تھا لہذا وہ تین دن کے پیاسے نہ تھے کیوں کہ غسل وآداب طہارت کے لئے کافی ہونے والی مقدار آب رکھنے والے کبھی اپنے ننھے ننھے معصوم بچوں کو پیاسا نہیں رکھ سکتے کم از کم وہ اپنے بچوں کو پانی ضرور پلاتے رہے ہوں گے اس کے خلاف طرز عمل فطرت انسانی کے خلاف ہونے کے علاوہ خود اپنے نفس بلکہ اپنے معصوم بچوں کو بھی پانی کا ذخیرہ موجود ہوتے ہوئے ہلاکا وجگر سوز تشنگی میں مبتلا رکھنا اور غسل مستحب وآداب طہارت مندوبہ میں اوس ذخیرہ کو خرچ کرنا اصول شرع سے قطع نظر مخالف عادت وفطرت بشری بھی ہے اس لئے اون کی سہ روزہ پیاس کی شہرت بے اصل تھی وہ تین دن کے پیاسے نہ تھے اور اگر تھے تو کسی نامعلوم مصلحت کی بنا پر جیسا کہ فاضل مولف کا نظریہ عقیدہ ہے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہر مدعی تاریخ نویسی کا یہ فرض عقلی ودینی ہونا چاہیے کہ جن روایتوں میں شہدائے کربلا کے مدائح ومناقب کے پردہ میں صبح عاشور تک اون کے پاس پانی کا موجود ہونا بیان کیا گیا ہے اون پر بصیرت وعقل کی آنکھیں بند کرکے مشق استنتاج نہ کرے بلکہ اس سے پہلے اون کی اصلی حالت کی تحقیق کرے

عروج خاک پاک

(از جناب خنداں لکھنوی)

ظلمت باطل مٹی پھوٹی شعاع انقلاب
ذہنیت، خوابیدہ جاگ اٹھی عمل کے جوش میں
ریگ دشت کربلا ہے حلقۂ کام بلا
ہو رہا ہے چہرۂ انسانیت اب تابناک
اس جہاں میں اک فقط شبیرؑ ہے وہ سربلند
جس نے احساس وراثت کا کیا اونچا مقام
روپ میں ماضی کے مستقبل سے جس کی جنگ تھی
جنگ جس کی نسل وملک قومیت سے بے نیاز
امتیاز حق وباطل کو نمایاں کردیا

صبح عاشورہ ہے نکلا چاہتا ہے، آفتاب
گونج اٹھی حق کی صدا اس وادی خاموش میں
کارفرما ہے حسینؑ ابن علیؑ کا حوصلہ
مل رہا ہے آج ذرّوں کو عروج خاک پاک
جس کی قربانی ہوئی تاب وتوان دبدبہ
جس نے باطل کی شکست فاش کو بخشا دوام
جس کے مذہب میں غلامی کی عبادت ننگ تھی
جنگ وہ، جس سے کہ انسانی شرافت سرفراز
چہرۂ انسانیت کو جس نے تاباں کردیا

کربلا میں ہو گئی انسانیت جب بے نقاب
کردیا شبیرؑ نے دنیا میں ذہنی انقلاب

ہو ملک الطاف رودولت آبادی کے بتائے ہوئے
معیار پر روایات وجود آب کا پرکھنا ہر عاقل
متدین مورخ کا فرض ہونا چاہیئے چونکہ وہ
روایات مظلوموں سے زیادہ ظالموں کے
حق میں مفید ہیں (کیونکہ اون سے عوام کے
خیالات یہی ہو سکتے ہیں کہ اموی فوج کی
طرف سے پانی کی روک ٹوک سخت نہ تھی امام
حسینؑ اور آپ کے اصحاب کے پاس صبح روز
شہادت تک پانی کا ذخیرہ کافی موجود تھا جس
سے پیاس بجھانا تو کیا غسل مندوب طہارت مندوبہ
بھی ادا کرتے تھے لہذا تین دن قحط آب اور
سہ روزہ پیاس کی شہرت بے اصل ہے) اس
لئے اون کو باعتبار روایت و درایت اس پہلو
سے ماتحت پرکھنا لازم ہے کہ خونی مجرموں اور
معاندوں کا وہ بیان ہرگز لائق قبول نہیں
ہو سکتا جو سراسر اون کے حق میں مفید ہو مدعا علیہ
کی وہ شہادت جو اس کی صفائی کے لیے نافع اور
اوس کے جرم کے وزن کو گھٹانے والی ہو
کسی عدالت انصاف میں مسموع نہیں ہو سکتی کوئی
مجرموں نے غسل کا افسانہ مشتہر کرکے نہ صرف
شہداء کی شدت عطش کے خلاف پروپیگنڈا
کیا ہے بلکہ امام اور اصحاب نے جو شکوے
قحط آب و تشنگی کے اشقیاء کو ذمے کئے تھے اون
کی سچائی کو بھی مشتبہ کر دیا ہے لہذا اوسکو بنظر اعتبار
دیکھنا اور بسمع رضا و قبول سننا کسی ایسے مورخ
کا کام نہ ہوگا جو ماہر فلسفہ تاریخ ہونے کے ساتھ
ذوق تدین بھی رکھتا ہو۔

اس ضروری تمہید کے بعد وہ روایات مع
نقد و تبصرہ پیش کی جاتی ہیں جن سے آج
بھی کربلا میں قحط آب کے منکرین تمسک
کر کے غیر شعوری طور پر اموی نامہ نگاروں
کے مقصد کو کامیاب بنا رہے ہیں۔

روایت امالی (۱) اس روایت کے ضعف

صدوق رح } امام حسین علیہ السلام کا
جناب علی اکبرؑ کو شب عاشور پانی لانے کے لیے
بھیجنا اور اصحاب کو کپڑے دھونے اور غسل کرنے کا
حکم دیا ہے یہ روایت باعتبار اسناد ضعیف اور
بہ لحاظ مضامین و مطالب مہمل ترین روایات
ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی عاقل خبیر و متدین
بصیر اُس کو اپنے کسی جائز نصب العین کا شاہد
و مؤید کیونکر بنا سکتا ہے کیونکہ اُس پر اعتماد
و اعتبار کی نظر کرنے کے بعد بہت سے واقعات
جو تاریخ کی دنیا میں مسلم الثبوت و متفق علیہ ہیں
مسترد ہو جائیں گے۔

ابن الجعابی محمد بن عمر البغدادی } راوی اول روایت
امالی کا محمد بن عمر البغدادی
الحافظ ہے جو ابن الجعابی کہا جاتا تھا اُس کے حالات
یہ ہیں میزان الاعتدال ذہبی میں ہے۔ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸
(محمد بن عمر ابو بکر الجعابی الحافظ من آئمۃ ہذا
الشان ببغداد علی رأس الخمس وثلاثمائۃ الا انہ
فاسق رقیق الدین ولی قضاء بالموصل وحدث عن ابی خلیفۃ
ومحمد بن الحسن وابن سماعۃ وابی یوسف القاضی۔۔۔۔
لہ مصنفات کثیرۃ ولہ غرائب قیل کان ابن الجعابی
یشرب فی مجلس ابن العمید۔)

لسان المیزان عسقلانی میں ہے جلد ۵ صفحہ ۳۲۲
(محمد بن عمر ابو بکر الجعابی ۳۴۵ھ میں فن حدیث
کے اماموں میں سے تھا مگر فاسق تھا اُس کا دین
کمزور تھا موصل کا قاضی بنایا گیا ابو حنیفہ و محمد بن الحسن
و ابن سماعۃ و ابو یوسف سے روایت کرتا تھا اُس
کی تصنیفیں بہت ہیں غرائب اخبار اُس سے منقول
ہیں کہتے ہیں کہ ابن الجعابی ابن العمید کی بزم میں
شراب پیتا تھا۔)

قال الحاکم قلت للدارقطنی بلغنی ان ابن الجعابی
تغیر بعدنا فقال وای تغیر قلت ہذا فہمہ فی الحدیث
قال ای واللہ قال حدث عن خلیل بن احمد العروضی
عشرین حدیثا باسانید لیس لہا اصل قال
الخطیب حدثنی عیسی بن احمد الہمدانی سمعت ابا الحسن
بن زرقویہ یقول کنت عند الجعابی فجاء قوم من الشیعۃ
فدفعوا الیہ درجا وقالوا ایہا القاضی قد جمعت
اسماء محدثی بغداد وذکرت من قدم الیہا وامیرالمؤمنین
علی قد دخلہا نحب ان تذکرہ فقال نعم یا غلام
ہات الکتاب فجیئ بہ فکتب فیہ وامیرالمؤمنین علی یقال
انہ قدمہا قال ابن زرقویہ فلما انصرفوا قلت لہ
ایہا القاضی ہذا الذی الحقتہ فی الکتاب من ذکرہ
فقال ہؤلاء الذین رایتہم۔

حاکم کا بیان ہے کہ دارقطنی سے میں نے کہا کہ ابن
الجعابی میں ہمارے بعد تغیر ہو گیا؟ دارقطنی نے کہا
آخر کونسا تغیر ہو گیا؟ دارقطنی نے کہا آخر کون سا
تغیر ہوا؟ میں نے کہا کہ یہ ہے اُس کی حدیث فہمی دارقطنی
بولے کہ ہاں بخدا۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن الجعابی نے خلیل
بن احمد صاحب فن عروض کی طرف اسناد کر کے بیس
روایات ایسی نقل کی ہیں جن کا کوئی اصل نہیں
خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ مجھ سے عیسیٰ بن احمد الہمدانی
نے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے ابو الحسن بن زرقویہ
سے سنا کہ میں ابن الجعابی کے پاس تھا دیکھا کہ
کچھ شیعہ افراد آئے درہموں کی تھیلی لیے ہوئے
تھے وہ اُس کے حوالہ کی اور کہا اے قاضی تو نے
محدثین بغداد کے اسماء جمع کیے ہیں اور اُن لوگوں
کا تذکرہ کیا ہے جو بغداد میں آئے تھے اور امیرالمؤمنین
علی بھی تو بغداد میں آئے تھے ہم چاہتے ہیں کہ اُن
کا تذکرہ بھی کتاب میں ہو جائے۔ ابن الجعابی نے
کہا ہاں کتاب لاؤ جب وہ لائی گئی تو اُس میں
لکھ دیا "کہا جاتا ہے کہ امیرالمؤمنین علی بغداد آئے

تھے۔ ابن زرقویہ کہتے ہیں جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے ابن الجعابی سے کہا کہ اے قاضی! یہ بات جس کا الحاق تم نے اپنی کتاب میں کیا ہے کس نے بیان کی ہے؟ ابن الجعابی نے کہا انھیں لوگوں نے جن کو تم نے ابھی دیکھا ہے۔

ابن الجوزی اپنی تاریخ المنتظم میں لکھتے ہیں (جلد ۷ صفحہ ۳۷ مطبوعہ حیدرآباد)

کان الجعابی یتشیع ویسکن باب البصرۃ وسئل عن حدیثہ الدارقطنی فقال خلط وقال البرقانی کان صاحب غرائب ومذہبہ معروف فی التشیع وقد حکی عنہ قلۃ دین وشرب الخمر۔

(ابن الجعابی شیعہ تھا اُس کی سکونت باب البصرۃ میں تھی اُس کی حدیث کی بابت دارقطنی سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ اُس کی عقل میں فتور آ گیا تھا برقانی کا قول ہے کہ وہ صاحب غرائب تھا (یعنی غریب اخبار بیان کیا کرتا تھا) دین کی کمی اور شراب خواری اُس کے متعلق بیان کی گئی ہے۔

تاریخ خطیب بغدادی میں ابن الجعابی کے حالات مفصل لکھے ہیں اُن میں سے کچھ حالات یہ ہیں۔

کان کثیر الغرائب ومذہبہ فی التشیع معروف روی عنہ الدارقطنی وابن شاہین وحدثنا عنہ ابو الحسن بن زرقویہ وابو الفضل القطان وعلی بن احمد بن عمر المقری وعلی بن احمد بن الرزاز ومحمد بن طلحۃ النعالی وابو نعیم الحافظ وابو سعید بن حسنویہ الاصبہانی وغیرہم۔

غرائب روایات بکثرت بیان کرتا تھا اس کا مذہب تشیع میں مشہور ہے اُس سے دارقطنی اور ابن شاہین نے روایت کی ہے اور ابو الحسن بن زرقویہ و ابو الفضل القطان و علی بن احمد عمر مقری و علی بن احمد بن احمد الرزاز و محمد بن طلحۃ النعالی و ابو نعیم الحافظ ابو سعید بن حسنویہ الاصبہانی وغیرہم نے بسند ابن جعابی ہم سے روایات بیان کی ہیں۔

سمعت القاضی ابا القاسم التنوخی یقول تقلد ابن الجعابی قضاء الموصل فلم یحمد فی ولایتہ حدثنی عبید اللہ بن ابی الفتح حدثنا عبدالرحمن بن محمد الاسترآبادی قال سمعت ابا القاسم ابراہیم بن اسمٰعیل المصری باسترآباد یقول کنا بارجان مع الاستاذ الرئیس ابی الفضل بن العمید فی مجلس شرابہ ومعنا ابو بکر الجعابی الحافظ البغدادی یشرب فاتی بکاس عبد ما ثمل قلیلا فقال ما اطیق شربہ فقال الاستاذ الرئیس ولم ذلک؟ فقال لما اقولہ قال قل فقال۔

میں نے قاضی ابو القاسم التنوخی کو یہ کہتے سُنا کہ ابن الجعابی موصل کا قاضی بنایا گیا مگر وہ اپنے اس عہدہ میں ممدوح نہیں رہا۔ عبید اللہ بن ابی الفتح نے مجھ سے بیان کیا اُس نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمان بن محمد الاسترآبادی نے بیان کیا کہ میں نے ابو القاسم ابراہیم بن اسمٰعیل المصری کو یہ کہتے سُنا کہ ہم لوگ ارجان استاذ رئیس ابو الفضل بن العمید کی مجلس شراب میں حاضر تھے ہمارے ساتھ ابو بکر الجعابی بھی تھا اور شراب نوشی میں مصروف تھا جب اُس پر شراب کا نشہ کچھ ظاہر ہوا تو ایک جام شراب اور لایا گیا تو اُس نے کہا کہ اب مجھ میں اس کے پینے کی طاقت نہیں ہے اُستاد رئیس نے کہا کیوں؟ اُس نے کہا اُس شعر کی وجہ سے جو میں کہہ چکا ہوں ابن العمید نے کہا وہ کیا ہے؟ ابن الجعابی نے یہ شعر پڑھا۔

میرے دوستو شراب مجھ سے الگ کر دو
میں شراب کی طاقت نہیں رکھتا

ابن العمید نے کہا کیوں؟ حالانکہ وہ فرحت بخش ہے اور غم کو دور کرتی ہے؟ تو ابن الجعابی نے یہ اشعار پڑھے۔

میں نے جام شراب میں ایسی آگ پائی ہے
جو جسم کو مشتعل اور مزاج رقیق کو گرم کر دیتی ہے
جب میں اپنے مزاج کے ساتھ اس کو جمع کرتا ہوں
تو اُس کو اپنی آگ سے پھونک دیتی ہے

ابو عبدالرحمان السلمی کہتا ہے میں نے ابو الحسن الدارقطنی سے ابن الجعابی کی بابت یہ پوچھا کہ مذہب کے علاوہ کسی اور سبب سے بھی اُس کے اندر کلام کیا گیا ہے؟ دارقطنی نے کہا ہاں عقل اُس کی فاسد ہو گئی تھی۔

یا خلیلی جنبانی الرحیقا
اننی لست الرحیق مطیقا

فقال الاستاذ ولمہ وہی تجلب الفرح وتنفی الترح فقال

غیر انی وجدت الکاس نارا
تلہب الجسم والمزاج الرقیقا
فاذا ما جمعتہا ومزاجی
حرقتہ بنارہ تحریقا

ذکر ابی عبدالرحمان السلمی انہ سال ابا الحسن الدارقطنی عن ابن الجعابی ہل تکلم فیہ الا لسبب المذہب فقال خلط۔

تاریخ خطیب بغداد جلد سوم صفحہ ۲۹-۳۰

علماء رجال کی ان تصریحات سے ظاہر ہوا کہ ابن الجعابی نہایت بدکردار فاسق شرابخوار اور جھوٹا آدمی تھا بے اصل روایات اور غریب حکایات نقل کیا کرتا تھا چند درہموں کے لیے ایک سراسر جھوٹے واقعہ کو اپنی کتاب میں بڑھا دیا اُس کے لیے ایک معمولی امر تھا جب خلیل بن احمد کی طرف منسوب کر کے محض بے اصل جیسی روایتیں وضع کر ڈالیں غریب اور من گھڑت باتوں کے

بیان کرنے میں بے باک تھا تو ائمہ اہل بیتؑ کی طرف
جھوٹے قصوں اور غلط افسانوں کو منسوب کر دینا
اُس کے لیے کیونکر مستبعد سمجھا جا سکتا ہے علاوہ

اس کے وہ ضعف فہم و فتور عقل و خلل دماغ کے
عارضہ میں بھی مبتلا ہوگیا تھا اور اس کا روشن ثبوت
خود زیر بحث روایت ہے کیونکہ اُس میں ایسے متعدد

واقعات بیان کیے گئے ہیں جو [illegible] و فساد عقل
و خلل دماغ ہی کی حالت میں بیان کیے جا سکتے
ہیں کوئی واقف اخبار بحال صحت حواس و ہوش

سفینۂ دین

(جناب قربان حسین صاحب قربانؔ بھو، سی آئی)

سلامی جو کہا شبیرؑ نے وکر دکھایا بھی — رہِ حق میں صداقت کے لئے سر کو کٹایا بھی
پئے امت بھرا گھر سامنے اپنے لٹایا بھی — سفینہ دین کا طوفاں کے تھپیڑوں سے بچایا بھی
بچایا بھی سنبھالا بھی کنارے سے لگایا بھی

غرض تھی جانکنی کے حال میں اسلام کی دنیا — یہ منظر کس طرح ابن علیؑ تو دیکھ سکتا تھا
تیرا خوں جوش میں آنے لگا پھر کس کی تھی پرواہ — لہو سوکھے گلے کا دیکے : مت کو جلایا بھی
جلایا بھی ہمیں اپنا بنایا بھی بنھایا بھی

نہیں ممکن کہ اب عالم میں وہ عباس پیدا ہو — وفا خود جس پہ نازاں ہو شراب کوئی ایسا ہو
شجاعت کا عرب میں جس کی ہر سو ڈنکا بجتا ہو — مگر امت کے خاطر ایسے بھائی کو کٹایا بھی
کٹایا بھی گنوایا بھی جبیں پر بل نہ آیا بھی

جواں بیٹے کے سینے سے کوئی برچھی نکالے تو — لہو کی دھاریں بہتی دیکھ کر دل کو سنبھالے تو
پدر کوئی یہ عالم دیکھ کر آنسو دبا لے تو — مگر ابن علی نے بیٹے کا لاشہ اٹھایا بھی
اٹھایا بھی سنبھالا بھی گلے جھک کر لگایا بھی

سوالِ آب پر یوں گردنِ بے شیر چھید جائے — زباں ننھی سی سوکھے ہونٹوں پہ باہر نکل آئے
تڑپ کر بے زباں ہاتھوں پہ وہ پیاسا ہی مرجائے — لحد میں باپ نے اپنے ہی ہاتھوں سے اتارا بھی
اتارا بھی چھپایا بھی مگر دل کو سنبھالا بھی

چلے خیمے سے جب ابن علی خود سر کٹانے کو — کہا عابدؑ سے اے بیٹا چلے ہم پھر نہ آنے کو
حرم کو اب تمہیں سونپا تمہیں ظالم زمانے کو — یہ کہکر عابدؑ بیمار کو غش سے اٹھایا بھی
اٹھایا بھی سنبھالا بھی اسے سینے لگایا بھی

چراغِ نور گل کر کے چلے خیمے جلانے کو — یزیدی آتے ہیں بیمار کو قیدی بنانے کو
ردا کو چھین کے زینبؑ کو ننگے سر پھرانے کو — مگر بیمار نے طوقِ گراں ہنس کر اٹھایا بھی
اٹھایا بھی مگر قربانؔ لب پہ اف نہ لایا بھی

اُن کو بیان نہیں کر سکتا روایت کے مضامین خود شاہد ہیں کہ وہ اُس زمانہ میں بیان کی گئی ہیں جبکہ راوی کی عقل پر زوال آ چکا تھا۔

رہا علماء رجال کا اُس کی طرف مذہب تشیع کو منسوب کرنا تو یہ علماء اہل سنت کا زمانہ قدیم سے طرز عمل رہا ہے کہ جس آدمی میں حرارت ناصبیت کی کچھ کمی دیکھی اور اہل بیت نبوی کی جانب کچھ بھی اُس کا رجحان طبع دیکھا مناقب اہل بیت میں کوئی بات اُس کی زبان سے سن لی اُس کو بے دریغ مورد الزام تشیع بنا دیا ان کے نزدیک اموی و شامی جذبات ناصبیت ہی تسنن کا حقیقی معیار تھا اور راسخ سنی وہی ہو سکتا ہے جو اہل بیت نبوی سے ربط عقیدت مندی کچھ بھی نہ رکھتا ہو علمائے محدثین و ماہرین رجال کی کتابیں میرے اس بیان کا صلہا ثبوت اپنے سینوں میں محفوظ رکھتی ہیں جس قوم نے امام نسائی اور امام حاکم کو مورد الزام تشیع بنایا ہو وہ اگر ابن الجعابی کو شیعہ کہے تو اس میں تعجب نہ ہونا چاہیئے بلکہ اسی سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ "تشیع" ان کی اصطلاح میں کیا معنی رکھتا ہے اور کن عقائد و نظریات کے لوگ ان کی طرف سے "شیعہ" کا خطاب پا سکتے ہیں۔

طرفہ تر یہ کہ ابن الجعابی کو ایک طرف "شیعہ" کہا گیا ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابو حنیفہ و محمد و ابو یوسف سے بھی ربط عقیدت و سلسلہ روایت رکھتا تھا اُن سے روایات لے کر دوسروں تک پہونچاتا تھا جس کا محصل یہی تو ہوا کہ وہ سنی حنفی بھی تھا اور شیعہ بھی یعنی سنی ناصبی و خارجی نہ تھا بس یہ ہے اُس "تشیع" کی حقیقت اصلیہ جو ابن الجعابی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ کسی عنوان سے ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ابن الجعابی وہ مذہب تشیع رکھتا تھا جو "تسنن" کی نقیض ہے اور اس کے ساتھ اس کا جمع ہونا اسی طرح محال ہے جس طرح نفی و اثبات اور سلب و ایجاب کا مجتمع ہونا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اُس کو ابو حنیفہ و محمد و ابو یوسف سے کوئی ربط نہ ہوتا اور نہ اہل سنت کے بڑے بڑے ائمہ حدیث مثل دارقطنی و ابن شاہین ابن الفضل القطان وغیرہم اس کی شاگردی میں آنا اور اس سے روایت لینا گوارہ کرتے کتب تاریخ و رجال شاہد ہیں کہ کیا محدثین اہل سنت اس کے خوشہ چین رہے ہیں اس کو دنیا ئے "تسنن" میں جو مقبولیت و وجاہت حاصل رہی ہے وہ اس کی خصوصیات میں داخل ہے علماء رجال کا متفق علیہ بیان ہے کہ اس شخص کو لاکھوں حدیثیں مع اسناد یاد تھیں حفظ احادیث میں یکتائے زمانہ تھا جب حدیثیں بیان کرنے لگتا تھا تو مشتاق سننے والوں کے ہجوم سے راستہ بند ہو جاتا تھا خطیب بغدادی کا بیان ہے۔

کان ابن الجعابی علی مجلسہ نیقتلی السکتہ التی علی فیہا و الطریق۔

(جب ابن الجعابی حدیثیں بیان کرنے لگتا تھا تو گلیاں اور سڑکیں آدمیوں کے ہجوم سے بھر جاتی تھیں۔)

پھر کیا جس شخص کو "تسنن" کی دنیا میں یہ غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو وہ ایسا بھی شیعہ ہو سکتا ہے جو نہ خلفاء ثلاثہ سے عقیدت رکھتا ہے اور نہ ابو حنیفہ و محمد و ابو یوسف سے کوئی نیاز مندی۔ اگر اہل سنت ایسے شخصوں کی روایات قبول کر سکتے ہیں اور ابن الجعابی کو وہ ایسا ہی شیعہ تصور کرتے ہیں تو صدوق ابن بابویہ کی روایت بھی کیوں قبول نہیں کرتے جو اس کے ہمعصر تھے اور ابو جعفر کلینی کی حدیثوں پر بھی ایمان کیوں نہیں لاتے جو ابن الجعابی کے قریب العہد تھے ابن الجعابی کو مقبول و مرجع عام قرار دینا اور کلینی و صدوق کو غیر معتبر ٹھیرانا اس بات کو ثابت کر دینے کے لیے کافی ہے کہ ابن الجعابی کا تشیع کلینی و صدوق کے تشیع سے مختلف تھا وہ شیعہ تھا مگر سنی ہوتے ہوئے یعنی اہل بیت کا دشمن نہ تھا عترت نبویہ کے بغض و عداوت کے مرض میں مبتلا نہ تھا حنفی سنیوں کی طرح جناب امیرؑ اور اہل بیت رسالت سے بھی رابطۂ عقیدت و محبت رکھنا چاہتا تھا اسی وجہ سے جناب صدوق کا اس سے تعارف تھا حنفی و شیعی علماء میں روابط و تعلقات ہر زمانہ میں رہے ہیں اور رہ سکتے ہیں کیوں کہ ان کے درمیان محبت اہل بیت امر جامع و وجہ اشتراک قرار پا سکتی ہے۔

حسن بن عثمان ابو سعید التستری

(۲) دوسرا راوی جس کی کتاب سے ابن الجعابی نے زیر بحث روایت لی ہے وہ "حسن بن عثمان" ہے اس کے متعلق میزان الاعتدال میں ہے

جلد اول صفحہ ۲۰۵

الحسن بن عثمان روی عن محمد بن حماد الطہرانی کذبہ ابن عدی و ہو ابو سعید التستری۔

(حسن بن عثمان کی روایت محمد بن حماد

طبرانی سے مروی ہے کہ ابن عدی نے کہا وہ جھوٹا ہے۔

ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ ص ۲۱۹

الحسن بن عثمان روی عن محمد بن حماد الطہرانی کذبہ ابن عدی وہو ابو سعید التستری ثم قال حدثنا الحسن ثنا محمد بن حماد ثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزہری عن عکرمہ عن ابن عباس مرفوعاً ان اللہ یمنع القطر من ہذہ الامۃ بیغضہم علیاً وہذا باطل (وحدثنا الحسن) ثنا محمد بن اسمٰعیل بن عسکر ثنا یزید بن عبید اللہ عن ابیہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً الامناء ثلاثۃ انا وجبرئیل ومعاویۃ وہذا اکذب انتہٰی۔۔۔ ۔۔۔۔۔ وقال

ابن عدی الحسن بن عثمان بن زیاد بن ابی الحکیم کان عندی یضع الحدیث ویسرق حدیث الناس وسألت عنہ عبدان الاہوازی فقال کذاب وقال ابو علی النیشاپوری ہذا کذاب یسرق الحدیث۔

(حسن بن عثمان حسب روایت محمد بن حماد ابن عدی نے اس کو جھوٹا کہا ہے محمد بن حماد ناقل ہے کہ حسن بن عثمان نے یہ حدیث مرفوع بروایت عکرمہ ابن عباس سے نقل کی کہ خدا اس امت سے بغض علی کی بناء پر بارش روک دے گا اور یہ حدیث باطل ہے۔

نیز حسن بن عثمان راوی ہے کہ ابوہریرہ نے کہا امنا تین ہیں۔ میں (ابوہریرہؓ) اور جبرئیل اور معاویہ اور یہ روایت بھی جھوٹی ہے۔

ابن عدی کہتے تھے میری رائے میں حسن بن عثمان حدیثیں وضع کرتا تھا اور لوگوں کی حدیثیں چرا لیتا تھا۔

میں نے اس کی بابت عبدان اہوازی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے ابو علی نیشاپوری کہتے تھے یہ شخص بڑا جھوٹا اور حدیث کا چور ہے)

معلوم ہوا کہ حسن عثمان حدیثیں گڑھنے والا حدیثوں کا چور اور بڑا جھوٹا راوی تھا علاوہ ان اوصاف کے ایک وصف اس میں یہ بھی تھا کہ وہ بین الاقوامی محدث تھا کبھی حضرت علیؓ کی شان میں حدیث بنا لیتا تھا اور کبھی معاویہ کے حق میں حدیث وضع کر کے اس کو جبرئیل روح القدس کا شریک وصف امانت قرار دیتا تھا اور صفت امانت داری میں ہمرتبہ ملک مقرب ٹھہراتا تھا اور اس طرح شیعہ سنی دونوں فریقوں میں مقبول بننا اس کا نصب العین تھا اور ایک ایسا بین الاقوامی و بین الملی اسٹیج تیار کرنا چاہتا جہاں سے حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں کی مدح کی جا سکے اور حیدری شیعوں کے ساتھ معاویہ شاہی سنیوں کو بھی رضامند رکھا جا سکے مگر اس مقصد میں اس کو ناکامی ہوئی۔ شیعوں نے تو اس کی جانب نظر توجہ کی ضرورت ہی نہ سمجھی اور سنیوں نے بھی جھوٹا چور جعل ساز عرض بڑے سے بڑے القاب خطابات جو شایان شان ہو سکتے تھے سب عطا کر دیے متضاد عقائد نظریات رکھنے والوں کے درمیان مشترک اسٹیج قائم کرنے کی ہوس اور بین الاقوامی ہر دلعزیزی کی طمع کا یہ حشر ہوا۔ عدی ہجری میں بھی سرمایہ عبرت بن سکتا ہے بشرطیکہ بین الاقوامی رواداری کی سند حاصل کرنے کا خیال رکھنے والے مورخین کو خدا عبرت لینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ابراہیم بن عبداللہ

اس تیسرا راوی جس سے حسن بن عثمان نے روایت کی ہے ابراہیم بن عبد اللہ بن موسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی قاضی بلخ ہے یہ ابراہیم اور اس کا باپ عبد اللہ اور اس کا دادا موسیٰ تینوں مجہول الحال ہیں یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ کس خیال اور کس عقیدے کے لوگ تھے اور ان کی اخلاقی مذہبی علمی و عملی حالت کیا تھی کتب عامہ و خاصہ رجال میں ان کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا البتہ ابراہیم کا پردادا یونس بن ابی اسحاق السبیعی کا تذکرہ کتب رجال فریقین میں پایا جاتا ہے مگر ان کتابوں سے اس کی جو حیثیت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے۔

تنقیح رجال شیعہ منتہی المقال میں ہے ص ۳۴۹

یونس یکنے ابا اسحاق السبیعی صرح تہذیب ابدال علی شدہ ببغضہ وانظا ہرانہ ہو والبوسی لفات تہذیب کے تذکرہ میں جو بات کہی ہے اور جس کا ترجمہ ہم نے کلام میں دیا ہے وہ یہ ہے۔

یونس کی کنیت ابو اسحاق السبیعی ہے زیرنظر شخص کے ذکر میں وہ بات گزری جو اس کی شدت عداوت پر دلالت کرتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ اور اس کا باپ عامہ (اہل سنت) میں سے تھا۔

عن شبابہ بن سوار قال یونس بن ابی اسحاق مالک لا تروی عن ثویر بن ابی

اسرائیل ثوری عنہ قال ما اعلم بہ بأساً

منتہی المقال ص

یونس کے باپ ابو اسحاق سبیعی کے متعلق محمد بن جریر بن رستم اسفرینی الامامی نے کتاب المسترشد میں لکھا ہے۔

شبابہ ابن سوار ناقل ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے یونس بن ابی اسحاق سے پوچھا تم ثویر سے روایت کیوں نہیں لیتے اسرائیل تو اس سے روایت لیتا ہے؟ یونس نے جواب دیا میں ثویر کی روایت لے کے کیا کروں وہ تو رافضی تھا (معلوم ہوا کہ یونس رافضی مذہب نہ تھا بلکہ ان سے انتہائی بغض رکھتا تھا)۔

[illegible] اعلام امیر المومنین [illegible]

ابو اسحاق سبیعی۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے دشمنوں میں ابو اسحاق سبیعی بھی تھا۔

ولقد خرج [illegible] فی ثقاتہ

اور وہ کربلا میں بھی قاتلان امام حسین کے ہمراہ آیا تھا۔

رسالہ علماء [illegible]

جلد اول ص [illegible]

ابو اسحاق کا [illegible] دشمن تھا [illegible] بلکہ قاتلان امام حسین سے متعلقات [illegible] ظاہر ہے کہ وہ عمر بن سعد قاتل امام حسین علیہ السلام سے روایت کرتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

عمر بن سعد [illegible] ابو حفص المدنی

[illegible] الکوفۃ [illegible] عسقلانی [illegible] روی عنہ ابنہ ابراہیم وابو اسحاق السبیعی۔

عمر بن سعد بن ابی وقاص [illegible] کوفی [illegible] باپ [illegible] سے روایت کرتا ہے اور اس سے اس کا بیٹا ابراہیم اور [illegible] ابوبکر بن [illegible] ابو اسحاق سبیعی نے روایت کی ہے۔

(تہذیب التہذیب)

عمر بن سعد [illegible] صفحہ روایت احادیث [illegible] یہ ہے کہ وہ کربلا میں فوج عمر بن سعد

چراغِ حرم

سروش ملیح آبادی (برادر زادہ جوش ملیح آبادی) کے نوحوں اور سلاموں کی وہ معرکۃ الآرا کتاب جو فلکِ صحافت پر شعلہ بن کر طلوع ہوئی ہے جس کے سینے سے آفتابِ امامت کی کرنیں نکل کر گلشنِ ایمان کو منوّر اور درخشاں کر رہی ہیں اور جن کرنوں کی زبان امام حسن و شبیر امام حسین علیہ السلام کی عظمت، اُن کے کمالات، اُن کی تعلیم اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا افسانہ سُنا رہی ہے۔

کتاب کا خوبصورت سرِ ورق باتصویر شبیہ روضۂ مبارک شہیدِ کربلا — قیمت آٹھ آنے (۸ر)

ملنے کا پتہ

اودھ کتاب گھر متصل ڈاکخانہ امین آباد لکھنؤ

سے ساتھ رہا ہوگا اور محمد بن جریر بن ہتم بکر
کا یہ قول بالکل درست ہے کہ وہ قاتلان
امام کے ساتھ کربلا میں موجود تھا۔ اس
سے ظاہر ہو گیا کہ بعض علماء کا خیال کہ
اسکو مال شیعہ میں شمار کرنا غفلت و عدم
واقفیت پر مبنی ہے اگر وہ اس امر کی طرف
متوجہ ہوتے کہ وہ عمر بن سعد کا نیاز مند و
عقیدت کیش ہے اور اس کو اس ناطے چاہا
ہے کہ اس کی روایت پر اعتبار کیا جائے
اور اس سے احادیث کی روایت کی جائے تو
اس کو "شیعہ" ہرگز نہ کہتے۔

یونس ابن ابی اسحاق کا بیٹا اسرائیل
رجال اہلسنت میں بڑا معتبر اور بلند پایہ سمجھا
جاتا ہے یعنی بخاری و مسلم کا معتمد علیہ ہے
کتاب جمع بین الصحیحین میں ہے۔

جلد صـ ۴۳

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی
اخو عیسیٰ بن یونس یکنیٰ ابا یوسف [illegible]
[illegible] ومنصور [illegible]
[illegible] الاعمش عند البخاری میزان الاعتدال
ذہبی میں ہے۔

جلد اول صـ ۱۰۳

اسرائیل بن یونس عیسیٰ بن یونس کا
بھائی ہے ابو یوسف اس کی کنیت ہے اس
نے اپنے دادا ابو اسحاق اور منصور سے حدیثیں
سنیں یہ تو مسلم و بخاری دونوں کی رائے ہے
رہا اعمش احوال و ابو حصین و اعمش سے
سماعت جس پر تنہا بخاری کا خیال ہے۔
اسرائیل احتجه البخاری و مسلم فی الاصول

اسرائیل پر بخاری و مسلم نے اصول حدیث
میں اعتماد کیا ہے۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں
جلد اول صـ ۲۶۱

[illegible] قال احمد بن حنبل اسرائیل
[illegible] حدیث [illegible] قال [illegible]
[illegible] قال النسائی لیس به باس
ابو داؤد نے کہا کہ [illegible]
[illegible] اسرائیل کی بابت [illegible] کہ
جب وہ کسی حدیث کی روایت میں اکیلا ہو
تو وہ روایت حجت ہو سکتی ہے۔

احمد بن حنبل نے کہا کہ اسرائیل روایت
حدیث میں [illegible] امام [illegible] اس
[illegible]

اسرائیل کے بھائی عبداللہ کا شمار بھی
اہل سنت کے معتبر رواۃ احادیث میں ہے
تہذیب التہذیب میں ہے جلد ۵ صـ ۸۶
قال احمد فی الزہد شیخ ثقة
احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ وہ شیخ
ثقہ ہے۔ علماء رجال کی تصریحات مندرجہ
بالا سے ظاہر ہوا کہ یہ پورا خاندان مذہبی
حیثیت سے مخالف تشیع تھا لہذا ابراہیم
کے متعلق کیونکر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ
وہ اپنے بزرگوں کے خلاف شیعی عقائد و تبرائی
نظریات رکھتا ہوگا۔

ابراہیم کے بعد روایت امالی کی تاویل
تین عورتیں آتی ہیں۔ مریہ۔ صفیہ۔ بہجہ۔
مریہ اسی یونس بن ابی اسحاق کی پوتی
اور صفیہ اس کی بیٹی ہے۔ یونس کا کثرتی

اور دشمن تشیع ہونا اوپر ثابت کر دیا گیا
کتب رجال عامہ و خاصہ ان عورتوں کے
تذکرہ سے خالی نظر آتی ہیں جب تک ان کا

شیعہ ہونا ثابت نہ کیا جاسکے کس طرح یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے باپ دادا اور دوسرے رشتہ داروں کے مذہب سے منحرف رہی ہوں گی تمام قرائن اسی خیال کی تائید کرتے رہیں گے وہ اپنے خاندانی مسلک پر رہی ہوں گی اور مذہب تشیع حقیقی سے ان کو کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

تیسری راویہ بہجہ بنت حارث بن عبد اللہ التغلبی خود بھی مجہول الحال ہے اور اوس کے باپ کا بھی کوئی تذکرہ کتب رجال میں نہیں ملتا اسی طرح اوس کا موسیٰ عبد اللہ بن منصور کے حالات بھی نامعلوم ہیں ان سب کے مذہبی عقائد اور اخلاقی حالت کا علم نہیں ہوسکتا۔ ان تمام باتوں سے یہ بات پایۂ ثبوت قطعی کو پہونچ گئی کہ روایت امالی باعتبار سند بدترین روایات ہے اس کا سلسلہ ایسی کڑیوں سے قائم ہوا ہے جن میں اکثر مجہول الحال ہیں اور باقی کا فاسد العقیدہ۔ کذاب۔ فاسق اور دشمن اہل بیت نبوی ہونا ناقابل اشتباہ ہے پھر کیا محل استدلال میں ایسی روایت سے تمسک کرنا کسی ایسے مرد عاقل کا کام ہوسکتا ہے جو عوام کو تبلائے فریب کرنا چاہتا ہو اور کیا اوس کی روایت کی بنا پر اخبار متواترہ ٹھکرا کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بانی شب عاشور یا صبح عاشور خیام حسینی میں موجود تھا؟۔

روایت امالی میں جھوٹ کی کثرت پہلی غلط بیانی اور معاویہ شاہی پروپیگنڈا

راوی [illegible]

الفاظ میں کہا ہے کہ معاویہ نے امام حسین ؑ کے حق میں یزید سے عمدہ سلوک اور اچھے برتاؤ کی وصیت کی تھی اوس کا بیان ہے۔

معاویہ نے بوقت مرگ یزید کو بلایا اور سامنے بٹھا کر کہا کہ بیٹا! میں نے تیرے لئے عرب کی سخت گردنوں کو سیدھا کر دیا ہے اور بلاد و امصار کو تیرے واسطے ہموار کر دیا ہے میں تیرے لئے فقط تین شخصوں سے ڈرتا ہوں کہ وہ تیری مخالفت کریں گے عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن زبیر۔ حسین بن علی مگر عبد اللہ بن عمر تیرے ہی ساتھ ہوگا اوسکو ساتھ لئے رہنا چھوڑ نہ دینا۔ رہا عبد اللہ بن زبیر تو اوس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا کیونکہ وہ موقع ملنے پر اس طرح تجھ پر حملہ کرے گا جیسے شیر شکار پر جھپٹتا ہے اور تجھ سے اس طرح مکر و دغا کرے گا جیسے لومڑی کتے سے کرتی ہے۔

لیکن حسین کا جو حق رسول خدا کی جانب سے ہے وہ تو جانتا ہے وہ رسول خدا کے گوشت و خون ہیں میں جانتا ہوں کہ عراق والے اون کو اپنی طرف نکال لائیں گے اور پھر اون کا ساتھ چھوڑ دیں گے اگر تجھے حسین ؑ پر قابو مل جائے تو اون کا حق پہچاننا اور جو منزلت اون کی پیغمبر خدا سے ہے اوس کو پہچان کر اون کے کردار پر مواخذہ نہ کرنا علاوہ منزلت رسول کے ہم لوگوں سے بھی قرابت کا رشتہ ہے دیکھنا ایسا نہ ہو کہ حسین ؑ کے بارے میں تجھ سے بدسلوکی واقع ہو تیری جانب سے کوئی ناخوشگوار طرز عمل دیکھیں۔

راوی روایت امالی کا یہ بیان وصیت معاویہ کے متعلق ناظرین کے سامنے ہے اوس کو دیکھ کر وہ خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اوس سے بوئے صدق و راستی کہاں تک محسوس ہوتی ہے اور مضمون وصیت کس حد تک دیگر اخبار و روایات عامہ و خاصہ اور مسلمات شیعہ کے مطابق ہو سکتا ہے۔ کیا معاویہ کے زندگی بھر کے اعمال و کردار اور جناب امیر ؑ سے لیکر امام حسن ؑ تک اون کے برتاؤ اور طرز عمل کا فلسفہ تاریخ کی روشنی میں جائزہ لینے والے سراپا غرق حیرت ہو کر یہ کہنے پر مجبور نہ ہوں گے کہ معاویہ اور یہ جوش خون و حمیت قرابت و رشتہ داری اور جذبہ صلہ رحمی و لحاظ حق قرابت پیغمبر ؐ اللہ رے انقلاب فطرت و استحالہ طبیعت! کیا کوئی عقلمند یہ تصور کر سکتا ہے کہ معاویہ اور وہی معاویہ جنھوں نے جناب امیر ؑ کے خلاف معرکہ آرائی کی جنھوں نے آپ کے دوستوں اور شیعوں کا استیصال کر دینے میں حکومت و سلطنت کی تمام طاقت صرف کر دی حیلہ و تدبیر کے ہر ممکن کرتب دکھاتے جنھوں نے امام حسین ؑ کے بڑے بھائی امام حسن سے جنگ کی اور بعد صلح زہر دغا سے شہید کرا دیا پھر خبر شہادت سنکر بھرے دربار نعرۂ تکبیر بلند کر کے دلی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا جس پر ابن عباس کو ٹوکنا پڑا ایک دن انقلاب ماہیت و استحالہ ذہنیت و طبیعت کی کرشمہ سازیوں سے ایسے قرابت نواز و عزیز پرست بن گئے تھے کہ قرابت و اتحاد خون کا واسطہ دیکر یزید کو تاکیدی حکم دیتے ہیں کہ دیکھنا تیری طرف سے کوئی ناگوار بات حسین کے حق میں واقع نہ ہونے پائے؟۔

فاضل مؤلف شہید انسانیت اور اون کے تابعین کو لازم تھا کہ جہاں روایت امالی میں وجود آب تذکرہ غسل دیکھا تھا وہیں اس وصیت کو بھی بنظر غور دیکھ لیتے کیونکہ شہید انسانیت میں بنی امیہ و بنی ہاشم بالخصوص آل ابی سفیان و آل رسول ؐ کے نسلی عداوت و خاندانی خصومت ثابت کرنے اور اوس کو سبب شہادت حسینی قرار دیتے ہیں تطویل لاطائل سے آنکھیں بند کر کے مہارت فن تاریخ کا ہر کمال صرف کر دیا گیا ہے اگر بنا بر روایت امالی یہ واقعہ وصیت معاویہ صحیح مان لیا جائے تو کم از کم جہاں تک معاویہ کی ذات کا تعلق ہے بنی امیہ و بنی ہاشم کی خاندانی مخالفتوں اور عداوتوں کے لمبے چوڑے افسانے محض بے اصل ہو جائیں گے اور وہ تمام ذہنی کاوشیں اور قلمی کوششیں بے نتیجہ و لاحاصل بن کر رہ جائیں گی جو اسی عداوت خاندانی کو شہادت امام حسین کا اصلی سبب ٹھہرانے میں کی گئی ہیں۔ کیا فاضل مؤلف معاویہ کو ایسا ہی قرابت پرست و حق شناس منزلت پیغمبر ؐ اور خیر خواہ

امام حسینؑ جانتے ہیں جیسا اس روایت میں بیان کی ہوئی وصیت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کیا اون کا ضمیر ذوق تحقیق فلسفۂ تاریخ سے ملکر حقائق دواقعات کی روشنی میں اس وصیت کے مضامین

[illegible] کی

ومطالب کی صحت وسچائی تسلیم کرنے پر مائل ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو اس کا صاف اقرار کر لینا چاہیئے کہ امیر معاویہ امام حسینؑ کے مخلص خیر خواہ تھے نہ صرف اپنی خاندانی قرابت بلکہ حق قرابت ومنزلت پیغمبرؐ کا لحاظ کرتے ہوئے امام حسینؑ کو ہر ناگوار بات سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔

اور اگر وہ اپنے ضمیر کو معاویہ کی مخلصانہ حق شناسی کی تصدیق پر مائل نہیں کر سکتے تو جس روایت میں وصیت معاویہ مذکور ہے اس کی واقعی حیثیت باعتبار روایت کیا ہونی چاہیئے کیا وہ مردود وساقط الاعتبار ہونے کے عوض اس قابل ٹھہرے گی کہ ایک شیعہ مورخ نجم خود ماہر قوانین تاریخ نویسی ہوتے ہوئے ایک ایسی بحث میں اس کو اپنے دعوے کا شاہد بنائے جس کا تعلق شہادت حسینی کی عظمت سے ہو؟ دراصل یہ وصیت معاویہ شاہی شعبۂ نشر واشاعت ومحکمہ پروپیگنڈا ودفتر روایت سازی کی پیداوار ہے اور اکثر امویت پرست مورخین نے اپنی کتابوں میں اوس کا تذکرہ کیا ہے اور اس ذریعہ سے غیر شعوری طور پر یہ خیال عامہ ناس کے دلوں میں پیدا کرنا مقصود تھا کہ معاویہ بڑے حق شناس قرابت رسولؐ اور مائل صلہ رحمی تھے اور ان کو امام حسینؑ کے عظیم حقوق کا مرتے دم تک لحاظ تھا تاریخ طبری جلد ۶ جلد ثانی ص ۱۹۶۔

امام الحسین بن علی فان اهل العراق لن یدعوه حتی یخرجوه فان خرج علیک فظفرت به فاصفح عنه فان له رحما ماسة وحقا عظیما۔

"حسین ابن علی کو اہل عراق نہ چھوڑیں گے تیرے مقابلہ میں اون کو نکال لائیں گے اگر تو ادان پر کامیاب ہوگا تو معاف کر دینا کیونکہ اون سے قرابت قریبہ ہے اور اون کا حق عظیم ہے۔

رواۃ وصیت معاویہ

اس وصیت کے رواۃ کا سلسلہ یہ ہے

ہشام بن محمد عن ابی مخنف قال حدثنی عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبد اللہ بن مخرمہ۔

ہشام بن محمد کے متعلق میزان الاعتدال ذہبی میں ہے

الکلبی ماکذب محمد بن علی الصوری الحافظ الا زدی حدثنا موضوعا آخرہ۔

"محمد بن علی الصوری الحافظ نے ہشام بن محمد کی بابت کہا ہے کہ وہ جھوٹا تھا اوس نے موضوع وجعلی حدیث بیان کر دی تھی۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی حیثیت عالم اخبار وروایات میں حسب ذیل ہے۔

لوط بن یحیٰی ابو مخنف لا یوثق به ترکہ ابو حاتم وغیرہ وقال الدارقطنی ضعیف وقال ابن معین لیس بثقة وقال مرة لیس بشئی (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۳۲)

"لوط بن یحییٰ ابو مخنف لائق اعتبار نہیں ابو حاتم وغیرہ نے اوسکو چھوڑ دیا ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ابن معین کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے مرۃ کہتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں"۔

عبد الملک بن نوفل جو روایت وصیت کا ناقل ہے اوس کے متعلق علامہ ذہبی صاحب میزان الاعتدال لکھتے ہیں۔

روی عن ابیه وابی عصام المزنی وکیسان بن سعید المقبری وربیعة القزی وعنه ابو مخنف لوط بن یحییٰ۔

"عبد الملک بن نوفل نے اپنے باپ سے اور ابو عصام مزنی وکیسان بن سعید مقبری اور ربیعہ قزی سے اور اوس سے روایت کرنے والے یہ لوگ ہیں۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ۔ ابو اسمٰعیل ازدی"

ابو اسمٰعیل الازدی صاحب فتوح الشام وابن عیینة ذکرہ ابن حبان فی الثقات وروی عبد اللہ بن مسلم الفہری عن عبد الملک بن نوفل عن عبد اللہ بن زبیر ومعاویہ ومروان بن الحکم۔

(صاحب فتوح الشام۔ ابن عیینہ۔ اوس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے عبد اللہ بن مسلم الفہری نے عبد الملک بن نوفل سے روایت کی ہے وہ عبد اللہ بن الزبیر اور معاویہ اور مروان بن الحکم سے روایت کرتا ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ راوی ایسے تین دشمنان آل محمدؐ سے روایت کرتا ہے اور ان سے رابطہ اتحاد ومودت رکھتا ہے جن کا بغض خاندان رسالت سے شہرہ آفاق وضرب المثل وزبان زد خاص وعام ہے اور جن کا انحراف عترت طاہرہ سے مسلم الثبوت ومتفق علیہ ہے عبد اللہ بن زبیر معاویہ اور مروان جیسے دشمنان آل رسولؐ کے نیاز مندوں اور دوستوں سے روایت کرنا اوسی شخص کا حصہ ہو سکتا ہے جو دین ودانش دونوں سے بے بہرہ ہو۔

جبکہ عبد الملک بن نوفل کا ارتباط عقیدت مندی معاویہ سے ثابت ہے تو کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس نے اون کی وصیت کا من گھڑت افسانہ اون کے حق میں پروپیگنڈا کی غرض سے مشہور نہ کیا ہوگا؟

روایت امالی کے راوی اگرچہ فاسد العقل اور خلل دماغ کے عارضہ میں مبتلا تھے مگر "دیوانہ بکار خویش ہشیار" کے مصداق تھے اور اون کا خبط وفساد عقل بھی جدت وتازگی سے خالی نہ تھا وصیت معاویہ کا وہ افسانہ جس کا ماخذ اصلی ومبدا حقیقی معاویہ شاہی واموی ومروانی محکمۂ نشر واشاعت تھا اور جس کے تصنیف کرنے والے رواۃ علاوہ علمائے اہل سنت کے نزدیک بھی جھوٹے غیر معتبر اور دشمنان آل محمدؐ کے طرفدار وعقیدت مند تھے اوس کی روایت ائمہ طاہرین علیہم السلام کی جانب بھی منسوب کر دی۔

یہ ظاہر ہے کہ معاویہ کے پاس ہنگام نزع موت

وصیت میں کوئی شیعہ اہلبیت و محب عترۃ طاہرہ موجود نہ تھا اس وقت وہی لوگ گرد و پیش رہے ہوں گے جو معاویہ کے خواص مخلصین میں داخل تھے اور افسانہ وصیت کا ماخذ و مبدا وہی لوگ رہے ہوں گے جن کو معاویہ کے خلوت و جلوت میں خاص تقرب حاصل تھا اور اُن کا بیان ملک العلماء دو لٹ آبادی کے بیان کیے ہوئے معیار کی بنا پر ہرگز متقابل پذیرائی اور لائق اعتبار نہیں ہوسکتا۔

دوسری روایت جس میں معاویہ کی وصیت مذکور ہے "عوانہ" سے مروی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں:-

اما الحسین بن علی فانہ رجل خفیف وارجو ان یکفیک اللّٰہ بمن قتل اباہ وخذل اخاہ وان لہ رحامۃ وحقا عظیما وقرابۃ من محمد صلعم ولا اظن اہل العراق تارکیہ حتی یخرجوہ فان قدرت علیہ فاصفح عنہ فانی لو انی صاحبہ عفوت عنہ

تاریخ طبری الجزء الاول من المجلد الثانیۃ مطبوعہ لیدن ص ۱۹۷

حسین بن علی مرد خفیف ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ جن لوگوں نے اُن کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کا ساتھ چھوڑا وہی لوگ اُن کے مقابلہ میں تیرے لیے کافی ہوں گے اُن کی قرابت قریبہ ہے اور حق عظیم ہے۔ آنحضرت سے بھی اُن کو قرابت ہے اہل عراق اُن کو نہ چھوڑیں گے تیرے مقابلہ میں ضرور خروج کرائیں گے اگر تو اُن پر قدرت پاتا تو درگزر کر دینا اگر میں ہوتا تو معاف کر دیتا۔

یہ شخص "عوانہ" اموی حکومت کا مورخ و سیرت نویس ہے سیرت معاویہ و بنی اُمیہ کے متعلق اُس نے مستقل کتاب لکھی ہے۔

فہرست ابن الندیم میں ہے۔

عوانۃ بن الحکم بن عیاض بن عبد الحارث الکلبی ویکنیٰ ابا الحکم من علماء الکوفیین...... لہ من الکتب کتاب التاریخ کتاب سیرۃ معاویۃ و بنی امیۃ

مطبوعہ ص ۱۳۴

عوانہ بن الحکم بن عیاض بن وزر بن عبد الحارث الکلبی ابو الحکم کنیت تھی علماء کوفہ میں سے تھا اس کی کتابوں میں کتاب تاریخ کتاب سیرت معاویہ و سیرت بنی امیہ ہے۔

اموی حکومت اور آل ابی سفیان و آل معاویہ کے اس نمکخوار مورخ نے جو حق وفاداری و نمکخواری ادا کیا ہوگا اس کا ایک نمونہ یہ روایت وصیت معاویہ بھی ہے۔

بالجملہ یہ ہیں اموی حکومت کے دور کی وہ روایتیں جو روایت امالی کے راویوں کی بیان کردہ وصیت معاویہ کا اصل ماخذ ہیں اُس کو ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کرکے کذب و افترا کا مزید کمال دکھایا گیا ہے جبکہ وہ اصل روایات بھی جو روایت امالی کے الفاظ و مضامین دونوں کا ماخذ ہیں خود علماء رجال و اخبار کے نزدیک اُن کے مقررہ کردہ اصول و معیار کی بنا پر قابل اعتبار نہیں ہوسکتیں تو روایت امالی کس طرح قابل اعتماد ہوسکتی ہے اور کسی عالم متدین اُس کی صحت پر وثوق کیونکر ہوسکتا ہے۔ لائق مولف اس کا اقرار کرتے ہیں کہ معاویہ نے امام حسینؑ کے قتل کی تدبیر یزید کو بتا دی تھی وہ لکھتے ہیں۔

"جتنی فوج کربلا میں امام حسینؑ کے سامنے موجود تھی وہ تمام تر "کوفی" لوگوں کی تھی اور یہ ایک سیاست تھی جو یزید نہیں بلکہ اُس کے باپ امیر معاویہ کے دور رس دماغ کا نتیجہ تھی کہ حضرت امام حسینؑ کے قتل کے لیے اہل کوفہ ہی سے کام نکالا جائے اور اس لیے معاویہ نے سرجون اپنے غلام کو یہ وصیت سپرد کی تھی کہ اُن کے بعد کوفہ کا گورنر عبیداللہ بن زیاد کو قرار دیا جائے"

(ص ۳۳۶ شہید انسانیت)

کیا فاضل مولف اپنے اس اقرار صالح کے باوجود کہ معاویہ نے حضرت امام حسینؑ کے قتل کے لیے موثر ہدایات یزید کو دے دی تھیں اور یہ سیاست و تدبیر بتا دی تھی کہ اس مہم کے لیے اہل کوفہ ہی سے کام لیا جائے اور اسی مقصد سے یہ تحریری وصیت بھی چھوڑی تھی کہ میرے بعد کوفہ کا گورنر عبیداللہ بن زیاد کو قرار دیا جائے کسی صاحب عقل انسان کو اس وہم و خیال میں مبتلا کر سکتے ہیں کہ معاویہ امام حسینؑ کے ہمدرد و خیرخواہ تھے اُن کو قتل امام حسینؑ منظور نہ تھا بلکہ ہمدردی و صلہ رحمی مد نظر تھی اور مضمون روایت امالی محض کذب و افترا اور اموی پروپیگنڈا نہیں بلکہ حقیقت ہے اور یہ روایت اس قابل ہے کہ محل استناد و استدلال میں دنیا کے سامنے ایک شیعہ ماہر فلسفہ تاریخ کی جانب سے پیش کی جائے؟ اور کیا یہ درست ہوگا کہ روایت کا ایک حصہ جس میں وصیت معاویہ مذکور ہے غلط قرار دیا جائے اور دوسرا حصہ جس میں وجود آب کا تذکرہ ہے معتبر سمجھا جائے؟ عقل تو یہی کہتی ہے کہ یہ روایت از سرتا پا اموی حکومت کے مفاد میں ہے راویوں نے نہایت چالاکی سے ایک طرف معاویہ کا حق شناس قرابت پیغمبرؐ اور ہمدرد امام حسینؑ ہونا بیان کیا ہے اور دوسری طرف غیر شعوری طور پر یہ وہم و خیال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ خیام حسینؑ میں قحط آب نہ تھا۔ شب عاشور بھی پانی بمقدار کثیر لایا گیا جو ایک جم غفیر کے پینے نہانے دھونے کے لیے کافی ہوا ظاہر ہے کہ پیاس بجھانا جانوروں کو ہلاک ہونے سے بچانا نہانے اور کپڑے دھونے سے زیادہ ضروری ہے لہٰذا ان حضرات نے آئندہ ضرورتوں کا بھی لحاظ لامحالہ فرمایا ہوگا۔ روایت امالی میں وصیت معاویہ کا تذکرہ ہی یہ ثابت کر دینے کے لیے کافی ہے کہ اُس کے راویوں کا شیعوں سے تعلق دار تبادلہ محض قضیہ کاملہ کی حیثیت سے تھا۔

باقی مضمون کے لیے آئندہ نظارہ کا انتظار فرمایئے۔

شراب الصالحین رضوی

یہ شراب ہے زاہد جسے حرم میں پیا

جس کا نسخہ

سلطنت عباسیہ کے شہنشاہ اعظم خلیفہ ہارون الرشید کی فرمائش پر وارث علوم ربانی طبیب روحانی خانوادۂ رسالت حضرت امام رضا علیہ السلام نے ترتیب دیا یہ دوا مدت العمر شاہ مذکور کے استعمال میں رہی اور حسب حکم اس کا نسخہ اوراق ذہب پر لکھ کر خزانۂ شاہی میں محفوظ کر دیا گیا "عصا ئے پیری ہے تیغ جوان ہے حرز طفلاں ہے"

جگر و معدہ کے افعال کو درست کر کے خون صالح پیدا کرتی ہے سوء القینہ نفخ کبد، جلندھر اور ہر قسم کے استسقاء کو دور کرتی ہے۔ اعصاب کو قوی کرتی ہے۔ امراض بارد مثلاً عرق النسا، نقرس، درد مفاصل، گٹھیا، فالج، لقوہ و استرخا کو کھوتی ہے اس کی مداومت امراض بالا سے محفوظ رکھتی ہے۔ مادۂ حیات مثانہ وگردہ قوی کر کے قلب و دماغ میں نشاط اضافہ کرتی ہے اور یہ شراب کے برے اثرات کو دور کرنے میں اکسیر صفت ہے۔ بوڑھوں کو لطف جوانی اور جوانوں کو لطف زندگی بخشتی ہے۔ بچوں کے لیے بے نظیر ٹانک ہے، عورتوں کے اکثر پوشیدہ امراض اور بے قاعدگیوں کو دور کرتی ہے، جوان، بوڑھا، بچہ، عورت مرد سب کے لیے یکساں مفید ہے

قیمت فی بوتل

سات روپیہ آٹھ آنہ

بیماری

نقوش

لحوم ثمار

و بیش قیمت

میوہ جات، نادر و قیمتی

ادویہ مشک و عنبر زعفران

کا ایک بے نظیر مجموعہ

جناب مسیح الملک شفاء الملک مرحوم کی خاندانی بیاض کا خاص نسخہ

جو ہر شاہان اور والیان ملک کے لیے تیار ہوتا تھا،

ماء اللحم عنبری دو آتشہ نسخہ خاص

مقوی اعضائے رئیسہ

دل و دماغ کو تفریح اور قوت بخشنے میں بے نظیر، معدہ و جگر کی اصلاح کرنے میں بے عدیل قوت ہاضمہ کو بڑھا کر، سچی، بھوک پیدا کرتا ہے اعلیٰ درجہ کا مصفی خون، سرخ و گلابی خون پیدا کر کے جسم میں اس طرح دوڑاتا ہے کہ رخساروں سے پھوٹ نکلتا ہے گردہ و مثانہ اور تمام اعضائے رئیسہ کو ایسی طاقت بخشتا ہے کہ بوڑھوں کو توانائی اور جوانوں کو لطف حیات حاصل ہوتا ہے شدید بیماری اور کسی خطرناک مرض کے حملہ سے توانائی لاحق ہو گئی ہو اس کی چند ہی خوراک سے نشان ظاہر ہوتا ہے، بیمار ناتوان بوڑھوں بچوں بن بیاہی اور شادی شدہ عورتوں کے لیے یکسان مفید ہے

قیمت ماء اللحم عنبری دو آتشہ فی بوتل چھ روپیہ

ماء اللحم انگوری دو آتشہ فی بوتل — تین روپیہ

فہرست دوا خانہ مفت طلب فرمائیے

ملنے کا پتہ: منیجر دوا خانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

دار الاقامۃ السیفیہ (پونہ)

خداوند کریم پاک کا لاکھ لاکھ شکر کہ بحرمت خمسۃ الاطہار صلوات اللہ علیہم و برکت امام الزمان نائب امام سیدنا و مولانا طاہر سیف الدین صاحب طول عمرہٗ شریف کی باجازت (۲۲) سال سے سرزمین شہر پونہ میں ایک بورڈنگ دار الاقامۃ السیفیہ کے نام سے قائم ہے جس سے ملحق مدرسہ بدریہ اور ہائی اسکول بدریہ پونہ بھی نہایت خوبی سے چلتا ہے اپنی غیر معمولی خوبیوں کے سبب ادارہ اس قلیل عرصہ میں کافی شہرت کر چکا ہے اور تمام ہندوستان و ممالک غیر میں اس کا شہرہ اظہر من الشمس ہے، دنیائے اطراف کے قومی طلباء اردو و گجراتی عربی اور انگریزی اعلیٰ تعلیم اس درسگاہ سے بہرہ ور ہو رہے ہیں، مصارف بورڈنگ بہت کم ہیں۔

طلباء کے لیے آداب الدین کے ساتھ ساتھ صوم و صلوٰۃ قرآن مجید کے درس کی پابندیاں طعام چائے سکونت فرش فرنیچر، ملبوس بتی روشنی لائبریری ورزش وغیرہ وغیرہ کا انتظام بھی اپنے آپ پر ہے۔

پھر مزید یہ کہ علامۃ الافخم الامیر الاجل الہمام الممجل سیدی و مولائی یحییٰ بھائی صاحب محی الدین جیسے بزرگ کی سرپرستی کا فخر حاصل ہے۔

فرزندان دعوت میں سے جو بھی دینی اور دنیوی ٹھوس تعلیم لینا چاہتے ہیں وہ فوراً فارم داخلہ

پتہ ذیل سے طلب کریں

ملا عبد الحسین اکمل شاجاپوری سپرنٹنڈنٹ دار الاقامۃ السیفیہ (۶۲۵)

رودی وار پیٹ (پونہ) ۲

محمد جعفر سید مظفر عباس نقوی نے الناظر پریس میں چھپوا کر دفتر نظارہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا۔